



حیات نور الدین محمود

اَنَا رَأَيْتُ اللَّهَ بِرُهَانِهِ

یعنی

الملك العادل سلطان نور الدين محمود بنكی نور الدین بن قلیشایه فاتح شام جزیره و مصر کی مخلص سوانح عمری

مؤلفہ

جناب مولوی حکیم احمد حسین صاحب لہ آبادی مؤلف سوانح عمری  
سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس و منہج تاریخ علامہ ابن خلدون

رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۱۸ ہجری

۱۹۰۰ء

ہندوستان آباوین باہتمام منشی محمد فصیح اللہ مالک و منیر چکر شایع ہوئی

کلہ حقوق بذریعہ ریسٹری محفوظ ہیں

# الاسلام

یہ ناول نہیں ہے بلکہ ایک تاریخی رسالہ ہے۔ جس نے اسلامی تاریخ کو اردو زبان میں  
موجود کردینے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ آج تک ہندوستان میں کوئی ایسا رسالہ ہمارے نظر میں  
نہیں گزرا جو مسلمانوں کو اپنی گزشتہ تاریخ کے یاد دلانے اور اس سے دلچسپی پیدا کرے گا۔ ہمارے  
عربی میں ایسی تاریخیں کثرت سے موجود ہیں لیکن اس زبان کی لاعلمی کی وجہ سے وہ عام طور  
پر ہموں کا خاصہ نہیں ہو سکتی ہیں۔ لاکھ زائد سال کے لحاظ سے اردو زبان میں ایسے ذخیرہ کا  
ہونا ضروریات سے ہے۔ ہم نے اسی خیال سے عربی کی مختصر و مشہور تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ  
سلیس و زبان میں آغاز ماہ جنوری ۱۹۸۹ء سے کئی صورت میں سلسلہ وار شائع کرنا شروع کیا  
ہے۔ چنانچہ اس وقت تک اس کے ترجمہ کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس تاریخ (یعنی ابن  
خلدون) میں حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے آٹھویں صدی ہجری تک کے حالات کا تفصیلی  
و تفصیلی سے لکھے گئے ہیں جن کو انبیاء کرام اور اسلامی سلاطین عظام عرب۔ فارس۔ مصر۔  
بغداد۔ چین۔ افریقہ۔ روم۔ وغیرہ کی عظمت و جلال دیکھنی ہو وہ ہمارے رسالہ  
الاسلام آباد کو خرید فرمائیں۔ ہمیں ان کی بولتی چلتی پھرتی تصویریں دکھائی  
جاتی ہیں اس کے علاوہ الاسلام میں دو رسالہ اور (۱) مسیحی بنیائیں الکلام فی احکام  
احکام الاسلام (۲) مشاہیر عالم کی سوانح عمری بصری بندہ جداگانہ شائع ہوتے ہیں اور  
بنظر دلچسپی اسلامی دنیا کی جدید و جدید سچی سچی خبریں ہوتی ہیں یا ہفتہ قیمت سالانہ  
مستحق عہدہ ہر مضمون لکھ کر ہے۔

المستشرق حامد حسین سنہ ۱۳۸۵ھ آباد

حیات نوری اور نبی محمود

## دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اللہ اکبر! میں نے الکتوبر ۱۹۵۹ء میں حیات نور الدین محمود زنگی (انارکندہ) کے چہرے کا اشتہار دیا تھا لیکن اتفاقاً کچھ ایسے پیش آنے لگے کہ چہیکر تیار ہونے کی نوبت کسی طرح وائی تھی اسلئے ان میں بار بار اس کے ارادہ اشاعت کو میں نے ملتوی کر دینے کا یہی قصد کیا مگر شایعین قدر دانان فن تاریخ کے عجز شوق نے مجھے آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ آخر الامر خدا کر کے اب ۱۹۵۹ء میں چہیکر ناظرین کی خدمات میں پیش کیے جانے کی صورت حاصل کر رہی ہے۔

سلطان نور الدین محمود (نور الدین تربت) کی سوانح اور اس کے غزوات دیکھنے سے پہلے میں آپ لوگوں کو اس کے اس لیے سے متعارف کیا چاہتا ہوں اور اردو کی دنیا اسلام میں اس کے نورانی نام کو اس طریقہ سے روشن کیا چاہتا ہوں کہ یہ سبھی دولت و حکومت کا شہنشاہ ہے جس کے سایہ عاطفت میں سلطان صلاح الدین فخریت المقدس نے پرورش پائی تھی اور اس کے نفع کے لئے ہوئے کام کو اس نے انجام دیا تھا عیسائیوں کو مکرور و مہتمل اس نے کیا تھا اور یہ فتحیابی اس نے حاصل کیا اللہ فضل اللہ یونہیہ میں بیشاہ دولوں دولوں (یعنی دولت نوریہ و دولت صلاحیہ) کے تعلقاً یا دولوں بادشاہوں (یعنی نور الدین و صلاح الدین) کے ارتباط سے مناسبت ہی تھا کہ ان کے سوانح عمریان ایک ساتھ



شایع کیا تین جیسا کہ عربی کے بعض مورخین نے لکھا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی رہے۔  
 چلنے والے اور ایک ہی خیال کے پابند تھے لیکن میرزا بہم خیال میرے ہی داغ میں پہرہ رکھ کر  
 ظہور کی کوشش نہ آئی اسوجہ سے کہ سلطان صلاح الدین کی سوانح عمری میں پہلے لکھ چکا تھا۔  
 مجھے اسکی سوانح لکھنے میں بڑی بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا عربی کی تواریخ کے مختلف  
 مقامات سے واقعات لینے پڑے پہرہ اور بجز حقائقہ نظر کر کے ترتیب دینے کی ضرورت رہی۔ عربی  
 زیادہ تر مجھے ایسی ہی کتابیں ملی ہیں کہ حسین کی سوانح اور اسکے غزوات ایک مقام پر بالکل  
 نہیں لکھتے تاہم مجھے اپنے سلف کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ انکے حسن سعی سے گو بہ کوشش سی  
 اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ نور الدین محمود کا نام اور ہندوستان کے ظلمت کدہ میں  
 آفتاب کی طرح تھماں اسلام پر روشن دکھلائی دیتا ہے۔ میرے اس ناچیز تالیف کی ماخذ عربی  
 تواریخ ابن اثیر، ابن خلدون، ابوالفداء، حسن المحاصرہ فی احوال المصر والقاهرہ، نوادر  
 سلطانیہ، تاریخ حلب، تاریخ دمشق، کتاب الروضتین، تاریخ دول الاسلام، تاریخ ایام  
 اتابک، کتاب برق الشامی وغیرہ ہیں علاوہ ان میں نے بعض بعض مقامات پر انگریزی تواریخ  
 سے بھی کچھ واقعات اخذ کئے ہیں۔ عربی میں اسل مور سلطان کی سوانح حافظ ابوالقاسم  
 علی بن حسن دمشقی اور رئیس ابوعلی حمزہ بن اسد التیمی اور عماد کاتب اور ابن ابی طے وغیرہ  
 مستقل طور سے لکھی ہے لیکن اردو کی یہ پہلی کتاب ہے حسین کی سوانح مرتب ہو  
 یہ ناظرین ہوتی ہے وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

احمد حسین غفر اللہ ذلہ۔ الہ آباد

۵۔ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 پھلا حصہ  
 آق سنقر اور شہید تابک کا زمانہ حکومت

**مہتبد** الملک العادل سلطان نور الدین محمود (نور الدین مرقدہ) ایشیائے  
 ایک جلیل القدر مورخ فرمانروا گزرا ہے جو اپنے نمایاں کارناموں سے دنیا اسلام  
 میں قدرت الہی کا ایک کرشمہ مانا گیا ہے یہ وہ اوس پُر آشوب زمانہ میں ہتہا جس وقت  
 تمام ممالک شام پر عیسائی مُسلط ہو رہے تھے صرف حلب - حمص - حماہ - دمشق -  
 باقی رہ گئے تھے اور خلافت عباسیہ بغداد میں اندرونی اور بیرونی حادثات  
 سے کمزور ہو رہی تھی اور دولت علویہ یا فاطمیہ کا آفتاب اقبال مصر میں لُبّام  
 آگیا تھا۔ اس کے خاندان حکومت کو بعضے مورخ دولت زنگیہ یا بنی زنگی سے تعبیر  
 کرتے ہیں کیونکہ قسیم الدولہ آق سنقر زنگی اس خاندان کا جدِ اعلیٰ ہے اور کوئی اس کو  
 دولت آنا کہہ بھی نہ سکتا ہے اس وجہ سے کہ اس خاندان کی ابتدا شہید آتابک سے

ہوئی ہے لیکن ہم اس نامی خاندان کو دولت لوزیہ کے نہایت موزون نام یاد کرینگے۔ اس لحاظ سے کہ اسلامی دنیا میں اسکی شہرت سلطان لوزال دین محمود کے کارناموں سے ہوئی ہے۔ اسپین کچھ شک نہیں ہے کہ اسکے خاندان حکومت اپنی نمایاں ترقیات سے نہایت کم دلوں میں اس قدر شہرت و عزت حاصل کر لی ہے کہ کسی خاندانی سلطنت کو کم حاصل ہوئی ہوگی۔ اس نے ترقی اسلام اور کراچی ممالک اسلامیہ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ابتداء اسی نے سرزمین شام سے عیسائیوں کو نکالنا شروع کیا تھا اسی نے امراء اسلام کی خانہ جنگیوں۔ باہمی نزاعا خاتمہ کر کے اتفاق پیدا کرنے اور ایک پُر شوکت اسلامی طاقت بنانے کی کوشش کی تھی۔ اسی نے مسلمانوں کی گئی ہوئی قوت کو از سر نو سنبھالا تھا اور اسکی یہ سب کوششیں صرف بیت المقدس کی فتح کرنے کی غرض سے تھیں لیکن یہ دیر ازل سے سلطان صلاح الدین یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا تاہم ایک فراموش شدہ اور کہنہ رسم مذہبی کے تازہ کرنے کی فضیلت بہ لحاظ درود الفضل للمتقدم اسکو حاصل ہے۔

**سلطان لوزال دین کا نسب** مشہور بات یہ ہے کہ سلطان لوزال دین محمد کا دادا ابوسعید آفسقر الملقب بہ قسیم الدولہ سلطان ملکشاہ بانی دولت لجزوقیہ کا

۱۱۷۱ھ سلطان ملکشاہ بن البرسلان محمد بن داؤد جعفری پاک بن بیکال بن سلجوق ۱۱۷۱ھ میں پیدا ہوا اور ۱۱۷۵ھ میں بعد قتل البرسلان محمد تخت حکومت پر بیٹھا اور پندرہویں شوال ۱۱۷۵ھ ہجری شنب جمعہ کو بعارضہ تب حرۃ انتقال کر گیا۔ نظام الملک اسکا وزیر تھا سلطان ملکشاہ حسن مرت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی مشہور تھا۔ حدود چین سے سرزمین شام تک شرقاً و غرباً اور شمال میں یمن کے منابر پر اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ سخی۔ ظلیق۔ عادل۔ نیک مزاج تھا۔ اسکی نیک طبعی اور اسلام کی پہنی خواہی کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ۱۱۷۵ھ میں جس وقت (بانی صفحہ ۳ میں)

ملوک (غلام) تھا اور اس نے افسنفر کو ملب کی حکومت دی تھی اور یہ وقت اس  
 ہو نہار دولت کی بنا پڑی تھی یہ سچ ہے لیکن شیخ اول کو ہم کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے  
 سے کہ ہمارا حافظہ اور ہمارا خیال یہ شہادت دے رہا ہے کہ افسنفر نہ تو زنگی تھا اور نہ  
 وہ ملک شاہ کا ملوک تھا کیونکہ اولاً اسلام میں تربیت اور غلو کہیت کوئی قابل لحاظ امر  
 نہیں ہے اسلام نے اس کے فرق کو ایسا نیست و نابود کر دیا ہے کہ آج اس کا وجود  
 نہیں پایا جاتا۔ مسلمان ایک دوسرے کا مالک و مملوک نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے  
 وسیع دائرہ میں بحیثیت اسلام نہ کوئی کسی کا رقیب ہے اور نہ کوئی کسی کا مالک ہے۔  
 آپس میں سب ایک ہیں ۱۲ اِنَّا الْمُؤْمِنُونَ اخوةٌ (کل مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے  
 بھائی ہیں) کلام مجید کے آیت کا ایک ٹکڑا ہے جس پر ملت سے آج تک ہر باایمان مسلمان  
 عمل درآمد ہے۔

اقسنفر ترکی تھا

ثانیاً علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن کتاب الروضتین

کہ اسکا بھائی نکش اس سے باغی ہو کر برسرِ مقابلہ خراسان میں آیا تھا اور سلطان ملک شاہ سے اپنے  
 وزیر نظام الملک کے جناب امام علی بن موسیٰ رضا علیہم السلام کے روضہ کے زیارت کو گیا تھا اور شیخ  
 بعد زیارت نظام الملک سے کہا دو باہمی شے دعوت ۱ (کس چیز کی تونے دعا مانگی) نظام الملک  
 عرض کیا ”دعوت ۲ اللہ ان ینصرون“ (میں نے اللہ سے تیری فتح پائی کی دعا مانگی) سلطان نے  
 یہ سن کر کہا کہ یہ دعا تو اچھی نہ تھی۔ میں نے جناب باری میں یہ عرض کیا ہے ”اللہم  
 ۲ نصروا صلحنا المسلمین فی نفعنا للرعیۃ“ (اے خدا ہم سب کو اسی مدد کر جو کہ مسلمانوں کے  
 حق میں اچھا اور رعیت کے لئے نافع تر ہے) یہ سلطانین جو فیہ میں نہایت نامی بادشاہ گذر رہے تھے کہو اسلام  
 اور مسلمانوں کے کمال محبت تھی۔

۳ علامہ شہاب الدین کی کنیت ابو محمد اور نام عبد الرحمن تھا اسامیہ بن عثمان مقدس شافعی کے لڑکے تھے  
 ۴ ۹۹۵ م مقام دمشق میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰۹۰ م رمضان ۵۰۰ھ میں انتقال کا شیخ علم الدین سجاد  
 سے ۵۰۰ھ میں قرآن شریف لغزات سمعہ پڑھا اور اسکندریہ میں شیخ ابو القاسم عیسیٰ بن عبد العزیز کو حدیث  
 (باقی صفحہ ۴ میں)

فی اخبار الدولتین میں تحریر کرتا ہے۔

”کمان آقسنقر ترکیا میں اصحاب السلطان کن الدین ملکشاہ البیسلان“

آقسنقر ترکی تھا سلطان رکن الدین ملکشاہ بن البیسلان کے مصاحبین سے تھا۔

اس فقرہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آقسنقر زنگی غلام نہ تھا بلکہ ترکی الاصل اور ملکشاہ کا مصاحب تھا۔ صاحب کا لفظ عربی میں مصاحب ہمیشہ ساتھ ہی کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آقسنقر اس کا ملوک ہوتا تو اس کے واسطے اصحاب کا لفظ عمل نہ ہوتا۔ وہ اس کی ہمیشہ اور مصاحبیت ہی کی وجہ سے اس سے ایسا مانوس اور اس کو اس قدر عزیز رکھتا تھا کہ اس کی جدائی اس کو شاق تھی۔ وہ ہمیشہ ہر کام میں اس کے مشورہ کرتا تھا۔ یہی امر امراء اور اراکین دربار کو ناگوار کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے نظام الملک وزیر نے اس کی علیحدگی کی یہہ تدبیر نکالی تھی کہ آقسنقر کو ملکشاہ سے

صلواتیں۔ علامہ موصوف نے تاریخ دمشق کو دوم نہ مختصر کیا پہلی بار میں جلد دومین اور دوسری بار دس جلدوں میں تحریر کیا۔ اس کی مشہور تصانیف سے کتاب الروضین فی اخبار الدولتین شرح الحدیث المتفق فی سبعت المصطفیٰ۔ هو العرساری الی معرفة الباری۔ المحقق فی علم الاصول فیما یختل بافعال الرسول وغیرہ وغیرہ ہیں۔ علاوہ ان کتابوں کے اور کتب پہلی کئی تصانیف سے ہیں جنکو ہم نے نظر اختصار درج نہیں کیا۔

۱۰ اس کی کثرت ابوعلی اور لقب نظام الملک قوام الدین اور نام حسن تھا علی بن اسحاق بن عباس کا لڑکا تھا۔ بعضوں نے اس کو روستا زادہ اور علامہ سمحانی نے کتاب الانساب میں اکونا د (طوس) کے اطراف میں ایک چھوٹا سا شہر ہے) کا رہنے والا تحریر کیا ہے۔ گیارہویں ذیقعدہ یوم جمعہ ششمین میں پیدا ہوا۔ اور علوم حدیث و فقہ کی تکمیل تحصیل کر کے علی بن شادان معتمد بلخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کر کے داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا اس نے اس کو اپنے لڑکے البیسلان کی تعلیم و تربیت و اتالیقی پر مقرر کر لیا۔ داؤد کے مرنے کے بعد جب البیسلان حکومت کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے اپنے لایق استاد اور

(باقی صفحہ میں)

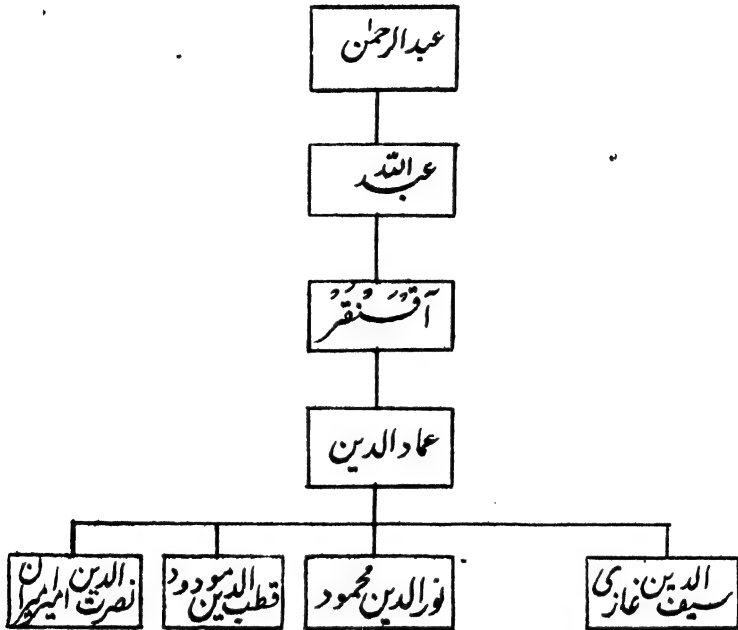
کہیں سکر حلب کا حاکم مقرر کر کے اسکو اوس کے نظرون سے علیحدہ کر دیا تھا۔ کوئی ان تعلقات کے دیکھنے اور سننے سے یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ آقسنقر ملک شاہ کا مملکت ملک اور مالک کے یہ برتاؤ نہیں ہوتے۔ ہمارے اس عمومی کی اس سے سب سے اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ علامہ موصوف چند فقرات کے بعد یوں تحریر کرتا ہے۔  
 ”فکان قسیم الدولہ من اصحابہ و عمرانی معہ فی صغیر و اسقرفی صحبہ  
 الحین کبر لا فاضت السلطنة بعد بیه الیہ جعلہ من اعیان  
 امرائہ و انحصار ولیائہ و اعتمد علیہ فی مهماتہ و زاد قدرہ علو الی  
 ان صار یتقیہ مثل نظام الملک البوزیر مع تحکمہ علی السلطان  
 و تمکنہ من المملکۃ فاشاء نظام الملک علی السلطان ان یولی آقسنقر  
 مدینۃ حلب اراد بذلک ان یبعدہ عن خدمۃ السلطان  
 یتخذ عندہ یداً بذلک“

قابل قدر اتالیق کو اپنا وزیر بنالیا۔ دس برس کے بعد حلب پرسلان کا انتقال ہو گیا اور نظام الملک بھی حسن سہی سے ملک شاہ تخت حکومت پر بیٹھا یا گیا۔ تو یہ اس قدر سپر جاوی ہو گیا کہ سلطان سوائے تخت اور شکار گاہ کے کسی دوسری چیز کا مالک نہ رہا تھا سلطنت کا کل انتظام اس کے قبضہ میں تھا سکر پر تو سلطان ملک شاہ کا نام تھا لیکن قلوب پر اسکا سکر بیٹھا تھا۔ یہ علماء و فقراء کی بہت عزت کرتا تھا۔ شریعت کا اس قدر پابند تھا کہ جو وقت اذان سننا کل کاروبار کو وہ کسی بھی اہم کیون نہ ہوتے اوکو چھوڑ دیتا تھا۔ اس نے ۵۷۴ھ میں ایک بہت بڑے دارالعلم کی بنیاد میں بنا ڈالی اور دو برس کے عرصہ میں اوکو تعمیر کر کے ۵۷۹ھ میں اوکی رسم افتتاح کر کے دو روز دراز ملکون سے تعلیم و تدریس کے لئے پیش قرار مشاہیر و پر علماء کو بلوایا۔ اس کے زمانہ وزارت میں علی قرقیالہ بہت ہوئیں کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس سے متعدد مدرسے نہ بنوائے گئے۔ قصبہ نہاوند کے قریب ایک گیس دیلی لڑکے نے جو کہ حسن بن صباح موجد فرقہ حشاشہ کے فدا یونین تھا اسے چہرے کے ایک سکر اسکو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ شب بنبہ ۱۰ رمضان ۵۸۴ھ میں ہوا۔

ترجمہ قسیم الدولہ ملک شاہ کے مصاحبوں میں اور اون میں سے کہتا جو اس کے ہمراہ لڑکپن میں پرورش کئے گئے تھے وہ ہمیشہ اویسیکے محبت میں رہا۔ تا آنکہ بڑا ہوا۔ پس جبکہ اسکے باپ کے بعد اسکو سلطنت ملی تو اوس نے اسکو اپنے سربراہ اور وہ امراء اور خاص و مستون میں مل کر لیا۔ اور اپنے محل کاموں میں اسپر بہرہ دہ کر لیا اور اسقدر اسکا مرتبہ بڑھا دیا کہ نظام الملک زیر ہی اس سے دبتا تھا باوجودیکہ وہ سلطان پر حاوی تھا اور سلطنت پر ممکن تھا اسیوجہ نظام الملک نے سلطان سے تحریک کی کہ آقسنقر کو وہ شہر طلب کا حاکم کر دے۔ اور اس جیلہ سے یہہ ارادہ کیا کہ اوسکو سلطان کی خدمت سے دور کر دے اور اس دوری سے وہ سلطان کے نزدیک قوی دست ہو جائے۔

اس عبارت میں کوئی ایسا فقرہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے آقسنقر کی غلامی ثابت ہوتی ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ من سانی معہ فی صغیر سے استدلال کیا جائے لیکن ہمارے نزدیک وہ محض ناکافی اور غیر مثبت مدعی ہے اسوجہ سے کہ سلاطین عظام کے لڑکے اون کے امراء کے ہم سن و ہم عمر بچوں کے ساتھ پرورش کئے جاتے ہیں اور تعلیم و تربیت سیر و شکار میں ساتھ ہوتے ہیں۔ اس سے تو آقسنقر کی خاندانی وقعت اور بڑھ گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ آقسنقر کا یہ رسوخ دربار شاہی میں اتنی تھا بلکہ خاندانی تھا۔ اور اس نے سلطان ملک شاہ کے ساتھ اور امراء کے لڑکوں کی طرح تعلیم و تربیت و پرورش پائی تھی۔ باقی رہا اسکا نسب سلسلہ۔ اوسکو اوس زمانہ کے مورخین نے ایسی تاریکی میں ڈال دیا ہے کہ جسکا دوشیون کے آگے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن کتب تواریخ سے جہاں تک ہمارے معلوم ہو سکا ہے اوسکو ہم مجسہ ذیل میں راجع کئے دیتے ہیں۔

سلطان نورالدین محمود زنگی کا شجرہ نسب



آفسنقر کے علوم و تربت پر اس کے عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہونے پر علامہ ابن اثیر کی شہادت دیتا ہے۔ ومن الدلیل علی علوم و تربتہ تلقیہ قسلیم الدولہ و کانت الالقباب حشید مصونہ لا تعطلہ الا المستحقیا ترجمہ (اور منجملہ اون

۱۵ ابن اثیر ایک ہی صدی میں پٹن گزرے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ قینون بہانی تھے اور ہر ایک انہیں سے فاضل اجل تھا۔ پہلے ابن اثیر کا ابوالسعاد مبارک نام ہے اور مجد الدین لقب ہے علم حدیث میں انکو بد طولی حاصل تھا۔ نہایت اور جامع الاصول لکے تصنیفات سے ہیں۔ دوسرے ابن اثیر ابوالحسن علی لقب بہ عز الدین ہیں تاریخ کامل کے یہی مؤلف ہیں انکو تاریخ اور انساب عرب میں بہت بڑا دخل تھا اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور تاریخ ایام اتا بکہ حسین خاندان نوریہ کے مفصل واقعات بھیج ہیں انہیں کے تالیفات سے ہیں ان دونوں ابن اثیر کا سلسلہ مقام موصی میں انتقال ہوا تیسرے ابن اثیر ابوالفتح نصر اللہ کے نام اور ضیاء الدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ انکا انتقال ۷۳۶ھ مقام بغداد میں ہوا۔



دلائل کے جو کہ اس کے عالی مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں یہ ہے کہ اوسکو قیسم الدولہ کا لقب دیا گیا اور القاب اسوقت محفوظ تھے اوس کے مستحقین سوا اور کسیکو نہیں دیتے تھے (۱) علامہ اس کے غلام کیسا ہی اپنے اقل کے نظر و بین عزیز کیوں نہ ہو لیکن اوسکو کوئی مورخ عالی مرتبہ نہ تحریر کرے گا خواہ اوسکا مالک اوسکو اعلیٰ سا اعلیٰ خطاب کیوں نہ دیکے ہمارے نزدیک آفسنقر عالی خاندان۔ شریف۔ ملکشاہ کا ایک معزز صفا تھا۔ معہذا ہیکو اس امر کے تسلیم کر لینے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا کہ سلطان ملک شاہ نے آفسنقر کو حکومت کی کرسی پر بیٹھا یا ہتا اور اوسی نے ابتداً اسکے چہرہ کو حکومت کے آبدار فالوس میں رکبہ کر عالم کو دکھا یا ہتا لیکن اس خیال سے آفسنقر کو ملکشاہ کا غلام کہنا نہایت نا انصافی اور ناموزون ہے کیونکہ اسلامی دنیا میں ایسی صد سلطانین بھی جانی ہیں کہ جس کے مورث اعلیٰ خاندان حکومت و سلطنت سے نہ تھے بلکہ بحیثیت معاشرت متوسطانہ زندگی بسر کر رہے تھے لیکن بعد چندے زمانہ کے رفتار اور اوگی آئندہ اور جو دہ لون کے اقبال نے اوسکے بانیوں کو حکومت و ملکداری کے رتبہ پر پہونچا کر شاہی خاندان میں شمار کر دیا جیسا کہ دنیا و تاریخ کے سیر کرنے سے یہ امر بخوبی ثابت و ظاہر ہو سکتا ہے۔

**آفسنقر کی گورنری** الحاصل آفسنقر کی بیدار مغزی اور سیاست بلکہ داری کے آئین اور نظام الملک وزیر کے تحریک نے ملکشاہ کو اس امر پر او بہار دیا کہ اوس نے ۱۱۴۴ھ میں آق سنقر کو حلب و حماة کی گورنری دیدی اور اس کے دو برس بعد او ایل ۱۱۴۶ھ میں آفسنقر عراق میں سلطان ملکشاہ سے ملنے کو آیا ہتا۔ سلطان اسکی لشکر کی آراستگی اور زرق و برق و ردیان اور چمکتے ہوئے ہتھیاروں اور مرتب فوج دیکھ کر عید محفوظ ہوا ہتا اور حبس وقت اسنے حلب کی سالانہ رپورٹ پیش کی اوسوقت ملکشاہ نے اوٹھکر آفسنقر کی پیشانی پر

بوسہ دیکر گلے لگا لیا اور بوقت مراجعت قسیم الدولہ کا مغز خطاب اور ایکٹیشن  
 قیمت خلعت دیکر صوبہ جات بنبج اور لا ذقیہ کو بھی اسکی گورنری میں شامل کر دیا۔  
**آفسنقر کی فتوحات** اس کے عالی دماغ میں جس طرح سیاست اور ملکہ داری کی ہوا  
 سمائی ہوئی تھی اسی طرح ملک گیری اور ناموری کا بھی  
 خیال جما ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۸۳۷ء میں اس نے شیر پور حملہ کیا اور چھ مہینے کامل  
 محاصرہ کے بعد اس کے سرسبز میدانوں کو اپنے تیز گھوڑوں کی روندنا ہوا  
 حلب کو واپس آیا تھا اور اخیر ۱۸۳۸ء میں باہمی نزاعات کے وجہ حص  
 کی طرف بڑھا تھا اور نہایت قلیل مدت میں بلا جہدال و قتال یہ اسٹرامان  
 اوسے قبضہ حاصل کر کے شروع ۱۸۳۹ء میں سلمہ فامیہ اور رجبہ پر جاوڑا،  
 اگرچہ بظاہر یہ دو لون قلعہ فتح ہونے والے نہ تھے لیکن آفسنقر کی کوششوں  
 نے فامیہ اور رجبہ کو فتح کر دیا ان بلاد کے فتح ہونے سے آفسنقر کی گورنری  
 کی مالی اور ملکی حالت پچاس فیصدی ترقی کر گئی۔ اس کے بعد نہ تو ہر اسکو  
 ترقی کرنے کا موقع ملا اور نہ گورنری کی گرسی پر بیٹھنا نصیب ہوا کیونکہ اس کے  
 محسن ملک شاہ سلجوقی کا اڑتیس برس چند مہینوں کی عمر میں پندرہویں شوال  
 ۱۲۸۵ء میں انتقال ہو گیا۔

**ملک شاہ کے بعد آفسنقر کی حق شناسی** سلطان ملک شاہ کے مرنے پر اس کے دو لون (بڑے نکلیاروقی  
 اور محمد بن نزاع) پیدا ہو گئی اور اس نزاع کے پیدا ہونے  
 سے تاج الدولہ قتش (ملک شاہ کا بہائی) ملک گیری کے  
 خیال سے اوٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے کے

۱۲۸۵ء رکن الدین نکلیاروقی (یا رکیاروقی) سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا اور یہ اصغیان میں  
 رہتا تھا اور محمد (یا محمود) اوس سے چھوٹا تھا یہ وقت انتقال سلطان ملک شاہ چار برس ۱۲۸۵ء  
 (باقی صفحہ ۱۰)

غرض سے حلب کی طرف بڑھا۔ حلب۔ آف نقر کی گورزی میں تھا ابتداً بنظر مصلحت اس نے تاج الدولہ کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ ساتھ بلاد شام میں پہر تار لگا بھی تو رجبہ اور نصیبین کے میدانوں میں خیمہ زن نظر آتا تھا اور کبھی ابراہیم بن قریش بن بدران والی موصل سے لڑتا دکھائی دیتا تھا اور گاہے گاہے میا فارقین اور دیار بکر کی طرف بڑھتا ہوا سنا جاتا تھا غرض کہ ہر طرح سے اپنے نئے تاجدار تاج الدولہ کی اطاعت میں سرگرمی ظاہر کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اتفاق وقت سے آذربائیجان میں تاج الدولہ اور نکیاروق کا باہم مقابلہ ہو گیا۔ زمانہ کی حالت اور مصلحت باواز بلند یہ کہہ رہی تھی کہ ”آئندہ دنیا جو چاہے کہے لیکن موقع یہی ہے کہ تاج الدولہ کا ساتھ نہ چھوٹے۔ ملکی معاملات کی پیچیدگیوں کا بھی یہی اشارہ تھا“ اور مرحوم ملکشاہ کے احسانات اور انعامات دہی ہوئی دہی آواز سے یہ سمجھا رہے تھے کہ ”نکیاروق کوئی غیر شخص نہیں ہے! ترے محسن قدیم (ملک شاہ) کا لڑکا ہے جس نے تجھے حکومت کی کرسی پر

(بقیہ صفحہ ۹) کئی مہینہ کا تاج الدولہ دونوں بیانیوں میں رکان خاؤن (محمد کے مان) کیونچہ لڑائی ہوئی کیونکہ اس نے سلطان ملکشاہ کے موت کا اخفا کیا اور خلیفہ المقتدی باعراشد عباسی سے کہہ کر محمد کو تخت حکومت پر بیٹھا دیا اور چند آدمیوں کو نکیاروق کے قید کر لینے کی غرض سے صفہان کو روانہ کیا لیکن جب سلطان ملکشاہ کے مرنے کی خبر فوراً مشہور ہو گئی اور نظام الملک کے جانبازوں نے نکیاروق کو تخت نشین کر کے اوس کے نام کا خطبہ صفہان کے مساجد میں پڑھا تو اس وقت سے بناء محاصرت ان دونوں میں ایسی محکم قائم ہو گئی کہ تقریباً بارہ برس تک دونوں بیانیوں میں لڑائی ہوتی رہی تا آنکہ نکیاروق کا انتقال ہو گیا۔

۳۰ تاج الدولہ ابو سعید قش بن البرسلان بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق بن قاق سلجوقی سلطان ملک شاہ کا بیٹا تھا ماہ رمضان ۵۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ماہ صفر ۵۵۱ھ میں عین لڑائی کے میدان میں قریب شہر رے مارا گیا۔

بیٹھا یا ہے! اوس کے احسانات سے ترے سبکدوش ہونیکا بھی موقع ہے! حکومت باقی رہے یا نہ رہے مصلحت وقت چاہے جو کچھ ہو لیکن احسان فراموشی اچھی نہیں! خدا کو بھی حق فراموشی ناگوار ہے! حلب کی حکومت تجھے نصیب ہو یا نہ ہو! بلخ اور لاذقیہ کے اُمراء ترے نام کو عزت و توقیر سے یاد کریں یا نہ کریں۔ انکے اطراف و جوانب کے رہنے والے ترے رعب و داب سے ڈریں یا نہ ڈریں! لیکن دیکھنا اس موقع پر انائی سے کام لینا! ملکداری کے نشہ میں جو اس باختر نہو جانا! ایسا نہو کہ دنیا اسلام میں کیا بلکہ تمام عالم میں تجھکو احسان فراموش محسن کش کا نا پسندہ لقب دیا جائے! تکیا روق وہی ہے جسکو کندھے پر جڑ ہائے پہر تاتا تھا اور جو ترے مخدوم و محسن کا نورِ نظر اور اوسکا یادگار رہے! کیا تو اوس کے مقابلہ میں تاج الدولہ قتش کا ساتھ دیکھا؟ حکومت کی طمع میں حق و ناحق نہیں سوجھ بڑتا ہا، اس سے تجھکو کچھ بحث نہیں ہے کہ کون حق بر ہے اور کون ناحق بر ہے تیرا فرض یہ ہے کہ تو تکیا روق کا ساتھ دے نہ کہ تاج الدولہ قتش کا۔“

آفسنقر تن تہنا اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ ناگاہ اس کے آنکھوں کے روبرو تکیا روق کا نقشہ آگیا اور اوس نے اپنی مقناطیسی قوت سے اسکو اپنی طرف کھینچ لیا یہہ ہی بے تامل اپنے محسن زادہ کی خیالی تصویر کے ہمراہ معہ اپنے ہمراہیوں کے تاج الدولہ کے لشکر گاہ سے اوٹھ کر تکیا روق کے پاس پہنچ گیا آفسنقر کی علیحدگی سے تاج الدولہ کی قوت گہٹ گئی جسکے وجہ سے وہ بلا کسی مقابلہ کے ہزیمت اوٹھا کر واپس ہوا۔

تاج الدولہ کا حملہ اور آفسنقر کی شہادت

تاج الدولہ چونکہ ایک باغیرت آدمی تھا اور ساتھ ہی اوس کے ملک گیری کا بھی خیال اوسکے دماغ میں

سمایا ہوا تھا اسوجہ سے وہ دمشق پہنچ کر ایک مدت تک لشکر کی فراہمی کی کوشش کرتا رہا اور اوسے اثناء میں اپنی مالی حالت بھی درست کرتا جاتا تھا لشکر دلوں کو جدید آلات حرب سے مسلح کرتا رہا جب تھوڑے دنوں میں اوسکی مالی اور فوجی حالت درست ہو گئی اور اوسکو اپنی قوت پر پورا بہرہ و سامان ہو گیا تو شروع ماہ جمادی الاول ۳۸۶ھ میں دمشق سے ایک کثیر التعداد فوج لئے ہوئے نکلا اور حلب کی طرف آفسفر سے بدلہ لینے اور ملک گیری کے غرض سے بڑھا آفسفر اور امیر بزان والی حران اسکے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے سلطان کنان الدین تکیاروق نے بھی امیر کرکوقا کو انکی حمایت کی غرض سے بھیجا جسوقت جمہیت کامل ہو گئی تو آفسفر اور امیر بزان سہ امیر کرکوقا کے حلب سے نکل کھڑے ہوئے تلی سلطان کے قریب نہر سبعین پر تاج الدولہ تنش سے مقابلہ ہو گیا تاج الدولہ اس مقابلہ میں کامیابی ہوئی اور آفسفر کا لشکر بھاگ نکلا لیکن وہ برابر لڑتا رہا تا آنکہ گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا باقی رہے امیر بزان اور کرکوقا وہ بھاگ کر حلب میں جا چیمے مگر اونکو حلب نے بھی پناہ نہ دی یہہ دونوں بہائی تاج الدولہ کے بچہ غضب میں گرفتار ہو گئے تاج الدولہ نے امیر بزان کو حران اور الرما کی طرف اپنے خاص حراست میں روانہ کیا اس غرض سے کہ وہ حران اور الرما کو اوس کے سپرد کر دے لیکن اہل حران اور باشندگان حران نے امیر بزان کے کہنے پر التفات نہ کیا اسوجہ سے تاج الدولہ کے حکم سے اوس کا

آفسفر کے قتل کا واقعہ اسطرح بیان کیا جاتا ہے کہ جسوقت یہہ گرفتار ہو کر تاج الدولہ کے روبرو پیش کیا گیا تاج الدولہ نے آفسفر سے دریافت کیا کہ اگر تو مجھے خجیب ہوتا تو میرے ساتھ کیا کرتا اوس نے کہا کہ میں تیرے قتل کا حکم دیتا تاج الدولہ یہہ سنا تو بول اوتا کہ اب میں تیرے لئے یہی حکم دیتا ہوں۔ ابن اثیر۔

سہ کاٹ کر اہل حران کے پاس پہنچا گیا اہل حران یہ واقعہ دیکھ کر تہر گئے اور شہر کو مجبوراً اوس کے سپرد کر دیا۔ امیر کرکوکا کو ان واقعات میں کچھ حصہ ملا اور اوسکو کسی قسم کا جانے صدمہ نہیں پہنچا یا گیا بلکہ حمص میں نظر بند کر دیا گیا۔

بغداد مصر اور  
عیسائی دنیا کی حالت

یہ وہ زمانہ تھا کہ اس سے پہلے اسی ۸۵۸ء میں بنو ہاشم

محمربوم شبنہ کو خلیفہ المقتدی بامرالد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور بغداد کے تخت خلافت پر خلیفہ المستظهر بالسد بیٹا ہوا تھا سلطان برکیاروق کا نام خطبہ میں داخل کر کے رکن الدین کا مبارک لقب مل چکا تھا اور عز الملک اپنے باپ نظام الملک کی قائم مقامی کر رہا تھا مصر میں اس دولت کا رقیب خلیفہ المستنصر بالسد برائے نام حکومت کر رہا تھا اسلامی سلاطین اور خلفاء آپس کی نزاع اور شبانہ روز کے جھگڑوں سے کمزور ہو رہے تھے کسی میں ایسی تاب نہین باقی رہی تھی کہ وہ کسی آنے والے حریف کا مقابلہ کرتا یا اپنے ممالک محروسہ کی بخوبی حفاظت کرتا یا شہر سلیم اسوقت تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھا اور اسی مصری خلیفہ کی وہاں حکومت تھی اسکی متعصبانہ رویوں اور بیجا حکومتوں اور زیادتیوں کی عیسائی عام طور سے شاکی تھے اور وہ اسے فتح کرنے کی فکر کر رہے تھے۔ پیٹر ڈی ہرٹسٹ ایک خچر پر سوار صلیبے ہوئے

۱۰ پیٹر ڈی ہرٹسٹ ایک گناہ اور غیر معروف عیسائی ہے ۹۲۰ء مطابق ۸۵۸ء میں یروشلم کا چرچ کرنے کو گیا تھا وہاں مسلمانوں کی حکومت دیکھ کر از حد برا فروختہ ہوا اور یروشلم کے بطریق سے ملکر کرویسیٹ کی تحریک کی (بطریق نے کہا کہ موجب تک یورپ کے عیسائی سلاطین کمر ہمت نہ باندھیں گے اسوقت تک یروشلم ان دشمنان مسیح (مسلمانوں) کے قبضہ سے نہ چھٹ سکیگا اور نہ عیسائی دنیا کو ان کے ہاتھوں سے آسائش نصیب ہوگی، پیٹر یہ سن کر اوجھٹا ہوا اور اس کے طرف سے خطوط لیکر لوپے ملنے کو اٹلی پہنچا اوس نے پیٹر کی اس ہمت پر آفرین کی اور لکھ لکھایا اور اوسکو یروشلم کے چہرے کی (باقی صفحہ میں)

یورپ کے شہروں میں پہرہ رہا تھا۔ یروشلم اور عیسائیوں کی مصیبتوں کو دیکھ کر  
 صدر سے بیان کر رہا تھا تمام یورپ میں اوس کے وعظ کی مشہرت تھی یروشلم  
 کے چھڑانے والوں کا ایک گروہ اس کے ہمراہ تھا اس کے جہنڈے کے نیچے تقریباً  
 اسی ہزار یا ایک لاکھ کروسیڈر (صلیب کے لئے لڑنے والے) جمع تھے روبرو  
 عیسائیوں کا جوش اور اتفاق بڑھتا جاتا تھا اور مسلمانوں کی قوت۔ نا اتفاق  
 اور طوائف الملوکی کیوجہ سے لحظہ بلحظہ گھٹتی جاتی تھی اسلامی دنیا کو ایک نئی طاقت  
 کی سخت ضرورت تھی جو انکی اس بڑھتی ہوئی طاقت کا مقابلہ کرتا اور ان کو  
 اس خونخوار ارادوں سے باز رکھتا اور مسلمانوں کو پہرہ یکجا کر کے ایک مجموعی  
 اسلامی قوت بنا دیتا لیکن جس نئی طاقت کی بنیاد پڑ چکی تھی اور جس سے  
 یہہ امید کیجاسکتی تھی کہ یہہ ایک نہ ایک دن عیسائیوں کی قوت کو بہت کچھ  
 نقصان پہونچائے گا اور اسلام اور مسلمانوں کی گئی ہوئی قوت کو پہرہ سہنا لیکھا  
 افسوس ہے کہ اوسیکامورث اعلیٰ (آئنفر) ابھی آپ لوگوں کے روبرو  
 تاج الدولہ کے ہاتھوں سے شہید کیا گیا ہے۔ آئنفر کی سوائے عماد الدین کے  
 اور کوئی آل واولاد نہ تھی اسکی عمر اسوقت دس برس سے زیادہ نہ تھی اس کے  
 خون سے ہی تنش کے جلا دسپاہی اپنی تلوار کو رنگنے والے تھے لیکن ایک سپاہی  
 کے طمع سے یہہ صاف بچ گیا اور یہہ اوسکو کچھ دیکر ہواگ بکھا اور سلطان برکیاروق  
 کے پاس پہونچ کر اس نے اپنی جان بچائی۔

تاج الدولہ اور برکیاروق	تاج الدولہ کہ تنش حران اور الرہا پر قبضہ حاصل
کے واقعات	کر کے دیار جزیرہ کی طرف بڑھا اور دیار بحر و خلاط کو

۴ (بقیہ نو صفحہ ۱۵)۔ سنادی کریمکی اجازت دی۔ یہی بیڑ جنگ کا صلیبی کا بانی ہے یہہ اپنے خونریز ارادوں  
 میں پوپ اربن ثانی کے حمایت بہت اچھی طرح کامیاب ورا ایک عام خونریزی کا باعث ہوا۔

اپنے مقبوضات میں شامل کر کے آذربائیجان کی طرف چلا۔ سلطان برکیاروق  
 ان دونوں نصیبین میں ہتھوڑہ قتلش کی روانگی سے مطلع ہو کر نصیبین سے نکلا۔ اور  
 وجہ کو عبور کرتا ہوا اربل کی طرف گیا اور وہاں سے سرخاب بن بدر کے  
 شہر وں سے گزر کر اپنے چچا قتلش کے فوج کے مقابلہ پر نوکوس کے فاصلہ جا بیٹھا۔  
 اس کے ہمراہ صرف ایک ہزار سپاہی تھے اور قتلش کی فوج میں پانچ ہزار منتخب آدمی تھے  
 قتلش کے مقدمہ نے جسکا افسر امیر یعقوب بن ابی تھا سلطان برکیاروق کے  
 قلب پر حملہ کیا فریقین میں شام تک برابر کی لڑائی ہوتی رہی شام کے آجائے  
 سے دونوں گروہوں کو آرام کرنے کا موقع مل گیا دوسرے دن سلطان برکیاروق  
 نے خود حملہ کر دیا۔ لیکن نہایت اس کے نام لکھی جا چکی تھی ابتدا ہی سے کچھ  
 ایسا رنگ بگڑ گیا کہ اسکا لشکر بے قابو ہو گیا شام ہونے کی نوبت نہ آئی تھی  
 کہ اس کے کل سپاہی میدان جنگ میں کام آگئے اور لڑائی کا کہیت فریق ثانی  
 کے ہاتھ رہا بدرجہ مجبوری برکیاروق مع امیر ابرق اور کشتکین جاندار اور  
 بارق کے لڑائی کے میدان سے پسپا ہو کر بھاگا اور اصفہان کی طرف نہایت  
 تیزی سے قدم بڑھائے ہوئے چلا۔ تھوڑی دُور تک قتلش کے سپاہیوں نے  
 اسکا تعاقب کیا مگر رات کی وجہ سے واپس آئے قتلش نے کامیابی کے بعد  
 آذربائیجان اور اوس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کر لیا بعد ازاں ہمدان  
 کی طرف بڑھا۔ ان دونوں فخر الملک بن نظام الملک وزیر میں موجود تھا  
 اس کے قافلہ کو جب وقت میہ خراسان سے نکل کر سلطان برکیاروق کے پاس پہنچا  
 امیر قراج نے ٹوٹ لیا تھا میہ تن تھا بہر خرابی جان بچا کر ہمدان چلا آیا تھا۔  
 قتلش نے پہلے اسکو قتل کرنے کے ارادہ سے گرفتار کر لیا لیکن امیر باغسیان  
 کی سفارش سے اپنے اس خیال سے باز آیا اور اپنے دربار میں عہدہ وزارت



اسکو ممتاز کر کے جذبہ پیش بہا تحائف دیکر بغداد کی طرف روانہ کیا اس غرض سے کہ اسکا نام خطبہ میں داخل کر لیا جائے خلیفہ المستظهر بالله نے یہہ واقعات سنکر تنش کی درخواست کو منظور کر لیا اور خطبہ میں تنش کا نام داخل کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

برکیاروق کا عروج اور تاج الدولہ کا ادبار و قتل	سلطان برکیاروق بہزار دقت اپنے مخالفین سے بچتا ہوا اصفہان کے قریب پہونچا۔ اسکے پہونچنے سے پہلے ترکان خاقون (محمود کی حقیقی اور سکی سوتیلی ماں) انتقال کر چکی تھی۔
--	--

اہل اصفہان نے اسکی آمد کی خبر سنکر شہر پناہ کے دروازہ بند کر لئے ایک ہفتہ تک یہہ اوسی پریشانی کے حالت میں اصفہان کے باہر ٹپڑا رہا۔ بعد ازاں اہل اصفہان نے اسکو گرفتار کر لینے کی غرض سے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور اسکا بھائی ملک محمود بظاہر استقبال کے لئے اور درحقیقت گرفتار کر لینے کے غرض سے اصفہان سے باہر آیا اور سلطان برکیاروق کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اتفاق وقت سے ملک محمود بعارضہ تب مبتلا ہو گیا اور تب کے تیسرے روز چیچک نکل آئی۔ اہل اصفہان سلطان برکیاروق کے قتل کی فکر میں کرنے لگے اور اپنے اس خیال کے پورا کرنے کو سلطان برکیاروق کی ہفت اہل اندام کی فصد لینے پر آمادہ ہو گئے مگر امین الدولہ ابن التلمیذ طبیب نے انکو اس فعل سے باز رکھا۔ اور یہہ کہا کہ ”ملک محمود چیچک میں مبتلا ہے اسکے صحت کی بظاہر کوئی امید نہیں پائی جاتی برکیاروق کے قتل میں عجلت نہ کرو وہ تمہارے ہی قبضہ و اختیار میں ہے اگر ملک محمود صحیح و متدرست ہو گیا تو تم برکیاروق کو پہرہ بھی قتل کر سکتے ہو

لہ ہفت اندام ایک شریان ہے جسکو نہر البدن بھی کہتے ہیں اس رنگ کے فصد لینے سے اگر خون بند نہ کیا جائے تو فرط استغراق سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور اگر وہ خدا نخواستہ انتقال کر گیا تو بر کیا روق کے قتل کے بعد کسکو اپنا حاکم بناؤ گے  
 کیا تم یہ پسند کر سکتے ہو کہ محمود کے جگہ پر بر کیا روق اور کسا سوتیلہ بھائی بیٹھے بلکہ  
 تاج الدولہ جو تمہارے خون کا پیاسا ہے وہ تمہارے ملک پر قبضہ حاصل  
 کرے " اہل اصفہان یہ سنکر دم بخود ہو گئے اور اس کے دوسرے یا تیسرے روز  
 ۳۰۔ سوال شد کہ کو ملک محمود کا انتقال ہو گیا۔ اصفہان والوں نے بر کیا روق کو  
 بجائے محمود کے سر پر خلافت پر بیٹھایا۔ بعد چندے یہ خود علیل ہو گیا۔ اس کے  
 علالت کی خبر پا کر تاج الدولہ۔ اصفہان کی طرف بڑھا۔ لیکن والی جرباذقان نے  
 اسکو دعوت کے بہانے سے روک لیا اور خود شب کی وقت چپکرا اصفہان میں آیا  
 نقش کو اس حال کی خبر ہو گئی اس نے اسی وقت جرباذقان کو لوٹ لیا اور ان  
 سے روانہ ہو کر رے پہونچا اہل اصفہان۔ سلطان بر کیا روق کی علالت کی وجہ سے  
 تاج الدولہ کو بطلانف اخیل ٹالتے ہے اور وہ ان کو کبھی دیکھی دیتا تھا اور کبھی اپنے  
 انعام و اکرام کا امیدوار بناتا تھا تا آنکہ بر کیا روق کو صحت ہو گئی اور اس اثنا میں  
 اس کے وزیر مرید الملک نے خط و کتابت کے اُمراء عراقین اور خراسان کو اپنا  
 ہمدرد بنا لیا اور سوقت اُمراء خراسان نے نقش کے آخری خط کے جواب میں صرف  
 لیس مینا غیر السیف (ہم میں سوائے تلوار کے اور کوئی چیز نہیں ہے) لکھ بھیجا اور  
 سلطان بر کیا روق کے ہمراہ نکل کر سوقت جرباذقان کے قریب پہونچے ہر جہا طرف  
 سے اُمراء و نوابین نے فوجیں بھیجی شروع کر دیں۔ رے کے قریب پہونچے پہونچے  
 بر کیا روق کے پاس تیس ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ نقش یہ سنکر طیش میں آ گیا  
 اور اس نے رے سے نکل کر کیا روق کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں کچھ ایسا ہوا  
 ہوا کہ نقش کا لشکر معرکہ جنگ سے بہاگ نکلا اور نقش الیلا گرفتار کر لیا گیا اور  
 اسی مقام پر آقسنقر کے کسی مصاحب نے اسکو مار کر اپنے آقل کے خون کا بدلہ لے لیا۔

اس کے بعد سلطان برکیاروق بلاخر اجمت غیرے حکومت کرنے لگا نہ اسکو پھر  
چچکے حملوں کا کھٹکارہ اور نہ سوتیلے مان اور بہائی کا اندیشہ رہا۔

امیر کرلوقا کی  
ازادی اور  
شہید اتابک  
کی پہلی کامیابی

ناج الدولہ تنش کے مارے جانے کے بعد اسکا لڑکا ملک رمضان  
حلب کا حاکم ہوا اور سلطان برکیاروق کی سفارش سے  
امیر کرلوقا اور اسکا بہائی التوتاش قید سے رہا کر دیا گیا۔  
امیر کرلوقا قید سے آزاد ہو کر اپنے محسن سلطان برکیاروق کی  
ماختی میں ملک گیری اور اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے حران کی طرف بڑھا۔

پہلے اسے کولیا بعد اس کے موصل پر چاہو بچا اور علی بن شرف الدولہ عقیلی کو  
موصل سے نکال کر کے خود اسپر قابض ہو گیا۔ اسی زمانہ میں ماروین کو بھی اس نے  
فتح کر لیا۔ اور جب اکوان بلاد پر قبضہ مل گیا اور ایک گونہ اطمینان کی صورت دکھائی  
تو اس نے سلطان برکیاروق سے اجازت لیکر البواجود عماد الدین اتابک شہید کی  
اپنے پاس بلالیا اور اسکی تعلیم و تربیت کا محفل انتظام کر کے اسکو جاگیر میں  
اسی وقت سے شہید اتابک کی ترقیات اور نمایاں کارناموں کا زمانہ شروع  
ہوتا ہے۔

جنگ آمد میں شہید  
اتابک کی جرات

سب سے پہلے شہید اتابک جس لڑائی میں شریک ہوا وہ آمد  
کی لڑائی تھی اس لڑائی میں پورے لشکر کا افسر اعلیٰ  
قوام الدولہ امیر کرلوقا تھا اور شہید اتابک اسکی ماتحتی میں لشکر کے ایک حصہ  
زمینہ کا کمان کر رہا تھا۔ امیر کرلوقا نے فریق مخالف پر حملہ کیا وہ پیچھے ہٹے  
تو یہ اون کے تعاقب میں اسقدر بڑھ گیا کہ اپنے بقیہ لشکر سے بالکل جدا ہو گیا۔  
مخالفین نے اسکو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اور اون کے نیرون اور تلواروں نے چاروں  
طرف سے گھیر لیا۔ شہید اتابک نے فوراً حملہ کر دیا۔ یہ ایک کام تھا کہ اس نے

قلعہ آمد کی فہمیلوں کو اپنے آہنی اور پُر زور پنجوں سے توڑ پھوڑ ڈالا اور امیر کر لوقا کو محاصرہ سے نکال لایا۔ اس واقعہ سے شہید اتابک کی عزت امیر کر لوقا کی نگاہوں میں دو چند ہو چڑھ گئی۔ سلطان برکیاروق بھی اس کو توقیر و محبت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔

۱۲۹۴ء میں امیر کر لوقا۔ شہید اتابک کو سلطان برکیاروق کے پاس چھوڑ کر باجارت سلطان۔ آذربائیجان کی طرف چلا گیا اور اس کے اکثر بلاد پر قبضہ حاصل کر کے حبسوت ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ء میں واپس آ رہا تھا مقام خولے میں

امیر کر لوقا کا انتقال سنقرجہ اور موسیٰ کے واقعات

پہونچ کر علیل ہو گیا تیرہ روز بیمار رہ کر چودھویں روز سنقرجہ کے حق میں وصیت کر کے انتقال کر گیا۔ سنقرجہ اس کا لشکر لئے ہوئے موصل میں پہونچا۔ اس کے

موصل میں پہونچنے کے چوتھے روز موسیٰ ترکمانی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی۔

سنقرجہ اس کے استقبال کو موصل سے باہر آیا دونوں نے ایک دوسرے سے

معائنہ کیا۔ اور امیر کر لوقا کے انتقال پر افسوس کرنے رہے اثناء کلام میں

خدا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ سنقرجہ نے موسیٰ پر تلوار چلائی۔ موسیٰ زخمی ہو

زمین پر گرا اور منصور ابن مروان (موسیٰ کا صاحب) نے سنقرجہ کو ایک ایسی

چھری ماری کہ وہ اسی مقام پر ٹہنڈا ہو گیا۔ موسیٰ ترکمانی اسی حالت میں

موصل اوٹھالایا گیا جب دوسرے روز اس کو ہوش ہوا تو وہ سنقرجہ

کے آدمیوں کو موصل سے نکلوا کر خود اس پر قابض ہو گیا۔ شمس الدولہ جلر مش

والی جزیرہ ابن عمر یہ خبر پا کر نصیبین پر چڑھ آیا۔ اہل نصیبین نے بے یار و

ہونے کی وجہ سے بصرہ و امان شہر جلر مش کے سپرد کر دیا۔ جلر مش نصیبین پر قبضہ

حاصل کر لینے کے بن جزیرہ کی طرف بڑھا موسیٰ ترکمانی نے اس کا آگے بڑھ کر نیزہ و تلوار

استقبال کیا اثناء جنگ میں موسیٰ کی فوج چکرش سے مل گئی۔ اسوجہ سے موسیٰ بہت  
 پا کر موصل کو واپس آیا چکرش نے اوسکا تعاقب کیا اور ایک مدت تک اوسکا  
 محاصرہ کئے رہا۔ موسیٰ نے طول حصار سے تنگ آکر امیر سقمان بن ارتق سے امداد  
 چاہی اور اوسکو اس امداد کے بدلے حصن کیفا اور دس ہزار دینار دیے کا وعدہ کیا  
 مگر سقمان کے آنے سے پہلے چکرش محاصرہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ موسیٰ۔ امیر سقمان کو  
 آتے ہوئے سنکر موصل سے بخلا جو قوت مقام کرانا میں پہونچا چند غلاموں نے  
 اسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ موسیٰ اسی مقام میں ایک ٹیلہ پر دفن کر دیا گیا اسکے  
 ہمراہی موصل میں واپس آئے اور امیر سقمان نے موصل سے اعراض کر کے حصن کیفا پر  
 قبضہ کر لیا۔ امیر سقمان کے چلے جانے کے بعد چکرش نے پہر موصل پر حملہ کیا اور اس  
 حملہ میں چند دنوں کے محاصرہ کے بعد اس نے موصل پر قبضہ حاصل کر لیا۔

**تاریخی حادثات** انہیں واقعات کے اثناء میں دنیاوی اسٹیج پر بہت سی

تبدیلیاں واقع ہو گئیں بہتیں علوی مصری دار الخلافہ میں خلیفہ المستعلی باللہ  
 ابو القاسم احمد بن محمد المستنصر باللہ سات برس دو مہینے خلافت کر کے سترہویں  
 صفر ۶۹۸ھ کو انتقال کر چکا تھا اور اس کے جگہ پر ابو علی المنصور ملقب بہ آمر  
 باحکام اللہ سریر خلافت پر حکومت کر رہا تھا سیدرجہ کم عمر تھا کہ تنہا گھوڑے پر  
 نہیں بیٹھ سکتا تھا مصری خلافت بھی ضعیف ہو گئی تھی اسکے قوت کی قوت تقریباً  
 بالکل سلب ہو گئی تھی تاہم ساحل پر اپنی کہوئی طاقت کے سبب نہالنے کے میں مصروف  
 تھی۔ مسلمانوں میں ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اسلامی حکمرانوں کا مرکز بن سکتی۔  
 عیسائیوں کو اسوجہ سے اپنی ترقی کرنے کا بہت اچھا موقع مل گیا تھا۔ یروشلم کو اس

لہر یروشلم۔ بیت المقدس کو کہتے ہیں اس کے فتح کی وقت عیسائیوں نے با اتفاق مورخین مشرقی  
 اور لاطینی سترہ ہزار مسلمانوں کو بھیجا تھا یہ تعداد نوادین مفتولوں کی ہے (باقی صفحہ ۲۱ پر)

تقریباً تین برس پہلے فتح کے مسلمانوں کے خوزیری سے اپنے دل کے پیچہ توڑ چکے تھے اس مقدس شہر میں بالڈون۔ سابق بادشاہ یروشلم کا ڈفری کا چوٹا بھائی حکومت کر رہا تھا۔ یونانیوں نے اوانا۔ ممترا۔ طرسوس پر قبضہ کر لیا تھا اور ٹنگرڈ ایڈلیسہ (اعزان) اور الفلاکیہ دونوں کا مالک تھا۔ اکثر ممالک اسلامیہ پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ بظاہر ان کے دماغ سے کروسیڈ کا جنون کم ہو گیا تھا لیکن حقیقت ملک گیری کی ہوس اس میں سمائی ہوئی تھی۔ سلطان برکیاروق اور سلطان محمد میں لڑائیوں کا سلسلہ منقطع ہو کر آپس میں صلح ہو گئی تھی اور ان دونوں نے اپنی پناہ و برباد شدہ وراثت کو تقسیم کر لیا تھا۔ ملک رضوان حلب میں اور اسکا بہتجا تختگین و مشق میں حکومت کر رہا تھا۔ جامع بغداد میں خلیفہ المسقط علیہ السلام کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا۔ عیسائیوں کی یوٹافوئیا ترقی اور ملک گیری نے امیر سقمان اور چکرش میں اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ اسی زمانہ میں ان دونوں امیروں نے باتفاق۔ حران کے باہر عیسائیوں سے مقابلہ کیا۔ اس واقعہ میں امیر سقمان کے ساتھ سات ہزار ترکمان اور چکرش کے ہمراہ تین ہزار سوار چین کچھ عربی اور ترکی اور باقی کُردی تھے۔ ان کے فریق مخالف (عیسائی لشکر) کی تعداد چار سو بیان کی جاتی ہے بالڈون دوم (جو آئندہ یروشلم کا بادشاہ ہوگا) اور جو سلن طبرباس اور بومہنڈ نامی نامی امراء ملت مسیحیہ اس لشکر کی افسر کر رہے تھے۔ یہ لڑائی نہایت سخت اور خوفناک تھی تین روز تک برابر جنگ کا بازار گرم رہا۔ چوتھے روز عیسائی لشکر کو نہر میت ہوئی۔ بالڈون اور جو سلن کر لئے گئے۔ اور بومہنڈ اور اسکا بہتجا بہاگ کر ایڈلیسہ پہنچے جہاں پر

(تقریباً صفحہ ۲۰) جو روز واقعہ شہید ہوئے علاوہ انکے ایک ہفتہ تک برابر عام ہوتا رہا تھا مسجد اور اسکے صحن میں سلمان مغولو کا خون گہور و گہنوں تک پہنچ گیا تھا۔

عیسائیوں نے شکر ڈکواپنا امیر بنار کہا تھا۔

**سلطان محمد** اس کامیابی کے بعد چکر مش اور سلطان محمد سے جنگی اور خوب  
**موصل میں** جلی اس لڑائی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مصاحمت

کے بعد سلطان برکیاروق اصفہان کی طرف چلا گیا اور  
سلطان محمد حمید دلون تبریز میں پھرارہا جسوقت اس کے اُمراء و اراکین نے  
اصفہان سے آگے اس کے فرائض کی طرف کوچ کیا پھر وہاں سے بارادہ موصل۔

اربل کی طرف بڑھا۔ چکر مش کو جب اس نقل و حرکت کی اطلاع ہوئی تو اسے  
موصل کی فصیلوں کو از سر نو درست کر کے شہر پناہ کا بخوبی انتظام کر لیا۔ اور  
سلطان محمد کو موصل میں داخل نہ ہونے دیا۔ سلطان محمد نے صلحنامہ دیکھ لیا کہ

موصل اور بلاد جزیرہ پر قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر میں یہی

کہا یہیجا کہ اگر چکر مش میری حکومت تسلیم کر لے گا تو میں اسکو اپنی طرف سے

موصل کی گورنری پر قائم رکھوں گا۔ چکر مش نے اسکا یہ جواب دیا کہ میرے

پاس بعد مصاحمت سلطان برکیاروق کا کوئی فرمان نہیں آیا جسکے رُوسے

میں آپ کو موصل پر قبضہ دیدون اسوجہ سے میں طول محاصرہ یا لڑائی سے

ڈر کر شہر کو بے اوس کے محافظوں اور مددگاروں کے نہیں چھوڑ سکتا۔ سلطان

محمد یہ شکر سخت برسم ہوا اور اوسیوقت اوس نے موصل کا پورے طور سے

محاصرہ کر کے حملے کرنے شروع کر دیے اور چکر مش شہر پناہ کے فصیلوں سے برابر

جواب دینے پر آمادہ ہو گیا۔ ایک مدت تک تو اسی طرح کی لڑائی ہوتی رہی کہ

چکر مش اندر سے اور سلطان محمد باہر سے ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہے لیکن بعد

چندے چکر مش شہر پناہ کا دروازہ کھول کر نکل آیا اور کھلے میدان لڑائی لڑنے لگا۔

بیسویں ربیع الثانی سے دسویں جمادی الاول تک یہ لڑائی بڑے زور و شور سے

جاری رہی۔ اسی اثنا میں سلطان برکیاروق کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی جس سے چکر مش کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اسکی رہی سہی قوت جاتی رہی۔ اس نے اہل شہر اور اراکین دولت کو ایک جلسہ خاص میں جمع کر کے پہلے سلطان برکیاروق کے انتقال پر افسوس ظاہر کیا بعد ازاں سلطان محمد لڑائی کے بارے میں مشورہ طلب کیا اہل شہر نے نہایت سچائی سے ایک زبان ہو کر کہہ دیا "اموالنا واروا جنابین یدیک وانت اعرف بشانک" (ہمارے مال اور ہماری جائیں تیرے روبرو ہیں اور تو اپنے حالات کو خوب سمجھ سکتا ہے) چکر مش یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش رہا بعدہ امراء لشکر کی طرف مخاطب ہوا افسران لشکر نے یہ رائے ظاہر کی کہ جب تک سلطان کیاروق زندہ تھا اسوقت تک ہمکو نہ کسی کچھ خوف تھا اور نہ کسی سے ہمکو مغلوب ہونیکا اندیشہ تھا اب چونکہ سلطان کا انتقال ہو گیا ہے سوائے سلطان محمد کے اب ہمارا اور کون بادشاہ ہو سکتا ہے قرین مصلحت یہی ہے کہ اسکی اطاعت قبول کر لی جائے۔ چکر مش نے اس رائے سے اتفاق کر لیا اور دوسرے روز وزیر سعد الملک کے ہمراہ سلطان محمد کے پاس گیا اور اپنی گستاخوں کی معافی چاہی سلطان محمد نے چکر مش کو گلے سے لگا لیا اور حکومت موصل پر بحال رکھا۔

شہید اتابک کی خانہ آبادی

سلطان برکیاروق کے انتقال کے بعد شہید اتابک کی حالت کس قدر غم ہوتی نظر آتی تھی کیونکہ اس کے ناموں پدر اقسنقر کے اہل مراسم تقریباً کل مر چکے تھے اور جو باقی تھے انکو آئے دن کے جھگڑوں سے دم بہر کو فرصت نہ ملتی تھی صرف ایک چکر مش ایسا تھا کہ جسکو بظاہر ان دنوں لڑائی جھگڑے سے فراغت



ملگئی تھی۔ اوس نے بعد مصالحت شہید اتابک کو اپنے پاس بلالیا اور اپنے  
 لڑکے ناصر الدین کی لڑکی سے اسکا نکاح کر دیا۔ اور تہوڑی ہی سی جاگیر بھی  
 جاو کی موصل میں **سنہ ہجری میں سلطان محمد اور چکر مش سے پڑھائی**  
 ہو گئی اور اوس نے اسی وجہ سے چکر مش کی سرکوبی کے لئے موصل پر جاو کی  
 کو امیر کر کے بھیجا۔ پہلے اس نے بوازیر پر حملہ کر کے اوسکو تخت و تاراج کیا بعد  
 اس کے اربل کی طرف بڑھا۔ چکر مش اس واقعہ سے مطلع ہو کر دو ہزار سوار لیکر  
 دجاہ کے سرقتی جانب سے عبور کر کے جاو کی کے مقابلہ پر آگیا۔ جاو کی نے چکر مش  
 کے قلب پر حملہ کیا چکر مش کا لشکر بہاگ نکلا اور وہ خود گرفتار کر لیا لیا اس کے  
 منہزم لشکر نے موصل میں پہونچ کر دم لیا اور بمشورہ اون فوجوں کے جنکو  
 چکر مش نے اطراف و جوانب سے لڑائی کے لئے طلب کیا تھا اس کے گیارہ لاکھ  
 لڑکے کو تخت حکومت پر بیٹھا دیا اور قلیچ ارسلان سے امداد طلب کی۔ وہ انکے  
 امداد کو آیا لیکن جاو کی سے شکست کھا کر اوٹے پاؤں واپس چلا گیا اور جولو  
 مستقل طور سے موصل کی حکومت کرنے لگا۔ شہید اتابک ان کل واقعات  
 میں شریک نہیں رہا اور نہ وہ ان دلوں موصل میں موجود تھا وہ پہلے ہی  
 سلطان محمد کی مخالفت کا مخالف تھا۔

جاو کی شکست کھا کر **جاو کی نے حکومت موصل کی پانے ہی کچھ عرصے**  
 عیسائیوں سے ملک اختیار کر لیں کہ جس سے سلطان محمد کو اس سے

۱۵ اس ناصافی کی وجہ بعض مورخین یہہ بتلاتے ہیں کہ چکر مش نے سلطان محمد کو کس قدر سالاہ  
 بطور خراج کے دینے کہا تھا اور بعد چند دنوں کے نہ دیا اور بعض یہہ بیان کرتے ہیں کہ جب کو ضعیفی  
 نے لڑائی کے لاین نہ کہا اور ملک ضوان نے اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے واسطے سازش  
 شروع کی تو سلطان محمد نے جاو کی شقاوا کو موصل کا امیر کرنے بھیجا۔

بدظنی کا موقع ملگیا اور اس نے اپنی کامیابی کے نشہ میں اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ سلطان محمد نے دوسرے سال ماہ صفر ۸۳۵ھ میں اپنے بہائی مودود کو ایک لشکر جاری کر کے ہمراہ موصل کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس ہم میں خود جادلی کا بہت بڑا لشکر تھا اور شہید زنگی بھی تھا۔ مودود نے موصل میں پہونچ کر جادلی کو شکست دی۔ یہ بہاگ کر امیر ایلغاری بن ارتق والی ماروین کے پاس چلا گیا۔ اسکی بیوی اس کے روانگی کے آٹھویں روز باجارت مودود اپنے بہائی برسی ابن برسی کے بیان چلی گئی۔ امیر ایلغاری ظاہر اجادلی سے ملا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ سنجہ کی طرف گیا اور پہر وہاں سے الرحبہ میں جا پہونچا۔ جب یہاں بھی اوس نے امن کی صورت نہ دیکھی تو عرابان کو چلا گیا۔ امیر ایلغاری آنکھیں بچا کر اسی مقام سے لوٹ کھڑا ہوا۔ جادلی نے عیسائیوں سے سازش کر کے بالڈولہ رجوسلن کو جو اس کے قید میں تھے اوان سے اعانت و مدد کا وعدہ لیکر چھوڑ دیا۔ ان دنوں دشمنان اسلام کے چھوٹے ہی پہر اوہنین لڑائیوں کا سامنا ہو گیا اور دفعۃً کروسید کی آگ جو درحقیقت ملک گیری کی ہوس تھی بڑھ کر اوٹھی اور ہر سے مودود کو سلامی لشکر لئے ہوئے اسلامی ممالک سے نکل کر آگے بڑھا اور اودہ سے عیسائی فوجیں خم ٹھونک ٹھونک کر میدان میں آجئیں۔ زنگی کو ان لڑائیوں نے ناموری پیدا کرنے کا اچھا موقع دے رکھا تھا۔ اوس نے خوب خوب انکی دشجاعت ظاہر کی۔ طبر یا س کی لڑائی میں بھی شامل ہوا۔ اربا کو بھی اسی کے قومی اور پُر زور و بخون نے دھکی دی تھی۔ بلاد شہستان میں عیسائیوں نے اسکو گھیر لیا تھا لیکن یہ اپنی خدا داد شجاعت کے بدولت اوس سے معرکہ سے صاف نکل آیا۔

حکومت موصل اس کے بعد امیر مودود جامع دمشق میں ایک حناشہ کے

ماہتہ شہید کیا گیا اور بعضے یہہ تخریر کرتے ہیں کہ امیر طغٹکیں نے اسکو قتل کرا یا تھا بہر کیف اس کے قتل سے شہید اتابک کے ناموری پیدا کرنے کا میدان تنگ ہو گیا اور یہہ کل مواقع اس کے ماہتہ سے نکل گئے کیونکہ سلطان محمد نے بعد قتل

امیر محمود و داس کے لڑکے ملک مسعود کو موصل کی حکومت دی اور امیر حبوش بک کو اوسکا اتالیق مقرر کیا اور زنگی کو اس کے ماتحتی میں روانہ کیا بعد چندے ۱۲۵۴ء میں ملک مسعود باشارہ و تحریک امیر حبوش بک سلطان محمود سے غی

ہو گیا گو شہید اتابک اس رائے کا بالکل مخالف تھا لیکن اوسکی مخالفت امیر حبوش بک کے مقابلہ میں کیا اثر پیدا کر سکتی تھی۔ ملک مسعود اور سلطان محمود میں لڑائی شروع ہو گئی جسکا آخری نتیجہ یہہ ہوا کہ ملک مسعود کو ہزیمت ہوئی اور وہ امن کا

خوہشگار ہوا۔ سلطان محمود نے اوسکی التجا قبول کر لی لیکن اوسکو حکومت موصل سے علیحدہ کر کے آسنقر برستی کو اوسکا گورنر مقرر کیا اور شہید اتابک کو اوس کی ماتحتی میں کام کرنے کو کہا۔ شہید اتابک کی یہہ خوش قسمتی تھی کہ اوسکو آسنقر برستی

کی ہمراہی میں دوبارہ ناموری پیدا کرنے کے مواقع حاصل ہوئے چنانچہ اوس زمانہ میں سمیساط کو اسی نے ویران و برباد کیا۔ بلاد سروج میں امن اور فراموشی اسی کی تیز تلوار کے نذر ہوئے۔ امیر دیس بن صدقہ اور برستی میں جن دنوں چل رہی تھی اوس میں یہی باوجودیکہ برستی کے ہمراہیوں میں تھا

خلیفہ اور سلطان کے نظروں میں محبوب اور مقبول رہا۔

شہید اتابک کا  
زمانہ حکومت

اوسکی اپنیں شائستگی اور پسندیدہ چالوں سے ۱۲۵۴ء میں شہر وسط اسکو جاگیر میں دیا گیا اور پھرہ کی شکنیک

(نیا بت) اسکے سپرد کی گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد برستی نے سلطان محمود سے

سلطان محمود سلطان محمد بن ملک شاہ کا لڑکا ہے اور اوس کے انتقال کے بعد ۱۲۵۴ء میں تخت حکومت پر بیٹھا

شہید اتابک کو موصل پہنچانے کی درخواست کی مگر شہید اتابک کو یہ امر منظور نہ ہوا کہ  
 کبھی وہ امیر موصل کی ماتحتی میں کام کرے اور کبھی جزیرہ اور عراق کے حاکم کے  
 زیر نگرانی انتظام میں مصروف ہوا اسوجہ سے وہ موصل جانے سے انکار کر کے بجائے  
 اپنے مرحوم باپ کے سلطان کے تخت کے دائیں جانب کھڑا ہونے لگا۔ بعد ازاں  
 ۱۲۵۵ء میں کو بہرامی سلطان محمود بغداد جانا پڑا۔ یاوری تخت سے مراجعت  
 کیوقت اسکو بغداد اور عراق کی نیابت دی گئی۔ ایک برس تک وہ اس عہدہ کا  
 کمال حسن و خوبی سے کام انجام دیتا رہا۔ ۱۲۵۷ء مطابق ۱۲۵۷ء میں کو موصل  
 کی گورنری مرحمت ہوئی جبکہ عزالدین برقی انتقال کر چکا تھا اور بجائے اوس کے  
 اوسکا کم عمر لڑکا زیر نگرانی جاوہلی برقی حاکم موصل مقرر ہوا تھا۔ چونکہ قاضی  
 بہاء الدین ابوالحسن علی شہر زوری اور صلاح الدین محمد جاوہلی کی تولیت سے  
 رضامند نہ تھے اسوجہ سے انہوں نے سلطان محمود کے دربار میں حاضر ہو کر  
 یہ ظاہر کیا کہ جب تک برقی زندہ رہتا اسوقت تک موصل کو عیسائیوں کے  
 حملوں کا کچھ اندیشہ نہ رہتا لیکن اب اوس کے انتقال کے بعد اوسکا لڑکا امیر  
 موصل ہوا ہے۔ اوس کے کم سن کیوجہ سے عیسائی بڑھتے دکھائی دیتے ہیں سلطان  
 نے اعیان دربار سے اجازت موصل کے لئے امیر منتخب کرنے کو کہا۔ اوسہوں  
 نے باتفاق رائے ابوالجود عماد الدین زنگی ہی کو امارت موصل کیلئے منتخب کیا۔  
 شہید اتابک کے ملک گیری کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے نظر آتے تھے۔  
 ملک شام اور بلاد ساحل پر عیسائیوں کا استیلا اس کے آنکھوں میں کانٹا سا کہنک  
 رہا تھا مگر اسلامی حکومتوں کی قوت بالکل فنا ہو چکی تھی۔ خانہ جنگیوں نے اونکی  
 طاقت کو منتشر کر رکھا تھا آئے دن ایک دوسرے سے دستگیر ہو کر ضعیف  
 ہو گئے تھے اور عیسائی حکومت ہر طرف وسیع اور مضبوط ہوتی دکھائی دیتی تھی۔

مار دین اور تجستان سے عربش مصر تک انکی سلطنت پہیلی ہوئی ہتی۔ صرت  
حلب۔ حمص۔ حماہ۔ دمشق چار اسلامی صوبے چار نفلون کی طرح درمیان میں باقی  
 رہ گئے تھے جو ایک نہ ایک انکے متناؤن اور خونخوار اردو شکار گاہ بنے والے تھے۔  
 دیار بکر سے آمد تک اور جزیرہ سے نفسین و راس العین تک انکی ظالمانہ  
 حملوں سے اثر پذیر ہو رہا تھا اہل رقبہ اور حران ان کے نابردداشتی ظلم کے ماتھوں  
 نزع کی حالت میں تھے۔ دمشق کی سڑکیں۔ ویران ہو رہی تھیں تجارت کا دروازہ  
 بند ہو گیا تھا کاجور و تعدی اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہہ اکثر ان اسلامی شہروں سے  
 خراج لیتے تھے جو ان کے ممالک مقبوضہ سے ملے ہوئے تھے۔ تاکہ وہ انکی اذیت  
 کے ماتھوں سے محفوظ رہیں۔ دمشق پر بھی انکی اس بیجا کارروائیوں کا اثر پڑیوا تھا۔  
 اہل حلب سے نصف اعمال حلب لیا تھا۔ شہر سے بیس قدم ہٹ کر انہیں کی  
 کامیابی کا سگہ چل رہا تھا۔ غرض کہ اسلامی امراء کی نا اتفاقی اور باہمی نزاعات نے  
 عیسائیوں کو یورپ سے ایشیا میں بگالیا تھا اور انکی ہوسوں اور متناؤن کا  
 اپنے کو جولا نگاہ بنا رکھا تھا وہ ہر وقت دہر لحظہ اسلامی دنیا کے مخافت پر  
 کمر بستہ رہتے تھے اور مسلمانوں کا خون بہانا اپنا ایک اہم اور مذہبی فرض سمجھ  
 رہے تھے۔ یہی نازک زمانہ تھا جبکہ نامور شہید اتابک موصل کی عنان حکومت  
 اپنے ماتھوں میں لیکر اسلامی پہرہ کامیابی کے ہو امین اوڑاتا ہوا نظر آیا اور  
 ایک عالم نے اسکے مدلت نشان حکومت کو خدا کی رحمت اور احسان خیال کیا  
 جیسا کہ عیسائیوں کے خوریز زمانہ حکومت کو خدا کی لعنت اور قہر سمجھ رکھا تھا۔  
 شہید اتابک کی شہادت نے سب سے پہلے جو کام حکومت کی کرسی پر  
 بیٹھنے کے بعد کیا یہہ تھا کہ وہ سلمان امیر وک نہٹنے  
 اور انکی پریشان اور منقسم طاقتوں کو فراہم کر کے ایک پُرشوکت اور قوی

اسلامی حکومت قائم کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر اپنے اقتدار کے بڑھانے میں مصروف ہوا۔ موصل میں اوس نے نصیر الدین درداز (قلعہ دار) کو موصل کا قلعہ سپرد کیا۔ اور صلاح الدین محمد کو امیر حاجب مقرر کیا اور قاضی بہاء الدین علی ابوالحسن علی کو اپنے کل مقبوضات کی قضا دیدی۔

مشرقی علاقہ کی فکر کی اور جزیرہ ابن عمر۔ اربل کو ۵۲۲ھ میں فتح کر کے ۵۲۳ھ میں بخارا اور خابور پر قبضہ حاصل کر کے الرحب کے طرف بڑھا۔ اور نصیبین پر قبضہ حاصل کر کے اہل حران کو بھی عیسائیوں کے بیجا حکومت سے بچالیا اور اون کو عیش اور آرام کی دوبارہ زندگی مرحمت کی۔ اسی سنہ میں اس نے حلب کی اپنا اقتدار جمالیا اور فرات سے عبور کر کے بیج اور قلعہ بزانہ کے بلند میناروں پر اپنی کامیابی کا پھریرہ اوڑا دیا اور دوسرے سال اس نے حمص و حماہ کو اپنی حمایت میں لیا۔ جب ان بلاد پر اوسکا پورا پورا قبضہ ہو گیا اور یہاں پر اوسکا کامل تسلط ہو گیا تب وہ اپنے بیتاب دکنو ٹھنڈک پہونچانے اور مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینے کے غرض سے عیسائیوں سے لڑنے پر مایل ہوا۔

فتح قلعہ انابک ۵۲۴ھ مطابق ۱۱۳۰ھ میں شہید انابک نے قلعہ انابک

حملہ کیا یہ قلعہ حلب سے چار میل کے فاصلہ پر النطاکیہ کے درمیان واقع تھا اور اس وقت تک عیسائی اس قلعہ کے حاکم تھے۔ علامہ ابن اثیر لکھتا ہے کہ عیسائیوں نے اس قلعہ کے قبضہ سے مسلمانوں کا گویا گلا پکڑ رکھا تھا۔ حلب کو ہر دو ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا اور وہ ہر لحظہ ایک خطرناک حالت میں رہتا تھا۔

شہید انابک کے ہمراہیوں نے اس قلعہ کے محاصرہ سے اوسکو روکنا چاہا مگر اس مرد میدان نے اون کے کہنے پر مطلقاً خیال نہ کیا اور فوراً قلعہ پر پہونچا اور اوسکا محاصرہ کر لیا۔ عیسائی مورخ آرچر بیان کرتا ہے کہ جب لڈون دشا

یروشلم کو اس محاصرہ کی اطلاع ہوئی تو اوس نے ارباب شورے کو ایک خاص کونسل  
 میں طلب کیا۔ یہوں نے اس خطرہ کو ایک ناقابل التفات اور خفیف خیال کیا مگر  
 ایک بوڑھے شخص نے جو کہ یہ قدر فاصلہ پر بیٹھا تھا یہ بول اٹھا کہ وہ کیا یہ  
 نوجوان لڑنے والا (زنگی) وہ نہیں ہے جس نے طبریاں کا دروازہ ہلا دیا تھا  
 بالڈون اس فقرہ سے جو کتنا ہو گیا اور اوس نے زنگی کے مقابلہ پر اور قلعہ  
 کے بچانے کے غرض سے حسب ضرورت فوج بھیجنے کا فیصلہ کر کے اونکو کوچ کر جانیکا  
 حکم دیدیا۔ شہید اتابک نے ان فوجوں کے پہنچنے پر قلعہ سے رخ پھیر لیا اور  
 اللہ کا نام پاک لیکر پہلے ان کے مقابلہ پر آگیا عیسائیوں کو اس لڑائی میں  
 سخت ہزیمت ہوئی اور ان کے نامی نامی امراء اور افسر اکثر مارے گئے اور بعض  
 قید کر لیے گئے۔ سپاہیوں کے مارے جانے کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا  
 شہید اتابک نے انکے شکست دینے کے بعد قلعہ پر حملہ کر کے اوسکے مضبوط و فصیحونکو  
 اپنے آہنی پنجوں سے توڑ ڈالا۔ اور اسکے دلیر سپاہیوں نے دم بہر میں قلعہ کو  
 سمار کر صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا۔ علامہ ابن خلدون تحریر کرتا ہے کہ عیسائی  
 مقتولوں کی ہڈیاں اس واقعہ کے بعد ساٹھ برس سے زائد اس میدان میں  
 پڑی رہی ہیں۔

قلعہ حارم کی کامیابی

اس کامیابی کے بعد شہید اتابک قلعہ حارم کی طرف متوجہ ہوا  
 اور اوسکو عیسائیوں کے پنجے سے نکالنے کے غرض سے اسکا  
 محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں تک یہ محاصرہ بلا کسی جدال و قتال کے قائم رکھا گیا  
 لیکن اندرونی نزاعات نے بغیر کامل کامیابی کے اپنے طرف بلانا چاہا۔ چنانچہ  
 شہید اتابک حسب خواہش و درخواست اہل حارم نصف محاصل حارم سالانہ  
 خراج میں لیکر بمصاحمت واپس آیا۔

آپس کے  
جھگڑے

اس کے بعد شہید اتابک کو ایک مدت تک باہمی منافقت اور خانہ جنگیوں میں مبتلا رہنا پڑا۔ سلاطین لجوقیہ کے جھگڑوں اور لڑائیوں میں بھی اُن کو حصہ لینا پڑا۔ شعبان ۵۲۴ھ مطابق ۱۱۳۳ء میں خلیفہ المسترشد باللہ نے بغض نفیس میں ہزار سواروں سے اسکا موصل میں محاصرہ کر لیا۔ ظاہر یہی سبب اسکا یہ تھا کہ جسوقت سلاطین لجوقیہ میں باہم نزاع واقع ہو گئی تو اکثر اُمراء بخون فتنہ بغداد میں جا کر پناہ گزین ہوئے تھے خلیفہ نے ابو الفتح اسفندی کو شہید اتابک کے پاس صلح کرانے کی غرض سے بھیجا۔ شہید اتابک کو ابو الفتح کی باتوں سے کچھ شبہ پیدا ہوا اسوجہ سے اُس نے ابو الفتح کو قید کر لیا۔ جب خلیفہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ بیس ہزار سواروں کو لیکر موصل پر چڑھ آیا۔ شہید اتابک - موصل چھوڑ کر سنجار کی طرف چلا گیا۔ خلیفہ نے موصل کا محاصرہ کر لیا اور شہید اتابک نے صرف یہ کارروائی کی کہ خلیفہ کے لشکر کا رسد بند کر دیا۔ تین مہینوں کے محاصرہ کے بعد مجبوری خلیفہ المسترشد باللہ بغداد کو واپس چلا آیا اور شہید اتابک نے سلطان مسعود (سلطان محمود کے بھائی) سے صلح کر کے ان جھگڑوں سے اپنا پیچھا چھوڑ لیا جسکے ماتحت وہ ان محضوں میں گرفتار ہو گیا تھا۔ انہیں قتل کے اثنا میں جب کہی اُسکو موقع ملتا تھا تو وہ ملک کو وسیع کرنا جاتا تھا اکثر فسادی امراء سے انکی حکومتیں اور قلعے چھین لئے۔ اور دُشمن کو بھی اپنا ایک ماتحت صوبہ بنا لیا۔

عیسائی سلاطین کی ہزیمت  
ان خانہ جنگیوں اور باہمی نزاعات کے تصفیہ کے بعد اسکو پھر عیسائیوں کے برخلاف ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ شروع ۵۳۲ھ میں پھر کر وسیڈ کا وعظ شروع ہو گیا تھا اور اسکا جنوں اسقدر ترقی پذیر ہو رہا تھا کہ بادشاہ قسطنطنیہ اور شاہ فرانس ہڈا تے لڑائیوں



شریک ہوئے کو گے تھے۔ اور پہلے اوہنوں نے شہر بڑا عہ کو ماہ شعبان میں فتح کیا اور بعد اوس کے پندرہویں ماہ مذکور میں شیرز پر حملہ کیا۔ ابوالعسا کر سلطان ابن سفند نے شیرداں شہید اتابک کو اس واقعہ سے مطلع کر کے اپنی امداد کو بلایا اگرچہ وہ ان دنوں اپنی منتشر قوت کے جمع کرنے اور فراہمی آلات حرب اور درستی لشکر میں مصروف تھا لیکن مجاہد اس خبر کو پالنے ہی عیسائی فوجوں کے سرد پر پیام اجل ہو کر جا پہنچا اور اپنے پُر زور حملوں اور روزانہ شجوں مارنے سے انکو اس قدر مجبور کر دیا کہ وہ چار ناچار چوبیس یوم کے محاصرہ کے بعد اپنی منہجین قید میں رآلات حصار چھوڑ کر ماہ رمضان میں شیرز سے شب کو بھاگ نکلے۔ شہید اتابک نے ان کے ساتھ کاغذ لکھ کر اور ان میں سے ہزاروں کو قتل کر ڈالا۔ اور سیکڑوں کو گرفتار کر لیا۔ اس لڑائی میں مال غنیمت بھی اوسکو اچھا ملا۔ شعرا نے اس کامیابی پر تہنیت کے قصائد لکھے۔ ازاجملہ ابوالمجد سلم بن خضہ حموی کا قصیدہ مہمیکہ نہایت مشہور اور فصیح ہے۔

**فتح قلعہ عرقہ و بعربین** اس لڑائی سے فارغ ہو کر شہید اتابک اپنے جوش مردانگی میں قلعہ عرقہ کے طرف بڑھا اور نہایت دلاوری و جواہر دہی اوسکو فتح کر کے ۵۳۴ھ میں قلعہ بارین (بعربین) کے باہر عیسائیوں سے لڑا۔ جب شاہ فرانس اور بادشاہ ہمدولیم میدان جنگ سے پہلے گئے تو اوس نے قلعہ کے طرف رخ کیا اور نہایت تیزی سے اونکا ایسا کامل محاصرہ کر لیا کہ عیسائیوں کو ڈاک بند ہو گئی۔ یہ محاصرہ چار ہفتوں تک برابر جاری رہا وقتاً فوقتاً لڑائی بھی ہو جاتی تھی۔ اہل قلعہ جب بیرون امداد سے ناامید ہو گئی تو اوہنوں نے قلعہ شہید اتابک کے سپرد کر دیا اور خود نکل کھڑے ہوئے اثنار راہ میں جرنی اور قسطنطنیہ کی عیسائی فوجیں ملین جو ان کے امداد کو آرہی تھیں لیکن پہر

اونکی ہمت نے قلعہ کے طرف کوٹنے نہ دیا۔ علامہ ابن اثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ قلعہ یہی مسلمانوں کو سجدہ نقصان پہونچا رہا تھا حماۃ سے حلب تک کی سرکین اسوجہ خراب اور ویران ہو رہی تھیں۔ رہزنی اور لوٹ مار کا بازار ایسا گرم تھا کہ دنکو بھی راہ چلتا کوئی نظر بہین آتا تھا۔

**قلعہ معرہ اور** شہید اتابک اس کامیابی کے بعد تھوڑے دنوں تک اسی کفر طابہ قبضہ قلعہ میں ٹھہرا رہا لیکن اسکا لشکر ظفر پیکر برابر توسیع ممالک اور قلعوں کے سر کرنے میں مشغول رہا۔ معرہ اور کفر طاب وغیرہ پر انہیں دنوں اس کے لشکر نے قبضہ حاصل کر لیا تھا اور اس کے عیسائی باشندے بے امن و آمان سمے اپنے آسم اور سباب کے چھوڑ دیے گئے تھے۔

**عیسائی فوجین اور حلب** ہزیمت یافتہ عیسائی سلاطین سلمہ بعرین کو اپنے ہاتھوں سے کھو کر اپنی حالت کی درستی میں مصروف ہو گئے اور وہ اپنی منتشر اور پریشان قوت کو نہایت عجلت سے مجتمع کر کے حلب پر آپہونچے اور اوسکا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ لیکن شہید اتابک کے نائبے اؤنگو حلب سے مارہنگا یا شہید اتابک کو انکے دفع کرنے کی کوشش نہ کرنی پڑی۔

**فتح اعزاز** ماہ جمادی الثانی ۷۳۹ھ میں شہید اتابک نے اپنے جری لشکر کو از سر نو مرتب کیا اور جدید آلات حرب سے مسلح کر کے ایڈیسہ (اعزاز) کے طرف بڑھنے کا حکم دیا اور خود اونکی افسری کرتا ہوا روانہ ہوا۔ صوبہ ایڈیسہ۔ انطاکیہ کی طرح ایک مستقل صوبہ تسلیم کیا جاتا تھا جو ہمیشہ بادشاہ یرشلیم کے زیر حمایت و نگرانی رہا کرتا تھا۔ جو سلسلہ ثانی ایک عیسائی بادشاہ اس صوبہ کی حکومت کر رہا تھا۔ عیسائی مجاہدین کی سب سے پہلے فتوحات کا یہ شمرہ تھا۔ سلطنت و حکومت واعزاز کے اعتبار سے عیسائی دنیا میں یہ چوتھے چڑکا تھا۔

شہید انا بک کے پُرزور حملوں نے اسکو اٹھائیس دن کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ یہ ایک ایسی کامیابی تھی کہ جس کے بعد خلافت پناہ خلیفہ بغداد کے حکم سے اس کا نام خطبوں میں داخل کر دیا گیا۔ نامی نامی شعراء نے اس فتح کی تہنیت میں قصائد لکھے۔ علماء اور مشائخ نے اس کے فتح کے بعد طرح طرح کے آثار عجبیہ دیکھے تھے اکثر لوگوں نے اسکو اودن سے روایت کیا ہے۔ اور مورخین نے بھی اپنی اپنی تاریخوں میں اونکا ذکر کیا ہے لیکن ہم بحیال طالت مقال اوس کا ذکر نہیں کیا جاتے۔

**فرات کے شہر قیضہ** شہید انا بک اس مہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کر کے فرات کے مشرقی بلاد کی طرف بڑھا اور اوسپر نہایت تیزی اور مردانگی سے قبضہ حاصل کرنا گیا اودن میں سے کسی کو بہ امن و صلح اور کسی کو بزور تیغ فتح کرنا گیا سوائے ایک قلعہ بیڑہ کے۔ کہ وہ اسکے نائب کے مارے جانے سے باقی رہ گیا اور آئندہ اوسکی موت نے اسکو ایسا موقع نہ دیا کہ وہ اس پر بھی اپنی کامیابی کا پہرہ اوڑھتا۔

**محاصرہ جعبرہ اور شہید انا بک کی شہادت** اس کے ممالک قبوضہ میں کوئی ایسا قلعہ اور شہر نہ تھا جو اسکے مطالبہ کی (توسیع دائرہ اسلام) کے حاصل کرنے میں مغل ہوتا۔ ہر جہاں طرف کے زمام حکومت ایک شہید انا بک کے ماتھے میں تھی۔ فرات کے مشرقی بلاد میں قلعہ بیڑہ اور اوس کے ساحلی مقامات میں سے قلعہ جعبرہ دوسرے کے قبضہ میں تھا جسکا اس نے ۵۸۵ھ میں محاصرہ کیا اور انشاء محاصرہ میں دالی قلعہ کے سازش سے خود اوس کے غلاموں نے اسکو سوتے میں شہید کر ڈالا اور اس نامی و دلیر شخص کی فاتحانہ زندگی کا خاتمہ اس بُزدلانہ حملہ سے کر دیا۔ انگریزی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ اسکے قتل کی خبر نے عیسائیوں کو زندہ کر دیا

اور ادھنوں نے اس درجہ اس کے قتل کی خوشی منائی کہ گویا ادھنوں نے تمام اسلامی قوت کو دفعۃً تنزلی کے حالت میں دیکھ لیا۔ افسوس ایسا نامور فرمانروا اسلامی دنیا کا حامی زرنگی ایسا شخص ایسی غیر متوقع اور نامراد موت۔

لاہقی الحمام ولم اکمستقیفا ترجمہ موت آگئی اور میں اسکا یقین نہیں کرتا تھا  
ان الحمام سیہتم لی بحمام کہ ہوشیار کہو جڑ ہی پیچہ موت میں گرفتار ہو جائیگا۔

شہید اتابک شہید اتابک نہایت حسین اور اوسکا رنگ گندمی مائل بے سبزی  
کہ خصائل آنکھیں بڑی بڑی اور طبع ہتین۔ کشیدہ قامت پر گوشت

بدن تھا۔ ستائہ برس سے زیادہ عمر پائی جس طرح وہ صووت و شکل میں فرد  
سمجھا جاتا تھا ویسا ہی رعب و داب میں کیلتا تھا۔ اوسکے چہرہ پر ہیبت کا نور  
نمایان تھا علامہ شہاب الدین اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ ایک روز  
شہید اتابک قلعہ جریرہ کے باب سرخلوہ سے نکلا۔ اتفاق سے پہرہ کا ملاح  
سو گیا تھا اوس کے کسی ہمراہی نے شہید اتابک کو آتے ہوئے دیکھ کر حگا دیا  
جون ہی اوسکی آنکھ کھلی اور اوس نے شہید اتابک کو اپنے سر ہانے کھڑا پایا  
بیہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے جب اوسکو اوٹھایا تو وہ مُردہ تھا۔

عدل و ہیبت علامہ ابن اثیر اپنے بزرگ باپ سے روایت کرتا ہے کہ

شہید اتابک ایک مرتبہ ایام سرما میں جریرہ ابن عمر میں داخل ہوا اس کے  
ہمشینوں میں سے ایک شخص امیر عز الدین دیسی نامی تھا جو اس کے آنکھوں میں  
نہایت محبوب اور باعزاز سمجھا جاتا تھا وہ بحیرہ و تعدی ایک یہودی کے مکان  
فروش ہو گیا۔ یہودی نے امیر عز الدین کی بہت خوشامد کی لیکن جب امیر موصوف  
اوس کے مکان نہ آوٹھا تو وہ یہودی واد بلا کا شور مچاتا ہوا شہید اتابک کے  
دارالعدل میں حاضر ہوا اور امیر عز الدین کی حیرت و تعدی کی شکایت پیش کی

شہید اتابک - امیر عزالدین کی بطرت تیز لگا ہوں دیکھ کر خاموش ہو رہا امیر عزالدین اسی وقت دربار اتابک سے اوٹھ کر یہودی کے مکان پر آیا اور اپنے اسباب کے اوٹھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، کہ اوس کے ملازمین ایک کھلے میدان میں جہان پر کچر و پانی مجتمع تھا اوس کا خیمہ کر رہے تھے۔

**آبادی و موصّل** کی نسبت عام طور سے مورخین کا یہ بیان ہے کہ پہلے **زراعت** موصّل اس درجہ ویران تھا کہ محلہ طباطبائی سے جامع عتیق اور شاہی محل اور دارالعدل دیکھائی دیتا تھا بادامی کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص بغیر کسی ہمراہی کے اس محلہ سے جامع عتیق تک نہ جاسکتا تھا بیشکل تمام فیصدی پچیس لاکھ زمین کاشت کیجاتی تھی۔ اہل موصّل اپنی ہر ضرورت میں دوسرے شہر کے محتاج تھے لیکن شہید اتابک کے زمانہ حکومت کے تھوڑے دنوں بعد آبادی کی یہ کیفیت ہوئی کہ جامع عتیق وسط شہر میں ہو گئی اور زراعت و پیداواری میں یہ شہر ممالک شام کے شہروں میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جانے لگا۔

**مردانگی و شجاعت** اسکی مردانگی و شجاعت کی کوئی حد نہ تھی ایسا زمانہ بھی گزرا ہے **شجاعت** کہ ایک ہی وقت میں خلیفہ المسترشد باللہ کے حملوں کا جواب دیتا تھا۔ سلطان محمود سے بھی ہم نبرد ہو رہا تھا۔ اور وقتاً فوقتاً اسلامی اہل کے جہگڑوں میں بھی حصہ لیتا جاتا تھا بایں ہمہ عیسائیوں سے غافل نہ تھا موقع محل دیکھ کر ان کے شہروں کو تخت و تاراج کرتا جاتا تھا۔

**دستور العمل** دنیا کی خبروں اور عالم کے وقایع سے اسکو بے شوقی تھا ممالک بعیدہ اور قریبہ میں اس کے وقایع نگار مقرر تھے جو روزانہ خبریں لکھا کرتے تھے اس کے عمال اور اہل اپنے ممالک مفوضہ کو بلا کسی شدید ضرورت کے چھوڑ نہ سکتے تھے۔

شہید اتابک اکثر کہا کرتا تھا کہ ملک مثل باغ کے ہے جب تک اسکی نگاہبانی اور  
آپاشی کیجائے گی سرسبز و شاداب اور غیروں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے گا اور  
جہاں باغبان نے غفلت کی فوراً بادخزان کے جھونکوں نے اسکو پامال کر دیا۔

**سیاست** علامہ ابن اثیر تحریر کرتا ہے کہ قلعہ جزیرہ کا دروازہ (قلعہ دار)  
نور الدین حسن بریلوی کے نسبت شہید اتابک کے کالوں تک یہہ خبر پہونچی کہ یہہ  
اپنے لشکریوں کے تعلقات پر دست درازی کرتا ہے جب وہ کسی مہم پر چلے جاتے  
ہیں۔ شہید اتابک نے پہلے اسکو اپنے وقایع نگاروں سے دریافت کیا اور جب  
اسکو اسکی تصدیق ہو گئی تو اس نے امیر حاجب صلاح الدین غیسائی کو بھیجکر  
نور الدین حسن بریلوی کو پکڑ لیا اور بعد ثبوت جرم اسکا عضو تناسل کٹوا لیا اور  
آنکھیں بٹھکوا کر سولی دیدی۔

**سخاوت** ہر جائز صدقات اور الغامات میں شہید اتابک نہایت فراخ دہن  
روزانہ دولوں وقت اس کے دسترخوان پر علماء و صلحاء۔ فضلا۔ قضاة کی ایک  
بہت بڑی جماعت ہوتی تھی ہر جمعہ کو قبل نماز ایک سو دینار سرخ غرابا اور ساکین  
دیتا تھا جب کہی کسی صدمہ ناگہانی مبتلا ہو کر اس کے بچ جاتا تھا تو فوراً صدقہ غرابا و  
ساکین میں تقسیم کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شہید اتابک سیر کرنے کو جا رہا تھا اثناء راہ  
اسکا گھوڑا پسل پڑا جس سے یہہ زمین پر گرتے گرتے بچ گیا اور سیوفت ایک امیر کو جواو قوت  
اوس کے ہمراہ رکاب ہتا قریب بولا کہ ایسا آہستہ سے کہا کہ جسکو یہہ امیر نے سچہ سکا اور پھر  
دریا کرشنکی اوسکو جرات نہوئی جب یہہ امیر اپنے گھر پر واپس لے یا تو اپنے اہل و عیال کے  
مخصوص ہونے لگا اوسکی بی بی نے بہت دماجت اسکا سبب یافت کیا اوس نے  
کل ماجرا بیان کر دیا اوسکی بی بی نے کہا کہ تم اس قصہ کو نصیر الدین کے جا کر کہو وہ اتابک  
زنگی کا معزز امیر ہے اوس نے کہا کہ نصیر الدین کہہ کر کیا فائدہ اٹھائے گا اوسکی بیوی نے

مجبور کر کے نصیر الدین کے پاس آکر بھیجا نصیر الدین نے اسکا ماجرا سنا اور اس کے  
 ارادے پر وہ ہنسنا اور یہ کہہا کہ ان دیناروں کو لیکر اتابک زنگی کے پاس چلے جاؤ۔  
 امیر نے کہا یہ تم کیا کہتے ہو مجھ کو تمہاری رائے سننی آتی ہے نصیر الدین نے کہا کہ تم  
 کچھ خیال نہ کرو بے خوف ان اشرفیوں کو لئے ہوئے دربار خاص میں چلے جاؤ۔  
 امیر نے مجبوراً نصیر الدین کی رائے پر عمل کیا اور اشرفیوں کو لئے ہوئے زنگی کی خدمت میں  
 حاضر ہو گیا۔ زنگی اسکا منتظر ہی تھا دیکھتے ہی بول اوٹھا ”امعت شیء کیا تیرے ساتھ  
 کچھ ہے) اس نے عرض کیا کہ لکھنارد دینار دین زنگی نے کہا کہ اسکو جا کر اسکے سختین کو دیدو۔ امیر  
 زنگی سے خوش خوش ہوا اور نصیر الدین کے پاس پہنچ کر کل ماجرا بیان کر دیا نصیر الدین نے  
 کہا کہ عادل زنگی ایسے موقعوں پر ایسا ہی کرتا ہے وہ تمہارا دربار آج ہی شب کو تمہارے  
 پاس پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

صوم و صلوات شہید اتابک صوم و صلوة کے ادا کرنے اور فرائض مذہبی کے پورا کرنے  
 کی پابندی میں بیکسر مستعد رہتا تھا۔ اسکی بیہ کل لڑائیاں کسی خاص بناوی غرض  
 سے نہ ہتھیں اور نہ ملک گیری کے خیال سے وہ ان خوزریوں کو پسند کرتا تھا۔ اسکے خیالات  
 محدود نہ تھے اور میں ہمدردی کا جو ہر کوٹ کوٹ کر بہا گیا تھا وہ آپسکی نا اتفاقی دور کرنے  
 کی کوشش کرتا تھا اور الامیوں کو بہا م سیرت درندہ خصلت اقوام غیر کے بیچہ ظلمے چھڑانا  
 چاہتا تھا۔ وہی نور الدین اور صلاح الدین کی کامیابی کی راہیں کھول گیا ہے  
 اور ان کے لئے ایک وسیع سلطنت چھوڑ کر شہید ہوا ہے۔

## دو حصہ

الملک عادل نور الدین محمود انا اللہ برہانہ  
ولادت و طفولیت - تعلیم و تربیت - ترقی و حکومت

شہید تابک کی اولاد  
شہید زنگی کے چار بیٹے تھے۔ ایک سیف الدین غازی دوسرا  
نور الدین محمود تیسرا قطب الدین مودود چوتھا نصرت الدین  
امیر امیران سیف الدین سب بڑا اور نصرت الدین امیر امیران اور نین چھوٹا تھا۔  
مگر نیک نامی ناموری کا خوش نامتھے نور الدین محمود ہی کو ملنے والا اور وہی اس جدید  
دولت کا بانی ہونوالا تھا۔

نور الدین محمود کی ولادت و تعلیم و تربیت  
نور الدین محمود تیسرے ہون سوال اللہ م یوم یکشنبہ وقت  
طلوع آفتاب زمانہ خلافت خلیفہ المستظهر باللہ ابو العباس  
احمد بن المقدسی بامر اللہ مین پیدا ہوا اور اپنے نامور شہید باپ کے سایہ عاطفت

۵۷۰ سیف الدین غازی ۵۷۰ مین پیدا ہوا اور اخیر ماہ جمادی الثانی ۵۷۰ مین انتقال کیا  
اور مدرسہ موصل مین جب کو اس نے خود تعمیر کرایا تھا دفن کیا گیا۔ حنفی المذہب نہایت عاقل و شجاع  
کریم تھا۔ لشکریوں کے ساتھ ہی مجد و ارات کرتا تھا۔ تین برس ایک مہینہ مین دن اسنے حکومت کی  
اسکے بعد قطب الدین مودود اسکا چھوٹا بھائی بجائے اسکے تخت نشین ہوا اور اسکے لڑکے کی پرورش  
سلطان نور الدین محمود کے ساتھ عاطفت مین ہوئی اور قطب الدین مودود کے لڑکے کے ساتھ اسکا  
عقد کر دیا گیا لیکر بھو انشاہ مین لاوا لہ مرگیا اسوہ سیف الدین غازی کے اعقاب مین کچھ باقی نہ رہا۔



پرورش پانے لگا جب چار برس چار مہینے کا ہوا تو اوسکی مکت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اس کے شہید باپ نے اپنے ہونہار لڑکے کی تعلیم میں بڑی جانفشانی اور عرقریزی سے کام لیا۔ فقہ - اصول - معانی - ادب - مناظرہ وغیرہ کی تعلیم دلائی۔ بڑے بڑے مشائخین حدیث سے حدیثیں سنوانی۔ سو کہ برس کی عمر میں ان علوم کی اکتساب و تحصیل سے جب اکو فراغت حاصل ہو گئی اور ایک اعلیٰ درجہ کا متبحر عالم ہو گیا تو فنون سپہ گری کے تعلیم کی طرف مایل گیا گیا۔ پہلے اسکو سواری نیزہ بازی تیر اندازی کی تعلیم دی گئی بعد ازاں ترتیب لشکر - مورچہ بندی - حصار کی تدابیر علما و علما سکھائی گئیں جو گان کہیلنے کا اسکو دلی شوق تھا۔ بعد تکمیل تعلیم تربیت یہ اپنے شہید باپ کے ہمراہ اکثر معرکوں میں شریک ہوتا رہتا تا آنکہ قلعہ جعبر کے محاصرہ میں شہید زنگی کی فاتحانہ زندگی کا ایک بزدل غلام کے ہاتھ خاتمہ ہو گیا۔ اور اس نے اسد الدین شیر کوہ کے اشارہ سے اوس کے ہاتھ سے خاتم لیلیٰ اور حلب کی طرف چلا گیا۔

### نور الدین کی تخت نشینی

ابن ابی طہ جلی لکھتا ہے کہ جب اسد الدین شیر کوہ کو اتابک زنگی کے شہید ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو اوس وقت سوار ہو کر نور الدین محمود خیمہ کی طرف آیا اور اوس سے کہنے لگا کہ جمال الدین لشکر موصل کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے وہ سیف الدین غازی کو شہید اتابک کے قائم مقام کیا چاہتا ہے میں اوس سے علیحدہ ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں میرا ارادہ یہ ہے کہ میں حلب کو آپ کا دار الحکومت بناؤں اور عساکر شام کو وہیں مجتمع کر کے آپ کی سرداری کی لون سے بیعت توں میرا خیال یہ ہے کہ آخر الامر حکومت اور سرداری کا خوشنامتغہ آپ ہی کو دیا جائیگا۔ کیونکہ ملک شام کی حکومت بغیر قبضہ حلب حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جب حلب پر تسلط ہو جائیگا تو اوس وقت بلاد مشرق پر حکمرانی کرنی آسان ہو جائیگی۔ اسد الدین اسقدر

نور الدین کو سبھا یا اور لشکر شام کو کوچ کرنے کا حکم دیکر اسی شب کو سہ نور الدین محمود کے حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ ساتویں بیچ الثانی ۸۴۷ھ کو یہ سب حلب میں داخل ہوئے نور الدین محمود تو قلعہ میں داخل ہو گیا اور اسد الدین شیر کو قلعہ سے نکلنے کے بیچے کھڑے ہو کر لشکر یون سے نور الدین محمود کی طرف سے بیعت لینے لگا اور بعد عقد بیعت خاص خاص قواعد مقرر کئے اور از سر نو شہر کا انتظام کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ نور الدین محمود۔ اسد الدین شیر کوہ کو تا عمر عزت کی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور جو کچھ وہ دیکھتا یا سننا تھا وہ سب شیر کوہ ہی کے آنکھوں کان سے دیکھتا سننا تھا۔

علامہ ابن اثیر تاریخ ایام انا بکہ میں تحریر کرتا ہے کہ بعد شہادت انا بکہ ملک الاسلام بن سلطان محمود (جو شہید انا بکہ کے ہمراہ تھا) اپنے خیمہ سے نکل کر میدان میں آیا زنگی کی فوج نے اوسکی سلامی دی اور اوس کے ہمراہ ہو گئی۔ جمال الدین محمد بن علی وزیر یہہ رنگ دیکھ کر گہر اگیا اور اوس کے آنکھوں میں دو انا بکہ کی تباہی کا نقشہ پھر گیا اوسکو ملک الاسلام کے خیالات سے پوری آگاہی تھی اوس نے ایسوقت صلاح الدین محمد الباغسیانی امیر حاجب کے پاس ایک مکتوب آدنی کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ بنظر مصلحت وقت مناسب یہہ ہے کہ جو کچھ فیما بین ہمارے قصبے قضا یا ہون اوپر ہلوگ خاک ڈالیں اور سبھکا لیا عنوان اختیار کریں کہ جس یہہ دولت و حکومت ہمارے آقائے مرحوم (زنگی) کے خاندان میں باقی رہ جائے۔ جبکہ ملک الاسلام کے خیالات سے پوری پوری اطلاع ہے اوس نے شہید بک کے مقبوضات پر دست دراز کرنے کا قصد کر لیا ہے اور لشکر ہی اوسکے ہمراہ ہو گئے ہیں اگر اسوقت میں اس امر کا انتظام نہ کیا جائیگا تو آئندہ سوائے کفن افسوس مٹنے کے اور کچھ حاصل نہوگا۔ صلاح الدین محمد الباغسیانی کو یہہ

راسے پسند آئی وہ اپنے مکان سے اوٹھ کر وزیر کے پاس آیا۔ دونوں نے قہقہے کھائیں  
 بعدہ ملک پسرسلان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اوسپر ایسا روغن قاز ملا اور  
 ایسے معقول فقرے دیئے کہ اوس نے زندگی کی بے ریا اطاعت کیوجہ سے سیف الدین  
 غازی کی امارت کو منظور کر لیا۔ یہ دونوں اوسکے دربار سے اوٹھ کر اپنے خیمہ میں آئے  
 اور بمشورہ و صلاح سیف الدین غازی کو شہر روز سے موصل میں بلا بھیجا۔  
 نور الدین محمود اس سے پہلے اپنے باپ کے شہید ہونے کے بعد ہی باشارہ ام الدین  
 شیر کوہ حلب کے طرف چلا گیا تھا اور اوسپر اوس نے قبضہ حاصل کر لیا تھا جمال الدین  
 نے ملک پسرسلان سے سفارش کر کے صلاح الدین محمد کو حلب میں نور الدین محمود کے  
 پاس بھیج دیا اور حماہ کو اوس کے جاگیر میں دیا۔ اور خود ملک پسرسلان کے ہمراہ  
 رکاب رقبہ میں جا پہونچا۔ ملک پسرسلان کو اس نے حکمت عملی سے عیش و عشرت  
 میں مصروف کر دیا اور خود اپنی کارروائی میں مشغول ہو کر برابر اُمراء لشکر اور لشکریوں  
 سے سیف الدین غازی کی طرف سے ہجرت لیکر موصل کو روانہ کرنے لگا۔ بعد چند  
 ملک پسرسلان کو کسی نے یہ سوجھا دیا یا یہ کہ خود وہ خواب خرگوش سے چونکا اور  
 اپنے لشکریوں کو اوس تعداد پر نہ پایا جس تعداد سے وہ رقبہ میں داخل ہوا تھا  
 اسوجہ سے وہ رقبہ سے روانہ ہو کر سنجار میں پہونچا اور اوس کے قلعہ دار سے قلعہ  
 کی کنجیاں طلب کیں۔ قلعہ دار نے وزیر جمال الدین محمد کی تعلیم سے یہ کہلا بھیجا  
 کہ ”میں تو والی موصل کا مطیع ہوں آپ موصل پر قبضہ حاصل کیجئے جسوقت آپ کو  
 موصل پر قبضہ مل جائیگا میں آپ کا مطیع ہو جاؤنگا اور اس قلعہ کو آپ کے سپرد کر دوںگا“  
 ملک پسرسلان یہ جواب سنکر سخت برہم ہوا اور اوس نے قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاری کا  
 حکم دیا جمال الدین محمد یہ خبر پا کر اوسکے پاس گیا اور ہنایت اور بے کہنے لگا کہ ”چھوٹے  
 چھوٹے قلعہ داروں سے نہ بھڑنا چاہئے اور نہ انکو سہنے لگانا چاہئے قوتِ صلحت یہ ہے

کہ آپ موصل کی طرف چلے اگر سیف الدین غازی میں کچھ اس بغاوت کا اثر پایا جائے تو اسکو گرفتار کر لیجئے گا ورنہ وہ خود بہرہ جو آپ کو اسکو معقول سزا دیگا ملک ایران بہرہ شکر خاموش ہو گیا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی بقصد موصل بقیہ لشکر کو ہمراہ لئے ہوئے سنجار سے نکل کر جلد کو عبور کیا۔ جمال الدین محمد اس کی آنکھیں بچا کر نکل کھڑا اور اسکے پہنچنے سے پہلے موصل میں داخل ہو گیا۔ اسی کے اشارہ امیر عز الدین ابو بکر دیسی ملک ایران کے استقبال کو آیا اور ایسی ظاہر داری کی کہ جس سے ملک ایران مطمئن ہو کر تنہا موصل میں داخل ہونے پر آمادہ ہو گیا جسوقت ملک ایران اپنے بقیہ لشکر سے جدا ہو کر موصل میں پہنچا اسیوقت نظر بند کر گیا اور سیف الدین غازی کے اراکین دولت نے بلحاظ رسم و آئین قدیم سلطان سعود اوس کے تخت نشینی کی اجازت لیکر اتنا تک شہید کی جگہ اوسکو بٹھا دیا۔

**نور الدین محمود اور سیف الدین غازی** اس کے بعد سیف الدین غازی کو مالک شام کا خیال پیدا ہوا کیونکہ اسوقت تک نور الدین محمود اس کے خدمت

میں ہمیں حاضر ہوا تھا اور نہ اوس کے تخت نشینی کی دعوت میں بہرہ شریک تھا۔ دونوں بہائیوں میں خطوط کی ظاہر آمد و رفت جاری تھی لیکن قلبی صفائی نہ تھی نور الدین محمود و تقاضائے حسن کیوجہ سے سیف الدین غازی سے ڈر رہا تھا اور سیف الدین غازی اوسکی کمسنی سے بہرہ خیال کر رہا تھا کہ مبادا خود غرض اُمراء اور عیسائی سلاطین اسکی ناخبرہ کاری۔ کمسنی سے فائدہ اٹھا لیں۔ اسی خیال سے سیف الدین غازی موصل سے روانہ ہو کر جسوقت حلب کے حدود کے قریب پہنچا نور الدین محمود بھی ڈر تا ڈر تا حلب سے باہر آیا۔ دونوں بہائیوں میں ملاقات کی صورت یوں قرار پائی کہ اپنے اپنے لشکر گاہ کے باہر ہر ایک پانچ پانچ سو سواروں کی جمعیت ملے۔ نور الدین محمود اور سیف الدین غازی ہر ایک پانچ پانچ سو

سواروں کی جمعیت لیکر نکلے لیکن جیوقت نور الدین محمود کی نظر اپنے بڑے بہائی پر پڑی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور کل سواروں کو خصمت کر کے بن تنہا اپنے بہائی کے قدموں پر جاگرا۔ سیف الدین غازی نے اس کا سراوٹھا کر گلے سے لگا لیا اور نہایت ملاحظت و نرمی سے کہنے لگا۔ ”غیر نور الدین محمود تم میرے پاس کیوں نہیں آتے تھے۔ میرا دل تمہارے دیکھنے کا بے حد شاق تھا۔ کیا تم مجھ سے ڈرتے تھے؟ خدا کی قسم میرے دل میں تمہاری طرف سے کسی قسم کا خیال نہ تھا۔ یہ تو تم خود خیال کر سکتے ہو کہ اگر میں تمہارے ساتھ بُرائی یا بداندیشی سے پیش آؤنگا تو پھر کس کے ساتھ میں سلوک کرونگا اور کس کے ساتھ میری زندگی بسر ہوگی۔ تم مجھ سے چھوٹے ہو تم سے میرے بازو مضبوط اور میری قوت توانا ہے۔“

نور الدین (کمال ادب سے آنکھیں نیچے کر کے) ”میرے کرم بہائی۔ میں اپنی غیر حاضری کی معافی چاہنا زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اس سے کہ میں اپنی غیبت کی کوئی وجہ ظاہر کروں۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی میں نے آپ کے شفقت آمو و خطو کا منشا نہیں سمجھا تھا۔“

سیف الدین۔ میں تمہارے اس جواب سے بے حد خوش ہوا۔ مجھ کو جیسی تمہاری ذات سے توقع تھی ویسا ہی تم نے جواب دیا۔ مجھ کو تے ملنے کی زیادہ تر اسوجہ سے خواہش تھی کہ لوگوں پر اور علی الخصوص عیسائیوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر ایک اتابک شہید ہوا ہے تو اپنی جگہ پر وہ اپنے دواصل چھوڑ گیا ہے اور ان دونوں میں باہم اتفاق ہے۔ کوئی کور باطن ہکو نظر بد سے نہیں دیکھ سکیگا تم میرے معاون اور میں تمہارا خبر گیران رہوں گا۔

نور الدین۔ آپ کا فرمانا بجا اور بالکل صحیح ہے آپ ایسے مرنے کو پیشترنا پسند نہ کرونگا۔ حکومت و سلطنت آپ کے مقابلہ میں بیچ ہے۔

سیف الدین - ہنین ہنین! میں تمہاری ترقی کا سڈراہ ہنین ہو سکتا۔  
 جھکے کب گوارا ہو گا کہ تم دنیا اسلام میں ترقی نہ کرو۔ دیکھو تمہارے بزرگ باپ نے  
 کیا کیا نمایاں کام کئے ہیں افسوس کا مقام ہو گا کہ تم اسکے اخلاف کہلاؤ اور اسکا اس  
 کام نہ کرو۔ میں تمہارا ہر کام میں معین اور تمہاری بہتری کا خواہاں رہوں گا۔

نور الدین - مجھ کو آپ کے ان کلمات سے ایسی تسلی ہو گئی ہے کہ میرے دل میں  
 کسی حالت میں کسی قسم کی بے اطمینانی خادمان والا کی طرف سے نہیں آسکتی میں چاہتا ہوں  
 کہ میں آپ کی خدمت میں اوسط طرح حاضر رہوں جیسا کہ مرحوم پدر کی خدمت کرتا تھا۔  
 سیف الدین - ضرور تمہاری سعادت مندی اسی امر کی مقتضی ہو گی لیکن  
 زمانہ موجودہ کی روش اسکو منع کرتی ہے عیسائی امراء آرام سے بفرما نہ بیٹھیں گے  
 دیکھو جب کوئی کام تمہارے سچے میں نہ آئے تو مجھ سے دریافت کرنا میں ہر وقت  
 تمہاری مدد کو موجود ہوں سیف الدین نے اسقدر سمجھا کہ نور الدین کے پیشانی پر  
 بوسہ دیکر اسکو حلب کی طرف واپس جانے کو کہا اور خود موصل کی طرف چل  
 کھڑا ہوا۔

## عیسائیوں کی پیشقدمی اور سلطان نور الدین محمود کی حمیت اسلامی

دنیا تاریخ کے سیر کرنے والوں میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نظر آئیگی جو اس امر کو  
 تسلیم کرتے ہوں کہ مسلمانوں نے خوزریزی کی ابتدا ہنین کی بلکہ عیسائیوں ہی نے  
 اُن کے برخلاف ہتھیاراں اٹھا کر کہیں اسکو کروسیڈ (جنگ صلیبی) کے مشہور کیا ہے  
 اور کہیں اسکو انسانی ہمدردی کی تعبیر کر کے ایک عام خوزریزی کے سلسلہ جنمائی  
 کی ہے لیکن خدا جانے کیونکر وہ گناہ مسلمانوں پر تلوا اور اٹھانے کا الزام عائد  
 کیا جاتا ہے اور ہر شخص بے سمجھے بوجھے بندگان خدا کے قتل عام کا بدناما دہبتہ

ہنایت موزونیت سے اون کے دامن پر لگا دیتا ہے حالانکہ اسکی کچھ بھی اصلیت نہیں ہے۔ انگریزی۔ فرانسیسی عربی تارخین اگر بغور دیکھی جائیں تو اون سے ایہ محو بی ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے نظیروں و دلائل کی جستجو لا حاصل ہے۔ صرف اتنا تک زندگی کے شہادت کے بعد کے واقعات ملاحظہ فرمائے جسکو ہم اسوقت بغرض معاینہ پیش کیا چاہتے ہیں۔

**محاربہ اعزاز** عربی مورخین تحریر کرتے ہیں کہ جسوقت شہید اتابک قلعہ جبر کے

محاصرہ میں شہید ہوا تھا اسوقت صوبہ اعزاز (راڈیسہ) کا سابق عیسائی حاکم جو سلسلن ثانی علی باشر (غرب فوات) میں مقیم تھا وہ زندگی کی شہادت کا حال سنکر جامسے باہر ہو گیا اور اوس نے ایسی حالت میں اعزاز سے صوبہ کو بغیر جدوجہد کئے خاموشی سے مسلمانوں کو دیدینا پسند نہ کر کے اپنی کامیابی کی یہ تدبیر سوچی کہ پہلے اوس نے وہاں کے عیسائی باشندوں کو ملایا بعد ازاں یحیری کی کشت میں شب کے وقت ماہ جمادی الثانی ۵۴۳ھ میں اعزاز کے مسلمان محافظوں پر مشب خون مارا اور انہیں سے اکثر کو قتل اور باقی ماندہ سب باہیون کو پریشان و منتشر کر دیا اور کسیتقد رخیص لڑائی لڑ کر شہر پر قابض ہو گیا لیکن قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا اور اوس میں شہر کے مسلمان بھی محصور ہو گئے جب اس واقعہ کی خبر سلطان لوزالدین محمود کو ہوئی تو وہ دس ہزار فوج لیکر حلب سے اعزاز کے چہرے پہنچ گیا اور شہر کا ہر چار طرف سے محاصرہ کر لیا اس طرح سے کہ عیسائی فوجیں اسکی فوج اور قلعہ کے محصور مسلمانوں کے درمیان آگئیں۔ صبح ہوتے ہی لڑائی کا بازار گرم ہو گیا سلطان لوزالدین محمود کے اشارہ سے قلعہ والے بھی حملہ کرنے لگے اور سلطان کا لشکر تو پہلے ہی سے لڑ رہا تھا عیسائیوں کو دو طرفہ جنگ نے اسدرجہ تنگ کر دیا کہ اون کو بہا گئے رہستہ دلتا ہتا شام تک اونکو ہزیمت پر ہزیمت

شکست پر شکست ملتی جاتی تھی مگر رات کے اچلنے سے اونکی جان بچ گئی۔ تاریکی نے  
 فتح مند اور حملہ آور گروہ کے ہاتھ حملہ کرنے سے روک دیئے نصف شب گزر چکی تھی کہ  
 عیسائی فوجیں شہر کا دروازہ کھول کر بھاگنے کے قصد سے نکلین قلعہ والوں کو ان کی  
 روانگی کا حال معلوم ہو گیا اونہوں نے فوراً حملہ کر دیا اور سامنے سے سلطان نور الدین محمود  
 کا لشکر بیدار ہو کر اوپر ٹوٹ پڑا۔ عیسائیوں کو اون کے ہتھیاروں اور تازہ کوسٹوں  
 نے کچھ بھی مدد نہ دی اور نہ رات کی تاریکی نے اونکو چپ کر بھاگ جانے دیا۔ اون کے  
 نامی نامی سردار اس واقعہ میں کام آئے۔ جو سکن ثانی میں شہر داروں کو لیکر جان  
 بچانے کی غرض سے ایک برج میں چپ گیا لیکن یہ برج بھی اس زندگی کے مایوس  
 زیادہ عرصہ تک پناہ نہ دے سکا کیونکہ مسلمانوں کو اس حال سے آگاہی ہو گئی تھی انہوں  
 نے فوراً اس برج کو ٹرنگ سے اوڑا دیا۔ جو سکن ثانی تو مسلمانوں کو دھوکا دیکر  
 بھاگ گیا اور وہ بیٹیں سردار جو اسکے ہمراہ اس برج میں چپے تھے شمشیر اجل کے  
 نذر ہو گئے۔ نور الدین محمود۔ جو سکن کے بھاگنے کے بعد مظفر و منصور شہر میں داخل ہوئے  
 لشکریوں نے شہر کو خوب جی کھول کر ٹوٹا اور غارت کیا بعض مورخین کا یہ خیال ہے  
 کہ اعزاز اس سے پہلے شہید انا باک کے فتح کی وقت ٹوٹا گیا تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہی  
 ہے کہ اعزاز نور الدین محمود کے زمانہ فتح میں ٹوٹا گیا ہے۔ سلطان نور الدین محمود  
 نے کامیابی کے تیسرے روز مال غنیمت اور قیدیوں کا جائزہ لیکر اس میں سے  
 اکثر اسلامی امداد اور لوازمین کو تحالفت روانہ کئے۔ شعراء نے اس فتح اور خدا داد کامیابی  
 کے مبارکباد میں قصائد کہے۔ ابن منیر اور فیسیرائی کا قصیدہ زیادہ مشہور اور تہا  
 فصیح ہے۔ علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اعزاز کی بغاوت کی خبر یا کر سیف الدین غازی  
 بھی موصول سے آ رہا تھا اور یہ اعزاز کے قریب سوقت پہنچا ہوا سوقت کہ اس کا  
 بہائی نور الدین محمود کا میاب ہو چکا تھا اسوجہ سے وہ بلا تعرض واپس گیا اور



موصول پہونچ کر اپنے ایک خاص امیر کو تبریک و تہنیت کے غرض سے نور الدین محمود کے پاس روانہ کیا۔

دوسرے کروسیڈ کی تیاری

عزاز کے فتح اور کامیابی سے جس قدر مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی قدر انیشیا کے عیسائیوں کی رنج و الم ہوا اور وہ رنج و الم انہیں پر ختم ہونے والا نہ تھا وہ آئندہ بیدخواری کا باعث بنے کو پیدا کئے گئے تھے اسی وجہ سے انہوں نے عزاز کے چلے جانے کے غم و الم کو اپنے ہی تک محدود نہ رکھا وہ اپنی طاقت کے سبب ہلے سے مایوس ہو کر یورپ کے بادشاہوں کی مدد مانگنے پر آمادہ ہوئے چنانچہ رومی پادریوں کا ایک گروہ یورپ میں جا پہونچا اور پوپ یوگنیس سے اپنے غم و الم کا ماجرا بیان کیا وہ انکی مصیبت کی داستان سُنا کر واٹھا۔ چھاڈ کر پوپ نے انہیں انیشیا کے عیسائیوں کی سفارت کے اظہار سے محض ایما نڈاروں کے اس سردار اعظم (پوپ) ہی کے آنکھوں سے اشک بہنیں نکلے بلکہ عزاز کے مصیبتوں اور یروشلم کے آئندہ خطرات نے عام طور سے لوگوں میں غمخواری اور ہمدردی اور خوف پیدا کر دیا۔ سنٹ برنارڈ یورپ کے عیسائیوں میں جوش پیدا کرنے اور انکو کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے لئے اوٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے وعظ اور دُہوانِ عالم تقریروں نے تمام یورپ میں پہر ایک جوش پیدا کر دیا۔ عامی سے لیکر اعلیٰ طبقہ تک اس کروسیڈ میں شامل ہونے پر آمادہ ہوئے۔ لوئیس ہفتم بادشاہ فرانس نے ایسکے ہاتھوں صلیب لی اور کروسیڈ میں شریک ہونیکا قول دیا۔ شہنشاہ جرمنی بھی

سنٹ برنارڈ۔ برگنڈی کے ایک امیر کا لڑکا تھا نہایت لسان اور فیہم اور مذہبی جوش میں ڈوبا ہوا تھا ہمدردہ برس سے تارک الدنیا ہو کر مذہبی زندگی میں بسر اوقات کر رہا تھا دوسرے کروسیڈ کا بھی بانی اور واعظ ہے اسی سنے یورپ کو دوبارہ کروسیڈ پر اوہار اہتا۔ اور اسی نے عام خواری کلاو بارہ دروازہ کھولا تھا اور یہ اپنے خواری امارادین پورا کامیاب نہیں ہوا۔

اوسکی جاؤ وہیری تقریر میں پہنس گیا اور اوس نے نہایت خوشی اور جوش سے اُس کے متبرک ہاتھوں سے صلیب حاصل کیا برنارڈ کو اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی تھی کہ دو بڑے بادشاہ اس کروسیڈ میں شامل ہونے کو طیار ہو گئے جو اس وقت یورپ میں ہر ایک بجائے خود ایک شمار کیا جاتا تھا۔ مورخین کا یہ خیال ہے کہ گائون کے گائون قصبے کے قصبے خالی ہو گئے تھے۔ شہریران ہو گیا تھا قلعے متروک اور غیر آباد تھے بڑے بڑے شہروں میں یتیموں اور یتیموں اور اپاہج کے سوا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ہر درجہ اور طبقہ کے آدمی بکثرت اپنے اپنے بادشاہوں۔ امیروں کے ساتھ صلیبی لڑائی لڑنے کو آئے تھے۔ حیرت انگیز معاملہ تو یہ ہے کہ اس جنگ صلیبی میں بیشمار عورتیں مرد بن گئی تھیں اور وہ صلیبیں حاصل کر کے تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہوئی تھیں۔

**کروسیڈروں کی تعداد** لوئیس شاہ فرانس کے ہمراہ ایک لاکھ کروسیڈر تھے اور اوسکی ملکہ ایلینر پچاس ہزار عورتوں کی فوج لے ہوئے اوس کے ہمراہ تھی۔ شہنشاہ جرمنی کے ہمراہ بھی اسی قدر فوجیں تھیں اور یہ دو لون فوجیں نہایت مرتب اور باقاعدہ جنگ آزمودہ ہتین علاوہ ان کے عوام الناس بازاریوں کا ایک جم غفیر تھا۔

**شہنشاہ جرمنی** مسلمان مورخ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے شہنشاہ جرمنی کی فوج قسطنطنیہ میں پہنچی۔ انکی کثرت کی وجہ سے اوس کے بادشاہ نے انکی دلجوئی کی۔ نرمی و مدارات سے پیش آیا اور اپنے ملک سے گزر جانے کی اجازت دیدی مگر جس وقت قونہ کی صدی اسلامی حکومتوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی اون کو سلاہ چاڈ لگتا ہے کہ شاہ فرانس کے ملکہ ایلینر کے صلیب حاصل کرنے پر بیشمار عورتوں نے صلیبیں شاید جو جس سے اس دوسرے کروسیڈ میں زیادہ ادبائش طبیعت بدعین آدمی شریک ہوئے (باقی صفحہ ۵۰ میں)

اپنے ملک اور دین کی حفاظت کی غرض سے کوئی برا بیگفتہ کرتا یا نہ کرتا تیار ہونا ضروری تھا اسوجہ سے وہ اون کے ناکہ رُوک کر ہپارون کی چونیٹوں پر چڑھ گئے۔ جسوقت عیسائی ان کے رو برو آئے اونہوں نے چارون طرف سے حملہ کر کے بیشمار عیسائیوں کو کاٹ ڈالا۔ شہنشاہ جرمنی پریشان ہو کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا۔ اثناءِ راہ میں رسد و غلہ کے نہ فراہم ہونے سے صدمہ لشکر مر گئے۔ بمشکل تمام کل قوم کا دسواں حصہ بچا کر نیشا میں پہونچا جہاں پر کشاہ فرانس اسکی شکست کا حال سُکر متروک و متفکر تھا۔ شاہ فرانس نے شہنشاہ جرمنی کے مصائب سُکر افسوس ظاہر کیا اور پھر دونوں نے باہم عہد و پیمان کر کے بارادہ فلسطین نیسے کوچ کر دیا مگر شہنشاہ جرمنی ترکون سے ایسا خالیف ہو گیا تھا کہ اثناءِ راہ میں ترکون کی فوج کے موجود ہونے کی خبر پا کر موسم سرما کے جلد سے فلسطین واپس چلا گیا۔

۵۲ شاہ فرانس شاہ فرانس نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے لاؤڈلیا کیسٹ

(بقیہ نمونہ ۴۹)۔ ملکہ ایلینز کے چال چلن کے نسبت وہ تحریر کرتا ہے کہ اسکے زمانہ قیام الطاکہ میں جن لوگوں پر اسکی خاص عنایتیں تھیں وہ صرف عیسائی ناسٹ نہ تھے بلکہ اوسین سلمانوں کے نام بھی مل گئے جاتے ہیں علی الخصوص ایک نوجوان ترک تھا جسکو اس نے بہت سے قیمتی تحایف دیے تھے اور اوس کے خیال سے بادشاہ کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔

۵۳ عیسائی مورخ ان سب آفتوں اور تکالیف کا باعث یونانی عیسائیوں کو بتاتے ہیں جو اوس وقت فلسطین میں حکومت کر رہے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ یونانی رہبروں نے شہنشاہ جرمنی کو دہوکھا دیکر قونینہ کے سرحد پر پہونچا دیا جہاں اسکو بہت بُرے نقصان کا سامنا ہوا۔ ۵۴ مجاڈ لکھتا ہے کہ شاہ فرانس نے اپنی کل فوج کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا اور ہر حصہ ایک نئے سردار کے زیرِ حکم سفر کرتا تھا جسکو بادشاہ ہدایت کرتا تھا ایک روز اگلے حصہ کا جیا فری ڈی ریگن افسری کر رہا تھا بادشاہ نے سبک بلند پہاڑ پر پہونچنے کا حکم دیا تھا لیکن یہ ملکہ ایلینز کے اصرار سے ایک سرسبز میدان میں ٹہر گیا اور ترک جو۔ (باقی صفحہ ۵۱ میں)

اور وہاں پہونچ کر تنگ پہاڑی رستوں سے گزرتا ہوا اور ترکوں سے لڑتا ہوا بندر  
اطالیہ سے براہ سمندر اٹلیہ میں پہونچ گیا۔ اس کی ایک لاکھ فوج میں سے صرف  
ایک چوتھائی بچ گئی تھی اور باقی تین رعب یا بروایت صاحب کتاب الروضتین  
ایک لاکھ میں سے بیس ہزار آدمی راستے کے مصائب اور ترکوں کی لڑائی سے کم ہونے  
ہو گئے۔ اسی مقام پر شاہ فرانس کو اپنی ملکہ ایلینر پر اس کے چچا رمینڈوالی نے  
سے ناجائز تعلق پیدا کر لینے کا شبہ پیدا ہو گیا اور اس امر پر شاہ فرانس اور  
اسکی بیگم میں اس درجہ ناراضی پہلی کہ ملکہ ایلینر اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے چچا رمینڈو  
کے پاس چلی گئی اور شادی منسوخ کرانے پر آمادہ ہو گئی بادشاہ کو یہ حرکت اسکی  
ناگوار گزری اس نے جبراً شب کی وقت اسکو اپنے لشکر گاہ میں ادھوا سنگھایا  
اور محبوبانہ اظہار سے کوچ کر کے یروشلم میں جا پہونچا۔ یروشلم کے عیسائی  
اس کے آنے کو اپنی خوش قسمتی کا فال نیک سمجھ کر محظوظ ہو رہے تھے کہ اس اثناء  
میں شہنشاہ جرمنی ہی عکا ہوتا ہوا یروشلم میں داخل ہو گیا عیسائیوں کی مسرت  
ان دونوں بادشاہوں کے اکٹھے ہو جانے سے دو چند ہو گئی اور یہ دونوں  
بادشاہ گئے ملکر ایک دوسرے کے مصائب پر خوب پہوٹ پہوٹ روئے اور اس  
مقدس مقام میں نوبہ استغفار کر کے از سر نو عہد و اقرار پیمان کیا اور مسلمانوں کے

(بقیہ نو صفحہ)۔ اس ناک میں لگے ہوئے تھے اس پہاڑ پر قابض ہو گئے۔ جس وقت پھلحقہ حسین خود  
شاہ فرانس تھا ان کے سامنے ہو کر گزرا اور انکو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا تو وہ لوگ لغوہ  
راشد اکبر مارنے ہوئے آپڑے۔ قیس سرداروں کو جو بادشاہ کے ہمراہ تھے ایک ایک کر کے  
قتل کر ڈالا۔ بادشاہ تھرا گیا تو وہ کسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہیاگ نکلا مسلمانوں نے عام  
سباہی سمجھ کر اسکا تعاقب نہ کیا اور یہہ ہفتان و خیزان اپنی اگلی فوج کے حصہ  
سے جا ملا۔

برطانیہ بہتیار اوٹھانے کی قسمیں کھائیں۔

**دمشق پر عیسائیوں کا حملہ** بالڈون ثالث جس نے ابتداء ہی سے خونخوار طبیعت

پائی تھی اور اس وقت وہ یروشلم کا بادشاہ تھا اس نے یورپ کے ان دو عظیم الشان بادشاہوں کے اکٹھے ہوجانے کو اپنی کامیابی کا کافی ذریعہ سمجھ کر اپنے فتوحات کے وسعت میں پرتل گیا اور ایک کونسل منعقد کر کے بعد بحث و مباحثہ یہ طے کر لیا کہ دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لینا چاہیے ان دونوں بادشاہوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور بالڈون کے ہمراہ یروشلم سے روانہ ہو کر دمشق پر جا اترے۔ دمشق میں ان دنوں امیر معین الدین انز حکومت کر رہا تھا وہ بھی حملہ آور فوج کی آمد سن کر دمشق سے مسلح ہو کر نکلا۔ چوٹی رجب الاول ۵۴۳ھ یوم مشنبہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ دمشق اندون متواتر حملوں اور آئے دن کے محاصروں سے نہایت کمزور ہو رہا تھا۔ اس کے تین طرف مٹی کی شہر پناہ بنی ہوئی تھی اور ایک طرف باغات تھے جنکے کثرت پر سقدرا و سکو اعتماد تھا۔ عیسائی فوج نے اسی طرف سے اس کا محاصرہ کیا تھا۔

**عیسائیوں کی ناکامی** امیر اسامہ بن منقذ کتاب الاعتبار میں تحریر کرتا ہے کہ دمشق کی

فوج میں سلمانوں کے بڑے بڑے مشایخ بھی شریک تھے۔ فقہیہ

امام یوسف فندلاوی مالکی اور شیخ عبدالرحمن حلقول رحمہما اللہ تعالیٰ جو دمشق کے

عمادین مشایخ سے شمار کئے جاتے تھے اسی لڑائی میں شہید ہوئے ہیں۔ تاریخ کا

میں لکھا ہے کہ معین الدین اترے فقہیہ موصوف کو لڑائی کے میدان میں دیکھ کر کمرسنی

کیوجہ سے اونکو جنگ کرنے سے روکنا چاہا لیکن فقہیہ موصوف اپنے اوس جوش کو

جوہر دیندار کے دل میں مذہب کی حمایت کا ہوتا ہے نہ روک سکے اور تقدیر

سہ پہ فقرہ ایہ کریمہ ان اللہ اشترے من المؤمنین الفسہم و اموالہم بان لہم الجنہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

واشترے (بے شک پہنچ فرخت کیا اور اوس نے مول لیلیا) فرماتے ہوئے  
عیسائیوں کی فوج میں گھس گئے اور وہیں لڑ کر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ایک  
بہت بڑی خوفناک لڑائی ہوئی اور عیسائی فوجیں میدانِ اخضر تک پہنچی  
جہاں آئین دمشق کی فوجیں کئی تعداد کی وجہ سے اونکو نہ روک سکیں۔ چونکہ  
عیسائیوں کو اپنی کثرت اور اعتماد تھا اسوجہ سے ابد ہر وہ لڑائی میں ہستی  
کرنے لگے اور اود ہر معین الدین نے سیف الدین غازی کو عیسائی فوج  
کے آنے کی خبر دیدی اور اوس سے امداد طلب کی سیف الدین غازی اپنا  
جری لشکر لے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور سلطان نور الدین محمود  
دوسرے طرف سے یہ واقعہ سنکر حمص میں اپنے بھائی سے آ ملا۔ یہیں سے  
دولون بھائیوں نے پہلے عیسائی کروسیڈروں اور شام کے عیسائیوں کو  
اپنی رعب و سطوت سے ڈرایا بعدہ معین الدین کو یہ لکھ بھیجا کہ ”میں اپنے ہمراہ  
ایک خوشحال مسلح فوج لاسکتا ہوں اور ایک محظہ میں عیسائیوں کو سر زمین دمشق  
سے نکال سکتا ہوں لیکن دمشق میرے حکام کے قبضہ میں نہیں ہے اگر خدا بخوات  
نہزبت نصیب شہنشاہ ہوئی تو بوجہ دوری ہم جانبر نہوسکیں گے اور عیسائی  
بمخشدہ دمشق پر قبضہ کر لینگے اسوجہ سے اگر تمکو ہماری امداد کی ضرورت ہے  
اور تم عیسائیوں کو اپنے ملک سے دور کیا جاتے ہو تو دمشق میں کسی ایسے شخص کو  
حاکم بناؤ کہ جسپر تمکو اعتماد ہو ہم اس امر پر حلف لے سکتے ہیں کہ کامیابی کے بعد  
دمشق میں ایک محظہ ہی نہ ٹھہریگے معین الدین نے اس خط کا جواب چمکے لکھا  
لیکن اس سے اوس نے خاطر خواہ فائدہ اٹھالیا اور عیسائی کروسیڈروں کو  
یہ کہلا بھیجا کہ ”تمہاری خبریت اسی میں ہے کہ تم فوراً دمشق سے کوچ کر جاؤ  
ورنہ صبح شام میں سلطان الشرق (سیف الدین) اپنا ایسا لشکر لے

برطانیہ ہتھیار اٹھانے کی نشین کہا یں۔

**دمشق پر عیسائیوں کا حملہ** بالڈون ثالث جس نے ابتدا ہی سے خونخوار طبیعت

پائی تھی اور اس وقت وہ یروشلم کا بادشاہ تھا اس نے یورپ کے ان دو عظیم الشان بادشاہوں کے اکٹھے ہو جانے کو اپنی کامیابی کا کافی ذریعہ سمجھ کر اپنے فتوحات کے وسعت دینے پر نل گیا اور ایک کونسل منعقد کر کے بعد بحث و مباحثہ یہ طے کر لیا کہ دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لینا چاہیے ان دونوں بادشاہوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور بالڈون کے ہمراہ یروشلم سے روانہ ہو کر دمشق پر جا اور ترے۔ دمشق میں ان دونوں امیر معین الدین انز حکومت کر رہا تھا وہ بھی حملہ آور فوج کی آمد سن کر دمشق سے مسلح ہو کر نکلا۔ چہٹی ربیع الاول ۵۴۳ھ یوم مشنبہ سے لڑائی شروع ہو گئی۔ دمشق اندون متواتر حملوں اور آئے دن کے محاصروں سے نہایت کمزور ہو رہا تھا۔ اوس کے تین طرف مٹی کی شہر پناہ بنی ہوئی تھی اور ایک طرف باغات تھے جسکے کثرت پر سیدھا رسکو اعتماد تھا۔ عیسائی فوج نے اسی طرف سے اوسکا محاصرہ کیا تھا۔

**عیسائیوں** امیر اسامہ بن منقذ کتاب الاعتبار میں تحریر کرتا ہے کہ دمشق کی

**کی ناکامی** فوج میں لمانوں کے بڑے بڑے مشائخ بھی شریک تھے۔ فقہیہ

امام یوسف فندلاوی مالکی اور شیخ عبدالرحمن حنبلول رحمہما اللہ تعالیٰ جو دمشق کے

عما بدین مشائخ سے شمار کئے جاتے تھے اسی لڑائی میں شہید ہوئے ہیں۔ تاریخ کا

میں لکھا ہے کہ معین الدین اترے فقہیہ موصوف کو لڑائی کے میدان میں دیکھ کر کسی

کیوجہ سے اونکو جنگ کرنے سے روکنا چاہا لیکن فقہیہ موصوف اپنے اوس جوش

جو ہر دیندار کے دل میں مذہب کی حمایت کا ہوتا ہے نہ روک سکے اور

اللہ اشترے ابن المؤمنین الفہم و امواہم بان ہم المجدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

واشترے (بے شک) بیچ فروخت کیا اور اوس نے مول لیلیا) فرمائے ہوئے  
 عیسائیوں کی فوج میں گھس گئے اور وہیں لڑ کر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ایک  
 بہت بڑی خوفناک لڑائی ہوئی اور عیسائی فوجیں میدانِ اخضر تک پہنچی  
 چلی آئیں دمشق کی فوجیں کی تعداد کیوں سے اونکو نہ روک سکیں۔ چونکہ  
 عیسائیوں کو اپنی کثرت تعداد پر اعتماد تھا اسوجہ سے ایدہر وہ لڑائی میں ہستی  
 کرنے لگے اور اود ہر معین الدین نے سیف الدین غازی کو عیسائی فوج  
 کے آنے کی خبر دیدی اور اوس سے امداد طلب کی سیف الدین غازی اپنا  
 جری لشکر لئے ہوئے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور سلطان نور الدین محمود  
 دوسرے طرف سے یہ واقعہ سنکر حمص میں اپنے بھائی سے آملا۔ یہیں سے  
 دولون ہمایوں نے پہلے عیسائی کروسیڈروں اور شام کے عیسائیوں کو  
 اپنی رعبائے سطوت سے ڈرایا بعدہ معین الدین کو یہ لکھ بھیجا کہ ”میں اپنے ہمراہ  
 ایک خونخوار مسلح فوج لاسکتا ہوں اور ایک محظہ میں عیسائیوں کو سرزمینِ دمشق  
 سے نکال سکتا ہوں لیکن دمشق میرے حکام کے قبضہ میں نہیں ہے اگر خدا بخوات  
 نہزیمت نصیبِ شمنان ہوئی تو بوجہ دوری ہم جانبر نہوسکیں گے اور عیسائی  
 بخذشہ دمشق رقبہ کر لینگے اسوجہ سے اگر تمکو ہماری امداد کی ضرورت ہے  
 اور تم عیسائیوں کو اپنے ملک سے دور کیا جاتے ہو تو دمشق میں کسی ایسے شخص کو  
 حاکم بناؤ کہ جسپر تمکو اعتماد ہو ہم اس امر پر حلف لے سکتے ہیں کہ کامیابی کے بعد  
 دمشق میں ایک محظہ ہی نہ بھرینگے معین الدین نے اس خط کا جواب کچھ نہ لکھا  
 لیکن اس سے اوس نے خاطر خواہ فائدہ اٹھالیا اور عیسائی کروسیڈروں کو  
 یہ کہلا بھیجا کہ ”تمہاری خبریت اسی میں ہے کہ تم فوراً دمشق سے کوچ کر جاؤ  
 ورنہ بیچ شام میں سلطان الشرق (سیف الدین) اپنا ایسا لشکر لئے



آ رہا ہے جس کے مقابلہ کی تم میں تاب نہیں ہے۔“ لہذا ایک سفارت شام کے عیسائیوں کے پاس اس مضمون کا بھیجا کہ ”تم لوگ دو بلاؤں میں مبتلا ہو اگر ان عیسائی حجابوں نے دمشق پر قبضہ حاصل کر لیا تو یہی تم اپنے ملک کی خیر نہ جانتا وہ تمہارے مقبوضہ پر حملہ کرینگے اور اگر میں نے دمشق کو سیف الدین غازی کے سپرد کر دیا تو تم خوب اچھی طرح سے یہ یاد رکھنا کہ تم لوگ اس کو بیت المقدس پر قبضہ حاصل کرنے سے نہ روک سکو گے مناسب یہی ہے کہ تم اپنے ہم قوم کو سچا بھبا کر دمشق سے ہٹا لو یا یہ کہ تم ہمارے ہم صیغہ ہو جاؤ، شام کے عیسائیوں کو معین المدین کی اس سفارت سے بہت زیادہ خوف پیدا ہوا اور انہوں نے یہی سیف الدین غازی کی خارجہ شکاف تلوا اور جرّار فوج ڈر کر یا مینٹ خوشامد دمشق کو رسید روٹو واپس بلالیا عیسائی مورخ اس بے نیل مرام واپس ہونے کو عیسائی امراء کے باہمی نزاعات اور ضد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کروسیڈروں کی مراجعت اس واقعہ کے بعد ان صلیب برداروں نے عسقلان کا محاصرہ کرنے اور اوس پر قبضہ حاصل کرنے کا مشورہ کیا مگر وہ بھی پورے نہ ہو سکا۔ مجبور ہو کر پہلے تو شہنشاہ جرمنی یورپ کو لوٹ گیا اور بعد اس کے شاہ فرانس جنڈے فلسطین میں رہ کر ۱۲۹۱ء میں اپنا سامنہ لیکر واپس ہو گیا یہ دوسرا کروسیڈ تھا یہ بھی جوش اور سرگرمی سے شروع ہوا تھا اوس کے بہت زیادہ ناکامی اور تباہی پر خود بخود ختم ہو گیا اور پھر ہر وقت سے تیسرے کروسیڈ کی یورپ میں تحریک ہونے لگی جس کے جوش سیلاب کو سلطان صلاح الدین اعظم نے فرو کیا ہے۔

فینش کی گرفتاری یورپ کے عیسائی کروسیڈروں کے ایک فینش والی طلبہ نے باوجود تلاش اور پتہ کے نام کی تحقیق نہیں ہوئی اسکا ادبائے کروسیڈ میں آیا تھا اور اوس نے اس کو اس سے بچ گیا تھا۔

(تاندلس) کا لڑکا تہا وہ دشمن سے ناکامی کے ساتھ واپس ہو کر ٹامرا دیورپ جانے کو  
 ناپسند کر کے حصن عزمیہ پر جاوڑا اور اسکو قلعہ (ریمنڈ کونٹ آف ٹریپولی) والی  
 طرابلس سے فتح کر کے طرابلس کے طرف بڑھنے کا قصد کیا قلعہ اس قلعہ کے چلے جانے سے  
 سخت متزدد ہوا اور اس نے اس کے شر سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی کہ اس نے سلطان الدین  
 کو لکھ بھیجا کہ ”آپ حصن عزمیہ کو فتح کر لیجئے میں کچھ معترف نہوں گا میرے دل میں  
 اسکی ہمدردی ذرہ بہر بھی نہیں ہے“ سلطان اولیٰ دوزن بعلبک میں معین الدین  
 والی دمشق سے ملنے کو گیا تہا قلعہ کا یہ پیام اسکو وہیں ملا اور اس نے معین الدین انرا  
 بھی ہم حصن عزمیہ کے لئے تیار کر لیا اور اسکو معہ اس کے فوج کے اپنے ہمراہ لئے ہوا  
 حصن عزمیہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور روانگی کی وقت ایک خط اپنے بہائی سیف الدین  
 غازی کے پاس بھیج دیا۔ سیف الدین غازی خود تو اس ہم پر نہ آیا لیکن اس  
 ایک کثیر التعداد فوج بسرگروسی امیر عزالدین ابوبکر والی جزیرہ ابن عمروانہ کر دیا  
 اتفاق وقت سے یہ کل اسلامی جنگ آد فوجیں یکے بعد دیگرے ایک دوروز  
 کے مدت میں حصن عزمیہ پر پہنچ گئیں۔ اور نہایت تیزی اور ہوشیاری سے اسکا  
 محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اسلامی فوجیں قلعہ کی فصیلوں پر چڑھنے کی  
 کوششیں کرتی تھیں لیکن عیسائی تیر اندازوں کو قریب آئے دیتے تھے چاروں  
 تک لڑائی اسی صورت سے جاری رہی پانچویں روز مسلمانوں نے ٹرنگ کے  
 ذریعے قلعہ کی جنوبی دیوار توڑ ڈالا اور سلطان نور الدین کے ہمراہ تکبیر کہتے  
 ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ عیسائیوں کو جب تکبیر کہنے کا میابی پر کچھ بہرہ  
 اسوقت تک برابر مقابلہ کرتے رہے کہ جب اونکی مایوسانہ کوششوں نے اونکو  
 نا امید کیا جواب دیا تو انہوں نے خمبہ ہو کر امانین طلب کیں اور اپنے  
 آپ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ علامہ ابو یعلیٰ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان

کے موجودہ عیسائی لشکر کا زیادہ حصہ اس محرکہ میں کام آگیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ نجمہ اون کے خود فنش والی طلیطلہ کا لڑکا تھا۔ سلطان نور الدین محمود نے کامیابی کے بعد عیسائی قیدیوں اور مال غنیمت کو امیر غزالدین ابوبکر کے ہمراہ اپنے بہائی سیف الدین غازی کے پاس حمص میں بھیج دیا اور خود ابن فنش کو مدعو اور کیسی ملک گرفتار کر کے ہوٹلیٹھ لٹ کھڑا ہوا اور واپسی کی وقت مقاماً باسوطا اور پاپ پراوس کے باشندوں اور حکام نے بخوشی و امان اس کو قبضہ دیدیا۔

**عیسائیوں کی بغاوت** اسی زمانہ میں شامی عیسائی پورپ کے کرویدمون کا زور شور سنکر صوبہ اعزاز کے باشندوں کی طرح بغاوت پر کمر بستہ ہوئے اور اپنے گئے ہوئے مالک پر قبضہ حاصل کر لینے کے غرض سے امن و آرام کی زندگی تلخ کرنے لگے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کو بعد شہادت زنگی بہہ خیال پیدا ہوا کہ زنگی تو شہید ہو گیا ہے اور اس کے لڑکوں میں پہننے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ایسی حالت میں کسی اور زمانہ کا انتظار کرنا بالکل نامناسب ہے اس وجہ سے انہوں نے ہر مقام پر بلو شروع کر دیا تھا۔ لیکن سلطان نور الدین کی تازہ کوششوں نے ان کو خوب خوب زکین دین اور انکو اولی سر تابی اور بغاوت کی بہت اچھی سزا دی ایک ہی وقت میں ارتاح۔ مابولہ۔ بھر قوت۔ کفر لانا میں عام بغاوت پہلی ہوئی تھی اور وہ ان چاروں مقامات کے اسلامی فوجوں کا افسر علی بنایا انکو لڑا رہا تھا۔ کہیں تو وہ ارتاح کے حملہ آور فوج کے ساتھ ملکر شہر سپاہ کے قوت نے میں مصروف نظر آتا تھا اور کیوقت مابولہ سے باغی عیسائیوں کے نکلنے میں کوششیں کرتا تھا اور ضرورت کیوقت بھر قوت اور کفر لانا پر حملہ کر کے باغیوں کے مجمع کو منتشر اور پریشان کرتا تھا۔ اسکے انہیں

قابل قدر کوششوں اور استعدادی نے نہایت جلد عیسائیوں کے بلوے کو فرو کر دیا اور ان چاروں مقامات سے فتنہ و فساد کو چند روز کے لئے ایسا رفع کر دیا کہ عیسائی مدتوں اوس کے نام کو بھولے رہے۔

**عیسائی کو نسل کا بد نتیجہ** اس کے ایک سال کے بعد پھر عیسائیوں میں یورش پیدا ہوئی اور انہوں نے آئندہ خونریزی کا دروازہ مفتوح کر کے نوز الدین کے سلسلہ فتوحات کے رُوک تھام کے غرض سے ۵۴۳ھ مقام بصرے (بقرے) میں ایک کونسل منعقد کیا اور اوس میں بغیر بحث و تکرار یہ طے کر لیا کہ کل شامی عیسائی ایکجا ہو کر پہلے حلب کے مقامات پر حملہ کریں جب نوز الدین ہمارے مقابلہ پر آئے تو ایک حصہ اوس کا مقابلہ کرے اور دوسرا حصہ فوج کا دوسرا اسلامی شہروں کی طرف بڑھ جائے۔ نوز الدین محمود ایسی حالت میں کی طرح ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا لیکن سلطان نوز الدین محمود کو اوس کے جاسوسوں نے عیسائیوں کے اس ضلح اور مشورہ سے آگاہ کر دیا اوس نے بلا توقف حلب سے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیدیا اور عیسائیوں کی روانگی سے پہلے خود اون کے سردنبر پہونچ کر لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ عیسائی بلوائی جو اطراف و جوانب سے بطح ملک گیری مجتمع ہو رہے تھے وہ سب کے سب منتشر و پریشان ہو گئے اور انکو اونکی کوششوں اور اتفاق و مشورہ نے کچھ نفع نہ پہونچایا بلکہ وہ کمال بے سرو سامانی سے بحال پریشان میدان جنگ سے بہاگ کھڑے ہوئے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ اس محرکہ میں بیشمار عیسائی مارے گئے اور ان کے نامی نامی سرداروں کا ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا اس واقعہ سے جانبر ہونے والے عیسائیوں کی تعداد نہایت قلیل تھی سلطان نوز الدین محمود نے کامیابی کے بعد دربار بغداد اور اپنے بہائی سیف الدین غازی اور سلطان

مسعود جو قی کے پاس ہی مال غنیمت اور قیدیوں کے حصص پہنچے تھے شعرا نے اس فتحیابی کی تہنیت میں قصاید لکھے مغلہ اون کے قیسرانی کا قصیدہ جو اس کے دربار کا خاص شاعر تھا بہت مشہور و معروف ہے۔

**سلطان نور الدین** اس واقعہ کے بعد چڑے اور سکوا اپنے اس سلسلہ اور قطب الدین اندرونی معاملات میں دست اندازی کی اور سکوا ضرورت ہوئی کیونکہ ۵۴۴ھ میں سیف الدین غازی والی موصل والی مار دین کی بیجا پیش قدمی سے بلاد مار دین پر چڑھ گیا تھا اور اس کے چند مقامات پر قبضہ حاصل کر کے بمصالح موصل کو ٹوٹا کر رہا تھا اتفاق سے اثنار راہ میں علیل ہو گیا اور موصل پہنچ کر ایک کسین کا چوڑ کر رہ گیا تھا۔ جمال الدین وزیر اور زین الدین قلعہ دار موصل نے متفق ہو کر اس کے یہاں قطب الدین کو بچائے سیف الدین کے موصل کا حاکم بنالیا تھا اور سلطان نور الدین اندلون شام میں تھا اور انطاکیہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا اسی اثنار میں عبد الملک المقدم حاکم قلعہ سنجار نے ملک و مال کی ابترا ظاہر کر کے موصل پر قبضہ کر لینے کی تحریک کی اور علاوہ اس کے اکثر افراد دربار سیف الدین غازی قطب الدین سے بد دل ہو کر اس کی حکومت پر رضامندی ظاہر کر رہے تھے سلطان نور الدین محمود بنظر انجام دینی اپنے شتر خصوصاً کو جنین ہد الدین شیر کوہ اور مجد الدین ابوبکر ابن الدایہ ہی تھے ہمراہ لیکر براہ سنجار موصل کو روانہ ہو گیا۔ یہہ جسوقت مقام ماکسین میں پہنچا تھا اسوقت بہت شدت سے بارش ہو رہی تھی اس کے ہمراہی اس سے پیچھے رہ گئے تھے یہہ صرف چہہ سواروں کے ہمراہ ماکسین میں داخل ہوا۔ ماکسین کے پولیس اسکو نہ پہچانا اور معمولی لشکر کی ترکمانی سمجھ کر شہنہ ماکسین کے پاس

اطلاع دہی کے غرض سے گئے پولیس والے اپنے افسر سے پوری رپورٹ کر کے  
 پائے تھے کہ سلطان نور الدین محمود دارالشحنہ میں جا پہنچا شحنہ مانگسین اوسکو  
 دیکھ کر آداب شاہی کے موافق سلام کیا اور دست بوسی کر کے علیحدہ کمرہ ہو گیا  
 رات بہر بہہ دارالشحنہ میں ٹہرا رہا جب دو برسے روز اس کے بقیہ ہمراہی  
 تو ان کو اپنے ہمراہ لیکر سنجار کو روانہ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے  
 عبد الملک المقدم سنجار میں اپنے لڑکے شمش الدین محمد کو چھوڑ کر موصل کو روانہ  
 ہو گیا تھا اور روانگی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ ”اگر سلطان نور الدین محمود  
 میرے بعد تشریف لائیں تو مجھ کو چپکے اطلاع دیدینا“ شمش الدین محمد نے  
 اس کے پہنچتے ہی دو سو ارون کو اپنے باپ کے واپس لانے کو روانہ کر دیا  
 چنانچہ عبد الملک المقدم تل یعفر سے موصل کے قریب پہنچ کر واپس آیا اور  
 سلطان نور الدین محمود کی حکومت کو جسے وہ مدون سے تسلیم کر چکا تھا  
 بظاہر بھی مان لیا قطب الدین کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنا لشکر  
 لئے ہوئے موصل سے نکلا اور تل یعفر پر پہنچ کر بارادہ جنگ ٹہر گیا سلطان  
 نور الدین محمود نے اس خدشہ کو پیش نظر کر کے فخر الدین قرا ارسلان الی حصن  
 پہلے سے بلا بھیجا تھا اور وہ ہمہ اپنے لشکر کے اس کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔  
 ہنوز لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن درمیانوں نے دونوں بہائیوں  
 میں خاصی ناچاقی پیدا کر دی تھی خط و کتابت کے سلسلے جاری تھے جلال الدین  
 وزیر جو اس خاندان کا دلی ہی خواہ تھا اور جس نے بعد شہادت آنا تک زندگی  
 اس خاندان کو ملک البرسلان کے ہاتھوں بربادی سے بچایا تھا وہ اس لڑائی کا  
 سخت مخالف تھا لیکن کسی مصیبت سے اس وقت تک خاموشی کے انگہوں سے  
 ان معاملات کو دیکھ رہا تھا جب طرفین کی نامافیان حد سے تجاوز ہوتی

نظر آئیں تو اوس نے قطب الدین کو ایک روز تنہائی میں سمجھایا اور یہہ راہ دی کہ بالفعل قرین مصلحت یہہ ہے کہ حمص سلطان نور الدین محمود کو دیا جائے اور بجائے اوس کے سنجار لکھیا جائے کیونکہ ایک تو حمص کی سرحد عسائیون کے ملک سے ملی ہوئی ہے آئے دن ایک نہ ایک جھگڑا اٹھتا رہتا ہے اور تہم اونکی مدافعت کی قوت نہیں ہے اور دوسرے یہہ ہے کہ وہ بھی آپ کے بہائی اور بڑے بہائی ہیں اون سے لڑنا بالکل نامناسب ہے قطب الدین نے جمال الدین وزیر کی یہہ رائے پسند کر لی اور دوسرے روز صبح ہونے ہی تنہا سلطان نور الدین محمود کے پاس چلا گیا سلطان نے اسکو اپنے گھر سے لگایا اور اسکی خواہش کے موافق حمص و رجبہ سے سنجار کا تبادلہ کر لیا۔ اگلے دن سلطان نور الدین محمود اپنے بزرگ باپ شہید اتابک کے وقت کے خزائن و حساب سنجار سے لیکر حلب کو چلا گیا اور قطب الدین نے سنجار کو زین الدین کے سپرد کر دیا اسوجہ سے کہ حمص اس کے بہائی کی جاگیر میں تھا۔

**جنگ النطاکیہ** | انہیں معاملات کے اشار میں پرنس النطاکیہ پانچ ہزار سواروں کی

جمعیت سے مصافات حلب کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا سلطان نور الدین محمود جب حلب میں پہونچا اور اس امر کی اوسکو اطلاع ہوئی تو اوس نے پہلے امیر الدین والی دمشق کو طلبی کا خط لکھا بعدہ خود تین ہزار سواروں کے ہمراہ حلب سے نکل کھڑا ہوا اور امیر معین الدین اپنی طرف سے مجاہد الدین بزرا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ دمشق سے روانہ کر کے خود بغرض حفاظت حوران کی طرف چلا گیا عسائی اور اسلامی فوجوں کا مقام آنتب میں یوم چار شنبہ اکیسویں صفر ۷۵۴ھ کو متقابلہ ہو گیا سلطان نور الدین محمود بذاتہ اس لڑائی میں ایک جانب از سپاہی کی طرح

جنگ کر رہا تھا اور باین ہمہ اپنے پورے لشکر کی افسری ہی کرتا جاتا تھا۔

**پرنس انطاکیہ کا مارا جانا** ابن ابی طے لکھتا ہے کہ اسکا نامی سپہ سالار اسد الدین شیرکوہ نے اس معرکہ میں بہت بڑی جو انفرادی کی یہہ اپنی

صف سے شیرز کی طرح نکلا اور عیسائیوں کی صفیں بہاڑتا ہوا صلیبی نشان کے پاس پہونچ کر ایک ہی وار سے اوس پادری کو مار ڈالا جسکے ہاتھ میں صلیب بھی بعد ازان اوس نے خود پرنس انطاکیہ پر حملہ کر کے اوسکو تہ تیغ کیا اور اوسکے ساتھ ہی کئی نامی نامی عیسائی سرداروں کو کاٹ ڈالا جب عیسائی سپاہیوں نے اوسکو چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کرنا چاہا تو وہ پہرہ داروں کی صفوں کو بہاڑتا اور ان کو مارتا ہوا نکل آیا۔ عیسائی فوج میں اس واقعہ سے گہرے غم اور نہایت بے سروسامانی سے میدان جنگ سے پسپا ہو کر بہاگین مسلمانوں نے ان کا کچھہ دور تک تعاقب کیا اور سلطان نور الدین محمود نے انطاکیہ کے دروازہ پر پہونچ کر اپنا نیزہ گاڑ دیا انطاکیہ پہلے ہی سے اپنی حفاظت کرنوالوں سے خالی ہو چکی تھی اوس میں سوائے ستمولی رعایا اور تجارت پیشہ عیسائیوں کے اور کوئی نہ رہ گیا تھا اوہوں نے فتح نصیب سلطان سے مہلت مانگی اوس نے کمال رحم دلی اور خذہ پیشانی سے اہل انطاکیہ کو ایسی حالت میں ان کے خواہش کے مطابق مہلت دیدی جبکہ وہ بے یار ویاور ہو رہے تھے۔

**دوسرے پرنس کی گرفتاری** پرنس انطاکیہ کے مارے جانے کے بعد اوس کے نسل سے ایک کم سن لڑکا بیمختہ نامی موجود تھا لیکن کسی

کیوجہ سے وہ اپنے ملک و لشکر کو نہ توسبناں سکتا تھا اور نہ مسلمانوں سے صلیبی لڑائی لڑ سکا قابل تھا اسوجہ سے پرنس انطاکیہ کے بیوہ بی بی نے ایک دوسرے پرنس سے عقد کر کے اوسکو انطاکیہ کے ملکی اور جنگی محکوم کی افسری دیدی۔



یہہ پرنس بظاہر اپنے خونخوار ارادوں سے نہایت سخت جنگجو نظر آ رہا تھا لیکن ابتدا میں سلطان نور الدین محمود سے اوچھکراپنی تمناؤں کا خون کر بیٹھا۔ سلطان نے اسکو نہایت ناکامی سے پسپا کیا اور پہلے وقت اسکو خود سلطان نے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد ہیمنڈ تخت الناکہ پر بیٹھا اور وہ ۵۵۹ھ تک حکومت پذیر رہا تا آنکہ مہم مارم میں اسکو بھی سلطان نور الدین محمود نے ایک لڑائی میں گرفتار کر لیا۔ جیسا کہ آئندہ ہم مفصل بیان کریں گے۔

والی دمشق کی  
بد عہدی اور  
نور الدین پہلا حملہ

اس کے واقعہ کے بعد پیر عیسائیوں نے اطراف اعمال حورانہ میں بغاوت شروع کی دن دہاڑے مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے لگے۔ ان کے مال اسباب کوٹ لیتے تھے ان کی عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی آزادی اور پاک مذہب اسلام سے محروم کر دیتے تھے سلطان نور الدین محمود کے کانوں تک جب یہ خبر وحشت اثر پہنچی تو اوس نے پہلے ان کو اپنے خوفناک ارادے سے ڈرایا لیکن جب وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو اوس نے انکی سرکوبی کا ارادہ کر کے معمول کے موافق والی دمشق سے ایک ہزار سواروں کو معہ ان کے سپہ سالار کے طلب کیا۔ سابلن والی دمشق کے مرنے سے دمشق کا انتظام مجدد اتر مورما ہتا نہ تو جدید حاکم میں عہد و اقرار کی پابندی ہتی اور نہ اوس میں فوجی ہمدردی باقی رہی ہتی بلکہ وقتاً فوقتاً یہہ اپنی ناجذبہ کاری کم فہمی سے عیسائیوں سے سازش کر لیتا تھا جس سے یہہ تو منتفع نہ ہو سکتا تھا اور وہ خاصے طور اسکی سازش سے فائدہ اٹھالیتے تھے شاید اوس نے عیسائیوں کے بہرہ پر سلطان نور الدین محمود کے حکم کی تعمیل نہ کی سلطان نور الدین محمود کو جو سلطان اُمراء کی نا اتفاقی دور کرنے اور ایک سلامی پُرسوکت قوت بنانے کے غرض سے

پیدا کیا گیا تھا جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کو بسرگر وہی اسد الدین شیر کوہ اطراف حورائینہ کو روانہ کیا اور خود ایک حصہ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے بقصد دمشق۔ مرج یوس میں جا اترتا اور اس کے لشکر کا کچھ حصہ مقام یعقور میں ٹھہرا رہا۔ دو دن کے بعد مرج یوس سے روانہ ہو کر بعلبک میں جا پہنچا بعلبک اور اس کے اطراف میں ایک سات سے پانی نہ برسے کی وجہ سے قحط پڑا ہوا تھا۔ اتفاق وقت سے بعلبک میں آدھ دن بارش ہوئی جسے وزیرہ عادل سلطان داخل ہوا تھا۔ بعلبک والوں نے اس کی تشریف آوری کو نزول رحمت کا باعث سمجھا اسکی شہر کی دولت و حکومت و لغت کی دعائیں مانگیں۔ ایک روز وہ یہاں ٹھہرا رہا دوسرے روز صبح بعلبک سے اوٹھ کر ۲۶ ذیحجہ ۵۵۵ھ کو جسے خشب پر جا کر سقیم ہو گیا جہاں کہ دمشق کی اکثر شہر فوجیں ٹھہرا کرتی تھیں۔

**مصاحت** والی دمشق جب کو عیسائی امراء سے سازش پر ناز تھا اس کے پہنچنے سے بے سمجھے ہوئے اس کے پاس ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا ”وہاے ہماری معاملات کا سوائے تلوار لے اور کوئی چیز فیصلہ نہیں کر سکتی“ اور تمہیں بیوجہ ہمارے ملک کا ارادہ کیا ہے ہماری تلواریں وہی ہیں جو کہ ”وہ عیسائیوں کی ہیں ہم تم کو اوہنیں تلواروں سے دفع کریں گے اور“ ”وہ اہنیں کے نوک دار نیزوں سے تمہارا استقبال کریں گے تم کو ہم سے“ ”وہ سوائے ہزیمت کے اور کچھ حاصل نہو گا بہتر ہوگا کہ تم اولے پاؤں“ ”وہ واپس چلے جاؤ۔“

سلطان نور الدین اس خط کو دیکھ کر بیحد برہم ہوا لیکن ہر پاس سے ازرار و تھل و حل یہ کہلا ہیجا کہ تم خود یا اپنے کسی محمد امیر کو ہمارے پاس بھیج دیا جسے

مہتائے ابھی صفائی ہوئی جاتی ہے۔ مجیر الدین والی دمشق نے پہر بھی پہنچا اب  
 لکھنہم ہجرات سلطان لوز الدین نے برہم ہو کر دمشق پر حملہ کرنے کا حکم دیا جسوقت  
 اسکا لشکر اپنے خارہ شکاف نیزون کو لئے ہوئے دمشق کے شہر پناہ کے دیواروں  
 کے نیچے نظر آیا اور عیسائیوں نے والی دمشق کو کچھ بھی مدد نہ پہنچائی اسوقت  
 اوس نے صلح کا پیام بھیجا سلطان لوز الدین نے مصلحتاً پہلی محرم الحرام ۶۴۵ھ  
 اس شرط پر صلح کر کے حلب کو لوٹ کھڑا ہوا کہ جامع دمشق میں خلیفہ اور سلطان  
 کے نام کے بعد خطبوں میں لوز الدین محمود کا نام پڑھا جائے اور سکھ پر بھی  
 اسکا نام ہے فوجی اسر لوز الدین محمود کے منظوری سے مقرر ہوا کرینگے  
 اور مالی انتظامات مجیر الدین کے قبضہ میں رہیں گے۔

**جنگ فامیا** لوز الدین محمود دمشق سے واپس ہو کر حلب میں پہنچا اور  
 ایک ہفتہ تک قیام پذیر رہا جب اوسکا نامی سپہ سالار شیر کوہ اطراف حوران  
 سے واپس آ گیا تو اوس نے قلعہ فامیا کا قصد کیا یہ قلعہ ایک اونچی پہاڑی پر  
 حماۃ سے سو منزل پر واقع تھا۔ اسکی فصیلین نہایت مضبوط تھیں عیسائی فوجیں  
 جو اس میں مقیم رہتی تھیں وہ اکثر حماۃ اور شیرز کے سردی بلا دیا اور وقت  
 شیخون مارا کرتی تھیں جسوقت وہ مقامات اپنے معاونین سے خالی ہو جاتے  
 تھے سلطان لوز الدین نے چار ہزار کی جمعیت سے اسکا شرقی جانب سے  
 اور شیر کوہ نے تین ہزار فوج سے غربی جانب سے محاصرہ کیا فامیا عیسائی  
 فوجین قلعہ کے جنوبی دروازہ سے نکلیں اور پہاڑ کے تنگ درون سے  
 گزر کر مسلمانوں کے اوس لشکر پر حملہ کیا جسکا افسر اعلیٰ لوز الدین محمود تھا  
 لوز الدین محمود نے اپنے حریف مقابل کے حملوں کا نہایت مستعدی جواب  
 دینا شروع کیا جب لڑائی کا شور و غل زیادہ ہوا اور شیر کوہ کو اس کی

طلوع ہوئی تو اوس نے ان کے مقابلہ کی کوشش نہ کی اور نہ اوس نے اپنے مقام کو چھوڑنا پسند کیا بلکہ اوس نے اپنی فوج کے ایک حصہ (مہمہ) کو بھیج کر قلعہ لے جنوبی دروازہ کو گھیر لیا۔ شام کے وقت جب عیسائی فوجین نورالدین کے لشکر سے ہزیمت اٹھا کر میدان جنگ سے ہٹا گئے اور جنوبی دروازہ سے قلعہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے پہاڑ کی چڑھائی سے اتر رہے تھے۔ وقت شیر کوہ نے بھی ایک حملہ کر دیا۔ عیسائی فوجوں پر تین طرف کی لڑائی نے زہر کا دائرہ تنگ کر دیا پہاڑ گئے اور چھپنے کو کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور نہ انکو قلعہ کی بقیہ فوجین کچھ مدد پہنچا سکتی تھیں۔ مجبور ہو کر جو کچھ لشت و خون سے بچ رہے تھے اُنہوں نے اپنے اپنے ہتھیار رکھ دیے اور امان کے خواہشگار ہوئے۔ مسلمانوں نے اُن کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور محاصرہ بدستور جاری رکھا۔

**عیسائی مقتولوں کی تعداد** اس لڑائی میں عیسائی زخمی اور مقتولوں کی تعداد دو ہزار چار سو بیان کی جاتی ہے اس تعداد میں وہ بھی شریک ہیں جو راستہ کی تنگی سے پہاڑ کی چوٹی سے اثناء لڑائی میں گر کر مر گئے تھے۔ اور اس قدر وہ لوگ بھی تھے جنکو مسلمانوں نے قید کر لیا تھا اور پھر بعد چندے اپنی رحمدلی سے اُن کو چلے جانے کی اجازت دیدیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بیس ہتھیار اور پندرہ زخمی ہوئے تھے۔

**فتح قامیا** فامیا کی محصور عیسائی فوجوں نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے مقام کے عیسائیوں سے امداد طلب کیا اور ایام گزاری کے لحاظ سے مصاحت کی گفتگو بھی پیش کی لیکن نورالدین محمود اُنکی اس کارروائی کو تاڑ کر صلح کرنے سے صاف انکار کر گیا اور یہ کہہ لیا ہیکہ کہ میں تمکو ایک شب

زیادہ مہلت نہیں دے سکتا۔ مگر جو کچھ انتظام کرنا ہو کر لو میں کلمہ صبح نمبر حکم کو لگا کر  
حاکم قلعہ یہہ سنکر چار چار لڑائی پر مستعد ہوا صبح ہوتے ہی مسلمانوں نے  
تین طرف سے قلعہ پر حملہ کیا دو پہر نہ ہونے پائی تھی کہ نہایت کامیابی سے اوپر  
فتح کر لیا۔ سلطان نور الدین نے خود اپنے ہاتھ سے قلعہ کے بیچ پر اسلامی جھنڈا لگا دیا  
اور شام کے عیسائی فوج کا منتظر رہا جو اہل فامیہ کی مدد کو آ رہی تھیں۔

**نور الدین اور شامی عیسائی**  
شام کی عیسائی فوجیں فامیہ کے فتح کے ایک ہفتہ کے  
بعد فامیہ کے قریب پہنچیں تھیں اور فتح فامیہ کا حال  
سنکر وہیں ہونا چاہتی تھیں لیکن شیر کوہ کی سعدی اور سلطان نور الدین  
کی بیدار مغزی سے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا صفحہ نہ ہو گیا آئے کو تو  
آئین مگر جانہ سکتی تھیں وہ ہر پہلو سے بھیکہ و حوالہ لڑائی کو ٹالنا چاہتی تھیں  
اور شیر کوہ اون کی راہ روکے ہوئے لڑائی پر آمادہ ہوتا چوتھے روز مجبور ہو کر  
اونہوں نے سلطان نور الدین کے پاس شیر کوہ سے چھپا کر صلح کا پیام بھیجا  
نور الدین نے اپنے اراکین دولت سے مشورہ کر کے عیسائیوں سے کچھ زر و تان  
لیکر دو برس کے لئے صلح کر لیا۔

**نور الدین محمود اور جو سلن ثانی**  
ان عیسائیوں سے ایک موقت صلح ہو جانے کی وجہ  
سے بظاہر نور الدین کو فارغ البالی ہو گئی تھی اور  
اوسکو کچھ کام نہ رہتا لیکن اوسکی آنکھوں میں جو سلن ثانی کا اسم  
میں مسلمانوں کی غفلت سے بچکر نکل جانا اور پھر اوسکا بلاد اسلامیہ پر وقتاً  
وقتاً حملہ کرنا کا نٹاسا کہشک رہا تھا وہ درحقیقت اسکی سرکوبی اور اسکا  
سے غافل نہ رہتا اسوقت جب کہ مسلمان امیروں کے باہمی جھگڑوں سے  
بظاہر فراغت ہو گئی اور چند دنوں کے لئے وہ انطاکیہ کے عیسائیوں کی بھی

بشر سے بیفکر ہوا تب اوس نے حلب کے شمالی حصہ کو عیسائیوں سے صاف  
 کرنے کی کوشش کی اس طرف جو سلن ثانی کی سرحد اوس کے ملک سے  
 ملی ہوئی تھی اس نے پہلے اپنی فوج کو معقول طور سے مرتب اور کامل طریقے  
 سے مسلح کر کے جہاد کا اعلان کیا بعد ازاں حلب سے نکل کر اوس کے شمالی  
 سرحد سے گذرتا ہوا بلاد جو سلن مین جا اوتا اور اوس سے کھلے میدان  
 جہاں و قتال میں مصروف ہو گیا۔ جو سلن ثانی کے لشکر میں درپردہ  
 انظار ایکہ کی بھی فوجیں اور شام کے عیسائی کروسیڈروں کی جماعتیں  
 بھی شامل تھیں۔ دو مہینہ تک برابر سلما لون اور عیسائی فوجوں سے  
 کہہ سام لڑائی ہوتی رہی سب سے آخری لڑائی مین جو ایک حالت دوستانہ  
 روز جاری رہی تھی کمی تعداد کی وجہ سے سلما لون کے پاؤں اوکھڑ گئے  
 سلطان نور الدین نے ہر چیز اور نیکو سبب لانا چاہا مگر نہ میت یافتہ  
 فوج نہ سبیل سکی مجبور ہو کر یہہ معہ اپنے چند مصاحبوں کے ایک ٹیلہ پر  
 چڑھ گیا جس وقت عیسائی اوں کے تعاقب سے واپس ہوئے اس وقت  
 اوس نے اونپر حملہ کر کے تھوڑی دیر کے لئے بازار کارزار گرم کر دیا لیکن  
 اوسکی تازہ کوششوں نے کچھ فائدہ نہ پہونچا یا وہ پسپا ہو کر حلب کو واپس  
 چلا آیا۔ یہہ پہلا موقع ہے کہ اسکو عیسائیوں کے مقابلہ میں فوج کی کم ہمتی سے ہر  
 اوٹھانی پڑی اس لڑائی میں عیسائیوں نے اس کے سلاح دار کو گرفتار کر لیا تھا  
 جسکو جو سلن نے معہ اوسکی زرہ کے ملک مسعود بن قلی ارسلان والی قونیہ کے  
 پاس ہیجدا یا تھا اور یہہ کہلا ہیجا کہ ”یہ تمہارے داماد کا سلاح دار اور یہہ  
 اوسکی زرہ ہے اسکے بعد مین عفریب اتابک (نور الدین) کو بھی گرفتار کر کے  
 تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں۔“

## جوسلن کی گرفتاری

اس واقعہ کے بعد نور الدین محمود تو اپنی طاقت کے بڑھانے اور عیسائیوں سے بدلہ لینے کی فکر میں آلات حرب اور لشکر جمع

کر رہا تھا اور جوسلن ثانی سرحدی مسلمانوں کو آئے دن پریشان اور اونگے

آباد شہر دن کو ویران کر رہا تھا۔ ایک روز اتفاق سے جوسفت یہہہ کامل طور سے

سلح ہو کر بارہ اعزاز کے چٹرائے کو جا رہا تھا نور الدین محمود سے اس کا

مقابلہ ہو گیا۔ فریقین نہایت تیزی سے اپنی اپنی فوجوں کو چھوڑنا

مرتب کر کے ایک دوسرے سے ہم بند ہو گئے۔ جوسلن نے نور الدین محمود کے

قلب پر حملہ کیا یہہہ سمجھ کر کہ نور الدین محمود اس میں ہے۔ لیکن نور الدین اس وقت

میمنہ میں تھا اور اسد الدین شیر کوہ بجائے اسکے قلب میں کام کر رہا تھا۔

اوس نے مصلحتاً لڑتے ہوئے پیچھے قدم ہٹائے عیسائیوں نے اور کا تعاقب کیا

نور الدین محمود جو اسی وقت اور حالت کا منتظر تھا وہ دو کوس کا چکر کاٹ کر

عیسائیوں نے پیچھے سے آپڑا جب عیسائی فوجیں پیچھے کو ٹھہریں تو شیر کوہ نے سبیل

ایک پر جوش لغوہ (اسد اکبر) کے ساتھ حملہ کر دیا عیسائی فوجیں دو لون

اسلامی فوجوں کے درمیان میں آجھلنے سے گہرا گئیں اور اونہیں ترتیب

باقی رہی جوسلن ثانی نے ہر چند اونکو با ترتیب لڑانا چاہا لیکن وہ اپنی

کوششوں میں ناکام رہا اور خود نور الدین محمود کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر

حلب کے قید خانہ میں داخل کر دیا گیا اور اسی قید خانہ میں اندھا ہو کر

لوہر سے کے بعد قید ہی کی حالت میں مر گیا۔ بعضے اسکی گرفتاری کا واقعہ یہہہ

بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک مرتبہ انہیں دلوں میں ترکمانوں پر شیخوں مار کر

مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اوس میں سے ایک عورت اپنے لئے منتخب

کر کے ایک گوشہ میں لگیا اور اپنا فوجی لباس اور ہتھیار اتار کر اسکے ساتھ بیٹھ کر

اختلاط کی باتیں کرنے لگا اس اثنا میں چند ترکمان جو اسکو عرصہ سے غصہ کی تیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے بجلی کی طرح اوسپر ٹوٹ پڑے جو سُلن ثانی نے اپنے بچلے کی کوشش کی تلوار پہنچ لی نیزہ سنبھال لیا لیکن اوسکی برگشتہ قسمت نے صرف اوسکی کوشش سے اوسکو فیضیاب نہیں ہونے دیا بلکہ ترکمانوں کے ہاتھوں میں اوسکو گرفتار کر کے ایک مجرم کی طرح اوسکی مشکین بند ہوا دین۔ قید ہو جائے جو سُلن ثانی نے مال و زر کے ذریعہ سے اپنی رہائی کی تدبیر نکالی اور بظاہر وہ اپنے اس تدبیر میں کامیاب ہو گیا تھا اگر اُن ترکمانوں میں سے ایک نے کمان پھوٹ کر گورنر حلب کو اس واقعہ سے مطلع نہ کر دیتا۔ گورنر حلب جسوقت اس واقعہ سے مطلع ہوا اوسیوقت وہ بلا اطلاع نور الدین محمود کے ایک دستہ فوج کے موقع واردات پر پہونچ گیا اور جو سُلن ثانی کو ترکمانوں سے چھینکر حلب کے قید خانہ میں لا کر بند کر دیا اور اس کے بعد نور الدین محمود کو اس کے گرفتاری کا حال لکھ بھیجا۔

**فتح بقیہ اعزاز** نور الدین محمود نے جو سُلن کی گرفتاری کے بعد صوبہ

اعزاز (ایڈیسہ) کے باقی قلعہات کے فتح کرنے کی طرف توجہ کیا۔ اور ایک جری لشکر لئے ہوئے حمص سے حلب میں آیا اور پہر حلب سے کوچ کر کے اعزاز میں جا پہونچا۔ اگرچہ عیسائیوں میں جو سُلن کے قید ہو جانے پر کوئی ایسا وفکار باقی نہ رہا تھا جو اسکی قائم مقامی کرتا لیکن پہر ہی باہم متفق ہونے کے وجہ سے وہ ایک قابل اطمینان اور پوری طاقت کے مالک تھے اور نیز وقتاً فوقتاً یورپ کے کروسیدروں سے اُن کو مدد طلباتی تھی۔ اس موقع پر پہی کم و بیش یورپ کی فوجیں انکی مدد کو آئیں۔ الفلاکیہ والوں نے انکو ہر طرح سے زور دیا اور انہوں نے یہی سجد کوششیں کیں لیکن نور الدین محمود کے



حملوں نے اونکو نہزیمیت پر نہزیمیت شکست پر شکست دیکر عین تاب۔ غراز۔ قورس

راوندان۔ حصن البارہ۔ تل خالد۔ کفر لانا۔ کفرسوب۔ حصن بصرفوت۔

مرعش۔ نہر الحوز۔ برج الرصاص۔ داوندار وغیرہ وغیرہ عیسائی قبضہ نکال لیا۔

**فتح جلدک**

**ود لوکا**

صرف یہی ایک لڑائی ایسی نہ تھی کہ جس سے عیسائیوں کی قوت کو

اغزاز میں نقصان پہونچتا بلکہ اس کے بعد وہاں کی عیسائی

رعایا نے ان قلعوں کے چلے جانے سے سخت داویلا مچایا اور شام کے عیسائیوں

اپنا ہمدرد بنا کر پہر برسر مقابلہ آئی اور قلعہ جلدک پر ایک نہایت خوفناک

لڑائی لڑی۔ قلعہ جلدک پر اسوقت تک عیسائی پہر رہے اور رہا تھا اور

وہ ہر طرح سے نورا الدین کے مقابلہ کرنے کے لیے مضبوط اور قابل اطمینان

سمجھا جاتا تھا لیکن جبوقت نورا الدین محمود نے اسکا محاصرہ کیا اور ہر چار

طرف سے مناجیق نصب کر کے اوسپر سنگ باری کی اوسکی فضیلوں اور برجون

نے اون تازہ کوشش کرنے والے عیسائیوں کو نہ بچایا۔ قلعہ جلدک کے فتح

ہونے پر عیسائیوں نے دلوکا میں جا کر پناہ لیا۔ نورا الدین محمود نے قلعہ

جلدک کا انتظام کر کے اوسکا بھی محاصرہ کر لیا عیسائیوں نے مجبور ہو کر

قلعہ کو چھوڑ دیا اور وہ اپنی برگشتہ قسمت کی طرح اوارہ ہو کر دلوکا سے نکل گئے

**حملہ ثانی دمشق**

علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن کتاب الروضتین

محرر کرتا ہے کہ ۶۷۵ھ میں والی دمشق نے پہر عیسائی امرا سے سازش

شروع کر دی اور اون کے اشارہ سے نورا الدین محمود کے اون احکام کو حلیہ

وحوالہ سے ٹالنے لگا جو وہ وقتاً فوقتاً جہاد اور اعلام کلمۃ اللہ کے متعلق صادر

کرتا تھا۔ رئیس ابولعلی لکھتا ہے کہ یہ خبر نورا الدین محمود کو آخر ماہ ذیحجہ میں

پہونچی تھی اور بعد تحقیق حال محرم کے عشرہ اول میں اوسنے حلب کوچ کر کے

ارضِ عذرا (مضافات دمشق) میں اپنے لشکر کو جا اوتا رہا تھا اور اسی روز اعلان جنگ کر کے دوسرے روز سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ لڑائی سے پہلے اوس نے اپنے فوج کے ایک حصہ (سمینہ) کو دمشق کے بچم ایک پہاڑ کے درہ میں چھپا رکھا تھا جسوقت لشکر دمشق لڑتا ہوا اس پہاڑ کے مقابلہ میں آیا لشکر لوزیہ کے جانباز سپاہیوں نے مکینگاہ سے اور سلطان لوزالدین نے سائمن سے اور اوس کے نامی سپہ سالار نے بایین جانب سے دو سو قدم کا چکر کاٹ کر حملہ کیا۔ دمشق لشکر اس اچانک مقابلہ اور مقاتلہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا۔ لوزیہ لشکر۔ کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے بڑھ گیا اس واقعہ کے دوسرے دن سلطان لوزالدین محمود کے حکم سے عیون فاسر یامین مابین عذرا اور دوسرے کے خیمہ زن ہو گیا۔ لوزالدین محمود۔ شیر کوہ کو معہ سمینہ اور علیہ سرہ کے اسی مقام پر چوڑ کر خود شب کو معہ مقدمہ کے اراضی حجر امین جا پہنچا اور حاکم دمشق سے یہ کہلا بھیجا کہ ”میں سلمان ہوں میرے قبضہ میں ہزار ہا مسلمانوں کی جانیں ہیں میں مسلمانوں کے کاروبار اور انکی حکومت کے درہم و برہم کرنے کو نہیں پیدا کیا گیا میرا اصلی مقصد مشرکین سے جہاد کرنا ہے اور ان کے ہاتھوں سے مسلمان قیدیوں کو چھڑانا ہے میں دمشق پر حملہ کرنے کو نہ آتا تمہاری بیجا سازشوں اور عیسائی امراء کے میل جول نے مجھ کو تمہارے خلاف ابھارا ہے اگر تم حسبِ طور سابق جہاد میں شرکت کرو اور اعلانِ کلمۃ اللہ میں میری معاونت کرو تو فہمائیں تمہارا ہر حال میں معین اور ہر کام میں شریک ہوں ورنہ تمہارے لئے وہی تلواریں بنیام سے کینچی جائیں گی جو مشرکین اور مخالفینِ اسلام کے لئے کینچی جاتی ہیں میں تم میں سے اسوقت تک اپنی تلوار نہ اٹھاؤں گا جب تک تم اپنی بغاوت سے نہ باز آؤ گے“ حاکم دمشق نے جب

اسکا جواب صاف نہ دیا تو وہ یہاں سے کوچ کر کے مسجد قدیم میں جا پہنچا اور  
اوس کے لشکریوں کے نیچے مسجد حدید تک پہنچ گئے۔ اس مقام سے ہی اوس نے  
مکر سے کرراہل دمشق کو سمجھایا لیکن جب وہنوں نے اسکی بات کا جواب معقول  
نہ دیا اور اوسکو یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ والی دمشق کے امداد کو عیسائی فوجیں آرہی  
ہیں تو وہ چودھویں صفر سنہ مذکور کو اس منزل سے کوچ کر کے اراضی قدا یا میں  
جا پہنچا اور بیسویں صفر کو عیسائیوں کے مقابلہ کے غرض سے اپنے لشکر کو اس  
طرف سے موڑ کر دار یا کی طرف لیگیا اور خود پہر و بان سے چکر کاٹتا ہوا اراضی  
قدا یا میں آ پہنچا اور اسکی لشکر کے بتیں ہزار سوار شیر کوہ کے کمان میں اعوج  
کی طرف بڑے عیسائی فوجیں جو اطراف حوران سے دمشقوں کے مدد کو آرہی تھیں  
نوزیہ کی آمد شکر دمشق کا سیلہ سستہ چوڑ کر اسالما کی طرف چلی گئیں محیر الدین  
اور مؤید الدین بھی معہ اپنے مخصوص امرا اور فوج بانٹ روں کے عیسائیوں  
سے اس مقام پر ملے اور باہم مشورہ کر کے حصن بصرہ پر حملہ کیا اس خیال سے  
کہ نور الدین محمود یہ خبر پا کر دمشق کو چھوڑ کر بصرہ کے بچانے کو چلا آئے گا  
لیکن اسکو ایک تو بصرہ کی مضبوطی پر پورا اطمینان تھا اور دوسرے ان کی  
چالوں اور حکمت عملیوں سے وہ خوب واقف تھا اوس نے ادھر دمشق کو چھوڑا  
اور ادھر اس کے خیال کے موافق اسکے گورنر شیرخان متعینہ بصرہ نے عیسائیوں  
اور دمشقوں کو اوٹے پاؤں نقصان کے ساتھ ٹوٹا دیا۔ اسکے بعد نور الدین محمود  
اراضی قدا یا سے اوٹھ کر کہمہ میں آیا اور پہر و بان سے کوچ کر کے ارض کوکب  
(دار یا کے غربی جانب) میں جا اور تراجب و بان پہی کوئی مقابلہ کرنے والا  
نظر نہ آیا تو وہ جسے حشب تک بڑھ آیا اور میدان میں لڑائی کا چند گار دیا  
دمشق کی فوجیں لڑائی کرنے کو نکلیں اور لشکر نوزیہ سے ہم نبرد ہوئیں لیکن

پہر بھی سلطان نور الدین محمود پاسبان قومیت و اسلامیت اور ان کے ساتھ  
 سختی کا برتاؤ نہیں کرتا تھا وہ ہر روز شام کو رانی بند ہونے پر کھلا بیٹھا تھا  
 کہ درجہ کو اپنی قوت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے مسلمانوں پر صرف کرتے ہوئے  
 شہم آتی ہے کاش تملوگ خود کردہ پریشان ہو کہ عہد قدیم کی پابندی کرو، اہل  
 و عشق نے دو ایک لڑائیوں کے بعد چند شرائط صلح پیش کی اور اس نے اپنی  
 اوسے شرط سے کہ وقت ضرورت جنگ بمقابلہ عیسائیوں کے آلات حربہ  
 فوج سے مدد کرنی ہوگی صلح کر لیا دسویں ربیع الثانی ۷۴۶ھ کو عہد نامہ  
 فریقین کی دستخطیں ہو گئیں اور صلح کے دوسرے روز حلب گوروانہ ہو گیا۔  
**فتح تل باشر** اس صلح سے تقریباً دو ہفتہ پیشتر پچیسویں ربیع الاول ۷۴۶ھ کو  
 اہل تل باشر نے اطاعت قبول کر لی تھی جو ایک مدت سے لڑ رہے تھے اور رسول  
 تل باشر امیر حسن بنجی کے سفیروں کے ہمراہ سلطان نور الدین محمود کے پاس  
 شہ الط صلح طے کرنے کو آئے تھے سلطان نور الدین نے نہایت کم برائے نام  
 اونپر جزیہ رکھا اور ان کے جان و مال کو اپنی حفاظت میں لیکر انکو وہی  
 حقوق مرحمت فرمائے جو اپنے مخصوص اور رعایتی شہروں کو دے رکھے تھے۔  
 عیسائی مورخ اقرار کرتے ہیں کہ نور الدین اقوام مقبوضہ کے ساتھ وہی سلوک  
 کرتا تھا جو اپنی قوم کے ساتھ برت رہا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی  
 قوم سے لشکر خدمت لیتا تھا اور انکو خراج سے مستثنیٰ کر دیتا تھا اور دوسری  
 قوموں سے بجائے لشکر خدمت لینے کے مالی خدمات لے رہا تھا لیکن  
 یہ سب لاناہ خراج نہایت کم اور برائے نام تھا۔ عیسائیوں کی یہ بد قسمتی  
 تھی کہ وہ اس سے لڑنے کو آتے تھے اسکی عہد حکومت میں کسی عیسائی کو  
 کچھ شکایت نہیں پیدا ہوئی۔

مختصات

واقعات

ان واقعات کے ختم ہونے پر جبوقت نور الدین صلب میں بیٹھا ہوا اپنے ممالک محروسہ کے انتظامات میں مصروف تھا غزوہ جمادی الاول ۵۴۶ھ کو دربار خلافت بغداد سے شیخ شرف الدین بن ابی نصر کے معرفت ان فتوحات کی خوشنودی اور تہنیت میں خلعت اور گھوڑے زرد اور سیاہ رنگ کے آئے اور نیز ایک تلوار عربی مرصع آئی یہی تلوار مجیر الدین والی دمشق سے اپنے مقربین کے بارہویں رجب ۵۴۶ھ کو صلب میں آیا۔ اور تیرہویں کو سلطان نور الدین محمود سے ملا۔ سلطان نور الدین نے مجیر الدین کی بڑی دہش کی دعوت کی اور نہایت اخلاق و مدارات سے پیش آیا۔ جس سے مجیر الدین کا دل صاف ہو گیا اور اسکی اطاعت قبول کر لی۔ نور الدین نے اسکو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے اپنی طرف سے اسکو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا اور آخر سنہ مذکور میں آئندہ اسلامی دنیا کا ہونہار سلطان (یعنی) صلاح الدین یوسف اپنے باپ کی خدمت سے جدا ہو کر اپنے چچا اسد الدین شیر کوہ کے پاس چلا آیا ہوتا اور شیر کوہ کو صلاح الدین یوسف کی نور الدین محمود سے نہایت خوشی سے تقریب کی اور ایک مسابقت وقت پر دربار نور یہ میں حاضر کیا۔ نور الدین محمود نے صلاح الدین یوسف کو اپنے حلقہ خاص کے مصاحبین میں داخل کر لیا اور مختلف شہروں میں جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

فتح النطر سوس

رئیس ابو یعلیٰ تحریر کرتا ہے کہ ۵۴۶ھ ہجری کو ہمسایہ قہتا ختم کر دیتے ہیں اسکے بعد پھر شروع ۵۴۶ھ سے نور الدین محمود کی فتوحات کی مोजیں دریا کی طرح بڑھتی نظر آتی ہیں اسکے نوکدار نیزہ اور غارہ شگاف تلوار سے عیسائیوں کے قلوب خائف ہونے لگے اس نے اپنے لشکر ظفر پیکر کو

اعلان جنگ پہلی محرم ۵۴۷ھ کو سنایا تھا اسوجہ سے اسکی کل پلٹین مرتب مسلح غزا کرنے کو طیارہ تین اور جو بظاہر سیدر غیر مسلح معلوم ہوتی تھیں اونکی طیارہی میں صرف ایک غیب و روز کی کسر باقی تھی چھٹی محرم کو مجاہدین کا ایک گروہ آپاہین بوڑھے۔ جوان۔ نو عمر لڑکے تھے یہ لوگ مختلف آلات حرب سے مسلح تھے۔ سلطان نورالکرم محمود نے انکو دستہ جان نثار و ن کی فوج کے سامنے ٹھہرکا حکم دیا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو کچھ فوج حلب اور ادس کے مضافات کی حفاظت کو چھوڑ کر بقیہ فوج اور مجاہدین کو ہمراہ لئے ہوئے ڈبل کوچ کرنا ہوا انطرسوس پر جا پہنچا عیسائیوں نے ادس کے بجائے کی کوششیں کیں۔ بیرونی مدد بھی اونکو خاطر خواہ کافی طور سے ملی لیکن قسمت کے لکھ کو وہ کم اور کیسے مٹا سکتے تھے ادنکو دوسری لڑائی میں فاش شکست ملی اور نکاسر اعلیٰ گرفتار کر لیا گیا۔ غلہ۔ آلات حرب۔ اور کثیر التعداد عیسائی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان میں سے جنہوں نے امانین طلب کیں فوراً آزاد کر دیے گئے ادس نے اور اسکی دلاور فوج نے کسی مستامن کے اسن دینے میں دریغ نہیں کیا اور نہ بعد فتح کسی قسم کی سیکو ایڈا پہنچائی گئی۔ اسی سلسلہ میں انطرسوس کے گرد و لواح کے چھوٹے چھوٹے قلعے جو حاکم طرسوس کے ماتحتی میں تھے بلا جدال و قتال مفتوح ہو گئے۔

**عیسائی عسقلانیین** اس کے بعد دوبارہ ان عظیم الشان اور ہیبت ناک فتوحات نے عیسائیوں میں ایک شورش پیدا کر دی اگرچہ اونکی قوت ایک حد تک پہنچ کر ٹھہر گئی تھی۔ ایک دوسرے کو قدرتی یا اتفاقی طور سے مدد نہ پہنچا سکنے کے سبب ہر ایک عیسائی حاکم بے دست و پا ہو رہا تھا۔ صوبہ اعزاز کے تقریباً کل قلعے مفتوح ہو گئے تھے اور جو ادھر ادھر دو ایک برہام

عیسائیوں کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے اور ان کے مفتوح ہونیکا زمانہ قریب آ رہا تھا وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ مکاش ہم بھی مقبوضات اسلامیہ میں داخل ہو کر شرک کی کثافتوں سے نجات پا جائے۔ ”انظاکہ کاہیہ حال تھا کہ وہ نزع کیمالت میں نفس شماری کر رہا تھا کیونکہ پچھلے دنوں کی لڑائیوں سے اسکا حاکم ہیند جواس باخہ ہو گیا تھا بقول شخصے مولیٰ اپنے ہی جڑیٹوں بہاری ہو رہی تھی اوسکو اپنے مقبوضات کے بچانے کے لئے پڑے ہوئے تھے اور سین اتنی طاقت باقی نہ رہی تھی کہ اپنے مقبوضات کی حفاظت کرنا اور مسلمانوں سے چٹیر چٹا رہی کرتا کہ یہ وہ ایسی حالتیں مبتلا تھا کہ جس سے آئندہ ترقی کا باب مسدود مان البتہ تنزیلی کا خوف ہر وقت موجود تھا باقی رہا بالذون ثالث بادشاہ یرشلیم اوسکو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا وہ اپنی والد کے دعاوی سے مخفی پا کر اور پوری سلطنت کی حکومت حاصل کر کے مسلمانوں سے اوچھنے پر آمادہ ہو سکتا تھا مسعد اوسکو نور الدین محمود کی ان کامیابیوں سے کسی کسی وقت یرشلیم کے نخل جلنے یا یہ کہ اوسپر حملہ کرنے کا خدشہ ہی پیدا ہو رہا تھا عجیب نہیں جوہ سے یا اپنی زندگی کچھ عرصہ کے لئے یادگار چوڑ جانیکے نظر سے عسقلان کے فتح کر لینے کا قصد کر لیا اور اس غرض کے پندار کرنے کو سپاہ پوش پادریوں کے ذریعے سے عیسائی دنیا سے فوجیں لوڈ کر وسیڈرون کی جماعتوں کو طلب کر لیا عسقلان اسوقت تک خلیفہ انطاقر بالذہلوی مصری کے ماتحت تھا اور اوسمیں عیسائیوں کے مسلسل حملوں سے تاب باقی نہ رہی تھی سمندر کی سمت چوڑ کر باقی مین طرف سے وہ عیسائیوں کے مقبوضات سے گہرا ہوا تھا بالذہلوی جنوری ۱۱۸۷ء مطابق ۵۷۸ھ میں اسکا محاصرہ کر لیا اور بغیر کسی کامیابی کے چھ مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔ اثناء محاصرہ مین اہل شہر اور عیسائی محاصرین اکثر قسمت آزمائی کرتے رہے ایک مرتبہ اہل شہر نے

باہر نکل کر عیسائیوں پر سخت حملہ کیا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد انکو اون کے خیموں تک پہنچا کر کامیابی کے ساتھ شہر کو واپس آئے عیسائی فوج اور خود بالڈون اس کامی سے برداشتہ خاطر ہو کر شہر کا محاصرہ چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو گیا لیکن باہم مخالفت کی خبر نے انکو ایک تازہ جوش سے دوبارہ لڑنے پر ادبہار کر دیا جیسی سے باز رکھا۔ دوسرے دن اونہوں نے ایک مجموعی قوت سے شہر پر حملہ کر دیا اہل شہر کی باہمی مخالفت کی وجہ سے والی شہر نے چند شرائط طے کر کے شہر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا اور خود اہل شہر جان بچا کر مصر کو چلا گیا۔

**نور الدین** بالڈون نے عسقلان پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد دمشق سے چھٹے شروع کر دی مجیر الدین ابن الزین محمد ابن نوری بن طغذکیل بن ابی والی دمشق کے پہلے سے قومی مضحل اور ننگے اور اسکی قوت سلب ہو گئی تھی وہ ان کے ہر امر کو تسلیم کئے جاتا تھا اور اخیر اخیر خراج دینا بھی منظور کر لیا تھا دمشق کے علاوہ جو قرب و جوار کے بلاد تھے اون کے امراء جب کہ بھی مجیر الدین والی دمشق اوپر کسی امر کا زور اور دباؤ ڈالتا تھا وہ عیسائیوں سے سازش کر لیتے تھے اور اون سے ملکر اپنی قوم کی بربادی کے باعث ہوتے تھے سلطان نور الدین محمود جو مسلمانوں سے ان نقصانات کے دور کرنے اور عیسائیوں کو شام سے نکالنے اور صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس کے بیت المقدس کی راہ کہنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا ان واقعات کو سن کر پریشان ہو گیا اور مسکو دمشق کا مسلمانوں کے

سے اس مخالفت کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اہل عسقلان کامیابی کے بعد دو گروہ ہو گئے اور ہر ایک اپنی جانبازی اور فتح نصیبی پر مذاقاً بحث کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس مذاق سے خصومت پیدا ہو گئی اور طرفین ایک دوسرے سے لڑنے لگے جس سے مسلمانوں کی قوت اس قدر زایل ہو گئی کہ یہ وہ عیسائیوں کے مقابلہ پر نہ آ سکے۔



ہاتھوں سے نکل جائیگا قومی اندیشہ ہو گیا اور یہ خیال گزرنے لگا کہ اگر خدا نخواستہ  
 دمشق پر عیسائیوں نے قبضہ و تسلط حاصل کر لیا تو مسلمانوں کے لئے شام میں کوئی  
 امن کی جا باقی نہ رہے گی اور نہ پہر عیسائیوں شام پر حملہ کرنے کا موقع رہے گا اسی خیال  
 سے اوس نے اپنی فوج کا عمدہ طور سے جائزہ لیا اور وعظمین کو بلاد اسلامیہ میں جہاد  
 کی ترغیب دینے کے غرض سے روانہ کیا اور خود آلات حرب درست اور رسد و غلہ  
 انتظام کر کے دمشق پر جا پہنچا۔

بعض مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے دمشق پر قبضہ کرنے کی یہ صورت  
 نکالی کہ حمیر الدین والی دمشق سے مرہم اتحاد بڑھا کر شروع کیا اور رفتہ رفتہ اوس کے  
 امراء کو اوس سے حکمت عملی علیحدہ کرنا گیا تا آنکہ اسکے خیر اندیش امراء میں سے  
 صرف عطاء بن حفاظ سلمی باقی رہ گیا جو اس کے کل کاروبار حکومت کو دیکھتا تھا  
 یہاں سدرجہ منتظم اور نبرد آزما تھا کہ اسکی وجہ سے نور الدین دمشق پر قبضہ نہیں کر سکتا  
 اسوجہ سے ایک مرتبہ موقع پا کر اسکی یہی شکایت حمیر الدین سے کر دی تا عاقبت اندیش  
 حمیر الدین نے اوسکو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا مشہور یوں ہے کہ عطاء سلطان را الدین  
 محمود کی حکمت عملی سے مطلع ہو گیا تھا اور اوس نے وقت قتل والی دمشق سے باہر  
 الفاظ اشارہ کہہ دیا تھا "ان الحيلة قد تمت عليك فلا تقلقني فانه  
 سيظهر لك ما اقول" (یعنی بے شبہہ تجہر حیلہ تمام ہو گیا تو مجھ کو قتل نہ کریو نہ  
 جو کچھ میں تجہر کہتا ہوں وہ عنقریب ظاہر ہو جائیگا) لیکن والی دمشق نے عطاء کے اس  
 کہنے پر کچھ التفات نہ کیا اور اوسکو قتل کر ڈالا۔

ابن اثیر لکھتا ہے کہ عطاء کے قتل کے بعد سلطان نور الدین محمود نے دمشق  
 کی طرف نہایت تیزی سے بڑھنا شروع کیا۔ بنظر تالیف قلوب امراء دمشق سے بھی خط  
 و کتابت کرتا رہا اثناء محاصرہ میں تا عاقبت اندیش حمیر الدین۔ عیسائیوں سے

مدد کا خواستگار ہوا جس کو نور الدین نے ٹھکڑا دیا اور انکو اس حُسنِ خدمت کے صلہ میں بعد کامیابی قلعہ لعلباک جیتے کا وعدہ کیا چنانچہ وہ اس کے مدد کو آئے لیکن اتفاق سے یہ دمشق میں اور سپر قبضہ حاصل کرنے والے کے مقابلہ میں اور وقت پہنچے جبکہ وہ شہر میں باب شرفی سے داخل ہو کر یہ امان و صلح شہر پر قابض ہو چکا تھا اور مجیر الدین والی دمشق قلعہ میں محصور تھا۔ عیسائی فوجیں یہ حالت اپنی نگاہوں سے دیکھ کر واپس ہو گئیں اور مجیر الدین نے اپنے کو ہر چار طرف سے محصور دیکھ کر یار باؤ سمجھ کر حص کے بدلے دمشق کو دیدیا اور خوشی خاطر سلطان نور الدین محمود سے رخصت ہو کر حص کو چلا گیا۔

ابن ابی طے۔ اس واقعہ کو یون بیان کرتا ہے کہ سلطان نور الدین محمود اسد الدین شیر کوہ کو بسیر کر رہی ایک ہزار سواروں کے کسی خاص کام کی وجہ سے سفارتاً روانہ کیا تھا والی دمشق اپنی نا عاقبت اندیشی و نا فہمی سے اسکو کچھ کا کچھ سمجھ گیا اور اسی بنا پر اسد الدین شیر کوہ سے نہ وہ ملنے کو آیا اور نہ اس کے احراء آئے عزیز برادر سد و غلہ کا یہی کچھ انتظام نہ کیا۔ شیر کوہ نے جب اس سے ملنے کی درخواست کی اور حق سفارت ادا کرنا چاہا تو اس نے نہایت ترش روئی اور سختی سے یہ کہہ لایا ہجاکہ ”میں تم سے نیزہ و تلوار سے ملنا چاہتا ہوں اور تمہارا استقبال ہمارے لوگوں کے اربز سے اور خارہ شگاف تلوار میں کرینگے“ شیر کوہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور بلا اطلاع اپنے آقاے نامدار (نور الدین محمود) بقصد قبضہ دمشق مرج قصب میں جا اور ترا اور اس مقام پر پہنچنے کے بعد واقعات واقعی اور والی دمشق کی بد سلوکی و بد عہدی سے نور الدین محمود کو اطلاع دیا وہ ان واقعات کو سنتے ہی اپنا لشکر طر ف پکارتے ہوئے دمشق کے شرفی جانب پر پہنچ گیا اس طرف سے نور الدین نے اور دوسرے طرف سے شیر کوہ نے حملے شروع کر دیئے دسویں صفر ۵۴۹ھ تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا

گیا رہوین صفر کو شیر کوہ نے اپنی حملہ آور فوج کو شہر پناہ کے دروازہ تک پہنچا دیا۔  
 مجیر الدین کے لشکر کی بد دل ہو کر شہر میں محصور ہو گئے اور شہر پناہ کی فصیلوں  
 سے آتشباری شروع کر دی ایک شبانہ روز ایک حالت سے لڑائی جاری رہی  
 بارہوین تاریخ کو نور الدین محمود اور شیر کوہ نے ملکر حملہ کر دیا اور ان کے لشکر نئی وازہ  
 توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے مجیر الدین کی فوج نے ہتھیار رکھ دیئے اور نور الدین محمود  
 نے نہایت سہولیت اور نرمی سے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں شیر کوہ کو حسن خدمت  
 ظاہر کر نیکاً خوب موقع ملا اوس نے اپنی جی توڑ کوششوں سے نور الدین محمود کو  
 اندازہ سے زیادہ خوش کر دیا۔

رئیس ابو یعلیٰ اس واقعہ کی تصدیق اور اس روایت سے حرف بچرف اتفاق  
 کرتا ہے مگر یہ کہ وہ دمشق پر قبضہ کرنے کے دن کا یہہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب  
 لشکر دمشق ہزیمت پا کر شہر میں داخل ہو گیا اور اوس نے شہر پناہ کا دروازہ بند  
 اور عساکر توریہ باب کیسبان پر جا پہنچا اسوقت ایک یہودی عورت نے اہل شہر  
 سے چھپا کر ایک رستی لشکادی جس کے ذریعہ سے چند سو اور شہر پناہ کی فصیل پر چڑ گئے  
 اور اپنے نامور سلطان کے کامیابی کا پہرہ اُڑا دیا مجیر الدین کا لشکر کسی قدر  
 پہلے ہی سے برداشتہ خاطر ہو رہا تھا یہہ واقعہ دیکھ کر اور زیادہ بدحواس ہو گیا اور  
 اوسے بدحواسی کی حالت میں بلا کسی جبر و اکراہ کے ہتھیار رکھ دیئے نور الدین نے  
 شہر میں داخل ہوتے ہی یہہ حکم صادر فرمایا (۱) کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے (۲) زخمی کے  
 ساتھ کوئی بیرحمی کا برتاؤ نہ کیا جائے (۳) بہاگے ہوئے کا تعاقب نہ کیا جائے (۴) کیسی  
 جان و مال پر قتل و غارت کا ہاتھ نہ بڑھا جائے۔ اہل شہر نے نور الدین محمود  
 کے آنے کو رحمت الہی کا باعث تصور کیا اسوجہ سے کہ وہ مجیر الدین کی بد انتظامی  
 اور بدلو کی اور نیز عیسائیوں کی آمد و شد اور انکے ظلم کے ہاتھوں نہایت پریشان ہو رہے تھے

مخیر الدین اس واقعہ کے اثناء میں جبکہ اوس نے لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو وہ چند جھونکوں کے قلعہ میں جا چھپا اور اوس کے اگلے دن امان طلب کر کے سلطان کے دربار میں حاضر ہو گیا نور الدین محمود نے اسکو اپنے گلے لگا لیا اور خندہ پیشانی سے گفتگو کرتا رہا اوسکی کل گستاخیاں معاف کر دیں اس کے دوسرے دن مخیر الدین اور نور الدین محمود قلعہ میں داخل ہوئے مخیر الدین نے نور الدین محمود کو قلعہ سپرد کر دیا اور نور الدین محمود نے مخیر الدین کو حصص جاگیر میں دیدیا۔ مخیر الدین کی روانگی کے بعد بخشبہ کے دن ایک دربار عام منعقد کیا گیا جس میں شہر کے علماء و فضلاء قضاة اور تجارت پیشہ موجود تھے نور الدین محمود نے اُن لوگوں کے نقصانات کا معقول سوا ومنہ دیا جسکے مال و سبب اس لڑائی میں لوٹ لئے گئے تھے اور امراء و روساء و علماء کو علی قدر مراتب اپنی خوشنودی کی خلعتیں اور انعام و اکرام مرحمت فرمایا اوسی دربار میں نہر سے آبپاشی کا محصول ترکاریوں کی چنگی۔ تجارت پیشہ سے محصول درآمد و برآمد کی زیادتی موقوف کر دی اور عام آگاہی کے لئے ایک گشتی فرمان اپنے ہر و دستخط سے شہر کے مشہور مقامات پر آویزان کر دیا یہہ فرمان شاہی جمعہ کے دن ہی بعد خطبہ کے پڑھا گیا جس سے اہل شہر نے کمال خوشی سے اظہار مسرت کیا اور اسکی نصرت و دوا کی دعائیں مانگیں۔

ان دونوں روایتوں میں اگر درایت سے کام لیا جائے اور واقعات قرین غور سے نظر ڈالی جائے تو یہہ امر بالکل خارج از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ نور الدین محمود با خدا۔ سچا دیندار پکا مسلمان دمشق پر بطایف الحیل قبضہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے گا اور وہ یہی وہ حیلہ جو کہ شہر غانا جایز اور دیانتاً محض نامشروع ہو یعنی امراء و وزراء کی بیجا شکایتیں اور اُن پر طرح طرح کے الزامات قائم کر کے کسی کو قید کرانے کی کوشش کرنی اس غرض سے کہ اُنکی علیحدگی کے بعد دمشق پر باسانی قبضہ حاصل ہو جائے۔ اوسکو کوئی امر دمشق پر قبضہ حاصل کرنے سے نہیں

روک سکتا تھا وہ جری اور بہادر تھا اوس نے کبھی کسی شہر کو بھیلہ و مکر نہیں مفتوح کیا  
 اوسکو عیسائی امراء اور والی دمشق کی سازش سے کچھ بھی اندیشہ نہ تھا اوسکو اپنی خدا داد  
 طاقت پر بہر وسہ اور لشکر و فوج کی دلسوزی پر پورا اطمینان تھا۔ اُسکا زہد اُسکا تقویٰ  
 اُسکی پاکبازی اُس کے مذہبی اوصاف اُسکی نیک نیتی اور انصاف ایسی نا جائز  
 کارروائیوں کو اسکی طرف منسوب کرنے سے انکار کرتا ہے ہکو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کونسا  
 امر تھا جس نے نور الدین سے مذہبی بادشاہ کو ایسے حیلہ و مکر و فریب پر آمادہ کیا اور اگر  
 قیاساً یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کی باہمی لڑائی اور ان کے خوزیزی کے خیال نے اوسکو  
 اس حکمت عملی پر مجبور کیا تو یہ امر قابل قبول عقل سلیم نہیں ہے کیونکہ ان میں خوزیزی  
 کے علاوہ غیبت و افتراء کا بھی گناہ شامل ہے نظر بریں ہمارے نزدیک پہلی روایت  
 منجملہ اوہنیں روایات کے ہے جنکو مورخین بلا لحاظ قراین و درایت کے ایک دوسرے  
 سے نقل کرتے آتے ہیں بہر کیف فتح دمشق کے بعد نور الدین نے اپنے نامور امیر سعد الدین  
 شیرکوہ کو اس شہر و قلعہ کا حاکم مقرر کیا اور الرجبہ کو اسکی جاگیر میں دیا۔

**فتح بعلبک** شروع ۵۵۲ھ ہجری میں قلعہ بعلبک۔ امیر ضحاک کے قبضہ سے بھٹک کر  
 ممالک شہر وسہ نوریہ میں داخل ہو گیا ابن اثیر لکھتا ہے کہ یہ واقعہ ۵۵۲ھ ہجری کا ہے  
 ضحاک بقاعی والی دمشق کی طرف سے بعلبک کا گورنر تھا جب سلطان نور الدین محمود نے  
 دمشق کو فتح کر لیا تو ضحاک نے اوسکو بعلبک پر قبضہ دینے سے انکار کیا لیکن اوسوقت  
 سلطان نور الدین محمود نے مصلحتاً بعلبک سے تعرض نہ کیا تا آنکہ ۵۵۲ھ ۴ میں  
 جسوقت عیسائی امراء نے دندان آزار اسپر بھی تیز کرنا شروع کیا تو نور الدین محمود نے  
 بعلبک پر قبضہ کر لیا۔ ابن ابی طے کی تحریر سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ قبل فتح دمشق  
 جمیر الدین والی دمشق کی طرف سے نجم الدین ایوب (سلطان صلاح الدین کا باپ)  
 بعلبک کا حکمران تھا پہر جب دمشق فتح ہو گیا تو نجم ایوب نے دربار نوریہ میں حاضر ہو کر

قلعہ بعلبک کی کلید سلطان نور الدین کے روبرو رکھ دی اور اس سے بالطف و اکرام  
پیش آیا اور اپنے حلقہ خاص کے مصاحبین میں داخل کر لیا۔ عام مورخین کا یہ خیال ہے  
کہ مجیر الدین والی دمشق نے نجم الدین ایوب کو شہر دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن جب  
اسکو سلطان نور الدین محمود نے فتح کر لیا تو نجم الدین ایوب بعلبک کی طرف چلا گیا اور  
اسکی حکومت سے صفاک کو جدا کر کے خود وہاں کا حکمران بن گیا اس کے بعد اپنے بہائی  
اسد الدین شیر کوہ کے توسط سے دربار نوریدین حاضر ہو کر سلطانی اطاعت قبول  
کر لی سلطان نور الدین محمود نے اسکو جاگیر بن دین اور دمشق کے شہنشاہ پر اس کے لڑکے  
”توران شاہ“ کو مقرر کیا۔ بعض مورخین کا یہ بیان کرنا بالکل غلط ہے کہ توران شاہ کا اسی  
عہدہ پر انتقال ہوا ہے کیونکہ عہد حکومت صلاح الدین یوسف میں اسی پنج گنج فتح  
کیا تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شمس الدولہ توران شاہ شہنشاہ دمشق پر مقرر کیا گیا تھا  
پھر بعد اس کے صلاح الدین یوسف کو یہ عہدہ عنایت ہوا چنانچہ عراقیہ شاعر جنسوت  
شمس الدولہ توران شاہ شہنشاہ دمشق پر مامور ہوا ایک طویل قصیدہ تہنیت کا لکھا جس کے  
دو شعر سنڈا درج ذیل ہیں۔

قلعہ الحساد زید فی الحساد      پنج نیر سے حاسد دیک کہا کہ تم حسد میں زیادتی کرو  
قد سکر! الدار قد حار، البذل      وہ سکا بنین مقیم ہو گیا اور بے شک شہر پر سلط ہو گیا  
لا تعجبوا ان حل داسر عما      اسے تعجب نہ کرو اگر وہ اپنے چچا کے گھر میں مقیم ہوا ہے  
اما تحل الشمس فی برج الاسد      کیا آفتاب برج اسد میں نہیں ٹہرتا ہے۔

اور پھر جب توران شاہ کے بعد صلاح الدین یوسف نے اس عہدہ کے زینہ پر قدم رکھا  
تو اس شاعر نے یہ ایات پڑھے تھے۔

لصوص الشام تو بوا من ذنوب      اے شام کے چور و گناہوں سے توبہ کرو۔  
تکفروا بالعقوبة والصناد      تمہارے گناہوں کا عذاب اور نید گزارہ ہوگا

لیں۔ کان الفساد لکم صلاحاً اگر پہلے اس تہاری بد چلنی تہاری صلاح تھی۔  
 فمولا علیؑ لصلاح لکم فساد مگر اپنے مولانا صلاح الدین تہارے لئے فساد یعنی بربادیت  
 عجب نہیں کہ عرقہ نے اسی جلسہ میں یا کسی اور موقع پر یہ اشعار بھی پیش کئے تھے  
 جس کے ملہ میں صلاح الدین یوسفؑ ایک فطرت گران بہا اور دوسو دینار مرحمت فرمائے  
 راوید کہ یا لصور الشام لے شام کے چور اپنے حرکات چھوڑ دو۔  
 انی لکم ناصح فی مقال میں تمہیں اپنے قول سے نصیحت کرتا ہوں  
 وایا مکی و سبی النبی خبردار ہو جاؤ یوسف کے ہمنام سے اپنے کو بچاؤ  
 یوسف را ب الحجی و الحمال جو کہ عقل اور جمال کا مالک ہے۔  
 فذلک مقطع ایدی للنسا وہ (یوسف) کو عورتوں کے ہاتھ کاٹنے والے تھے  
 وھذا مقطع ایدی للرجال اور یہ (صلاح الدین یوسف) مردوں کے ہاتھ کاٹنے والا ہے  
 ابن ابی طے لکھتا ہے کہ بعد چندے صلاح الدین اور صاحب دیوان ابی سالم ابن ہام  
 کی بگڑ گئی اور صلاح الدین اس عہدہ سے مستعفی ہو کر حلب کو چلا گیا جس وقت اس  
 واقعہ کی اطلاع نورا الدین کو ہوئی اوس نے واقعات کی تفتیش کر کے ابن ہام کو معقول  
 سزا دی اور صلاح الدین یوسف کو طلب کر کے اپنے مصاحبین خاص میں داخل کر لیا  
 حضر و سفر میں ان کو اپنی خدمت سے جدا نہ کرتا تھا جو گان کہلنے میں ان کو بہت بڑا کمال تھا  
 اور شیر دل نورا الدین محمود اس مردانہ کہیل کو جی سے پسند کرتا اور اس کے ساتھ  
 کہلاتا تھا ان کے تہ تیہ ۶۳ ہجری میں دونوں حلب میں جو گان کہیل رہے تھے اتفاق سے  
 صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا جس سے صلاح الدین کے پاؤں میں خفیف سی چوٹ  
 آگئی تھی پہر جب تک یہ تندرست نہ ہوا اوس وقت نورا الدین اوسی میدان  
 میں ٹہیرا رہا۔

اسی سنہ کے آخری مہینوں میں سلطان نورا الدین محمود ملک قلع ارسلان بن

ملک سعود بن سلیمان والی قونیہ کے بعض قلعے جو عیسائی ممالک کے سرحد پر واقع تھے چھین لئے قلعہ ارسلان کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ اندونو و انشمنڈ کے لڑکوں سے لڑ رہا تھا تو قلعہ ارسلان ان لڑائیوں کا سلسلہ منقطع کر کے حدود قونیہ پر آ پہنچا اور نور الدین محمود سے اپنے تعلقات قریبی مرام دوستانہ ظاہر کر کے اُن قلعے کے واپس لینے اور باہم صلح کرنے کا سچا ہتھیار ہوا نور الدین محمود نے نہایت سچائی سے اُن قلعے کے لئے لینے کا عذر کیا اور قلعہ ارسلان سے کمال راستی سے صلح کر کے حلب کو واپس ہوا۔

**مہم قلعہ حارم** شروع ۵۸۵ھ میں قلعہ حارم پر نور الدین محمود نے فوج کشی کی یہ ایک قلعہ مضبوط و مستحکم صوبہ انطاکیہ کے قریب حلب کے غربی جانب واقع ہے حاکم اسکا ایک گونہ خود مختار تسلیم کیا جاتا تھا لیکن درحقیقت وہ والی انطاکیہ کا ماتحت تھا عیسائی بادشاہ انطاکیہ نے نور الدین محمود کے آمد کی خبر سن کر عیسائی مجاہدین اور لشکر کو فوراً مجتمع کر لیا اور اس سے لڑنے اور قلعہ حارم کے چھوڑانے کے غرض سے خم ہونک کر میدان جنگ میں آیا اور بہر جب بادشاہ انطاکیہ کی کوششوں نے قلعہ حارم کے چھڑانے سے اسکو جواب دیا اور والی قلعہ نے یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم نور الدین کا مقابلہ کرو گے تو وہ یقیناً کامیاب ہوگا اور ہکو نہریست اوٹھائی پڑے گی اور اگر تم لڑائی سے جان چھڑاؤ گے تو ہم میں سے ایک کا بھی بچنا آسان نہیں نظر آتا اس سے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نور الدین محمود کو بعوض تاوان جنگ نصف مضافا حارم صلح کر لیجائے بادشاہ انطاکیہ پہلے اس پیام سے افرقہ ہوا لیکن پہر جب اس نے مال پر نظر کیا تو والی قلعہ کی ملے زیادہ مناسب نظر آئی اور اس نے نہایت محبت کے ساتھ نامہ و پیام کر کے نور الدین سے صلح کر لیا شعرا نے حارم سے



کامیاب واپس آنے پر اسکو مبارکباد دی اور تہنیت کے قصاید پڑھے لوگوں نے  
ابن منیر کے طرف ایک قصیدہ منسوب کیا ہے اور میں نے ہی اس قصیدہ کو  
دیوان ابن منیر میں دیکھا ہے حالانکہ ابن منیر شاعر کا انتقال ۳۸۵ھ میں ہو چکا تھا  
اور یہ واقعہ ۵۱۵ھ کا ہے۔

رئیس ابو یعلیٰ تحریر کرتا ہے کہ نور الدین محمود جو سوقت مہم حارم میں مصروف تھا  
اوسوقت اطراف وجوانب کے چھوٹے چھوٹے عیسائی امراء نے مجتمع ہو کر حلیت  
حملہ کی تیاری کر دی جاسوسوں نے اس مشورہ کی اطلاع اونکی روانگی سے  
پہلے نور الدین کو کر دی اوس نے اسی اثناء میں چوبیس صفر سنہ مذکور کو  
موجودہ مہم کے لشکر کے ایک حصہ کو مضافات حلب کی طرف روانہ کر دیا تھا  
پھر جب یہ حارم سے واپس ہو کر حلب کو جا رہا تھا تو وہ گروہ مظفر منصور  
مفسدین نصارے کو گرفتار کئے ہوئے بلا نور الدین محمود انکو القام و  
اکرام سے خوش کر کے اپنے ہمراہ لئے ہوئے حلب میں داخل ہوا چند یہاں  
قیام کر کے دمشق کو چلا گیا۔

شاہ فرانس سے صلح اور پیراوسکی بد عہدی  
۱۱۵۱ھ شوال سنہ مذکور میں شاہ فرانس نے لڑائی سے  
تھک کر ایک برس کے لئے صلح کر لیا لیکن پھر وڈبائی  
مہینہ کے بعد چند عیسائی امراء کے آجائے سے اس نے  
عہد شکنی کی اور ایک جلی قافلہ کو لوٹ لیا نور الدین محمود اندولون ندرونی  
نقصانات کے دفع کرنے اور اپنی قوت کے بڑھانے میں مصروف تھا اوس نے  
شاہ فرانس کی اس بد عہدی پر کچھ خیال نہ کیا اور نہ اس کے بدلہ  
لےنے پر وہ متوجہ ہوا بلکہ آئندہ بھی چند دنوں تک اسکی بد عہدیوں اور  
عہد شکنیوں کو غور کی نظروں سے دیکھا اور اوپر صبر کرتا اور زمانہ فرصت کا

منتظر رہا۔

بہو نچال  
کی کثرت

بایسویں ربیع الاول کی شب سے مسلمانوں اور عیسائیوں کی  
لڑائی کا بلا تحریک قدرتی طور سے خاتمہ ہو جاتا ہے اور اسی

تاریخ سے ہٹوڑے دنوں کے لئے سرزمین شام زلزلوں کی اماج گاہ قرار  
دیجاتی ہے فریقین کے مالک محروسہ کے اکثر بلاد بہو نچال کی کثرت سے  
خراب و ویران ہو گئے حلب و حماہ کے اکثر مواضع گر پڑے کفر تاب و معرہ  
و افامیہ بالکل ویران ہو گئے شہر زمین ایسا ناوقت زلزلہ آیا کہ گہرے گہرے  
میں رہ گئے کوئی نخل نہ سکا شہر کا شہر ویران ہو گیا والی قلعہ تاج الدولہ بن  
ابی العساگر بن منقذ قلعہ میں دیکر مر گیا۔ چوتھی رجب ۵۵۲ھ ہجری کو  
دمشق میں ایک زلزلہ عظیم آیا غورت و مرد پریشان ہو کر مکانات سے نکل کر پڑے  
ہوئے مضبوط مضبوط عمارتیں گر پڑیں شاہی عمارات کے آثار ہل گئے چند دنوں  
زلزلہ کے خوف سے اہل دمشق باغات اور صحرا اور اوقادہ زمینوں میں  
پڑے رہے نور الدین محمود بذاتہ اپنے لشکریوں کو لئے ہوئے ہر شہر کا شہر ہنپاہ  
اور قلعات کی فصیلین بنارہا تھا غبار کے نقصانات مالی کا معاوضہ دے رہا تھا  
بازاروں شہروں کے آباد کرنے کی فکر میں تھا اور جب تک وہ اس امر میں سے  
فارغ نہیں ہو لیا اس وقت تک وہ کسی طرف نہیں متوجہ ہوا۔ اکثر محققین  
سورخین کا قول ہے۔

”لو کہ ان الله تعالى من على المسلمين بنور الدين والا“

”اگر خدا تعالیٰ نے نور الدین کو مسلمانوں پر نور الدین محمود کی موجودگی سے احسان نہ کرتا تو عیسائی ضرور  
بغیر محاصرہ و لڑائی کے اسلامی ممالک میں گھس گئے ہوتے۔“

اس بلاغی (زلزلہ) سے مرنے والوں کی تعداد کا صرف اس روایت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک شہر حماۃ کے مدرسہ میں مولوی صاحب بیٹھے ہوئے لڑکوں کو پڑھا رہے تھے اتفاق سے وہ بضرورت اڑھے جیسا ہی وہ اڑھے کے باہر آئے جیسا ہی صدمہ زلزلہ سے مدرسہ کی عمارت گر پڑی خود مولوی صاحب کا یہ بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد کوئی متنفس اپنے لڑکے کا حال دریافت کرنے کو نہ آیا صاحب کتاب الرضتین اس حادثہ ناگہانی میں فریوٹوں کی تعداد دس ہزار بیان کرتا ہے یہ حادثہ ایسا تھا کہ اس میں عیسائی اور مسلمانوں دونوں مبتلا ہو رہے تھے اپنی اور اپنے رعایا کے بچائیکے فکر میں تھے ایک کی دوسرے کو کیا خیر ہوتی۔

عیسائی لوٹروں کا مقابلہ ان مصائب سے نجات پاتے ہی عیسائیوں نے پہرہ پیش قدمی شروع کی اور از سر نو کشت و خون کا دروازہ کھولنے پر آمادہ ہوئے حمص و حماۃ کے اطراف و جوانب کے عیسائی امرا نے اُسکو بے یار ویاور سمجھ کر حملہ کی تیاری کر دی لوٹیرے عیسائی وقت بی وقت موقع پاکر سافروں کو ٹوٹ لینے لگے جس وقت نور الدین محمود کو اس واقعہ کی خبر پہنچی اُس نے اسی وقت اُن کی سرکوبی کو ناصر الدین امیر ایران کو سات سو سواروں کی جمعیت سے حدود حمص و حماۃ کے حفاظت کے غرض سے روانہ کر دیا ناصر الدین امیر ایران نے حدود حمص و حماۃ نکلتے ہی شجاعان اتراک کو عیسائی لوٹروں کے راہ میں موقع سے ایک کمینگاہ میں چھپا دیا اور خود چند منتخب سپاہی اور افسروں کو لیکر ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا جس وقت عیسائیوں کا گروہ اپنی ملکیت کے حدود سے ٹکرائے گا اُس وقت امیر ایران نے اپنے رومال کے اشارہ سے کمینگاہ کے ترکوں کو حملہ کرانیکا

حکم دیا اور خود ایک کوس کا چکر کاٹ کر عیسائیوں کا سامنے سے مقابلہ کیا  
 عیسائی لوٹیروں کا گروہ اس اچانک حملہ سے منتشر ہو گیا اپنے آلات حرب کو  
 بھی موقع و محل سے استعمال نہ کر سکا مجبور ہو کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا  
 سواران اسلام نے اولن کا تعاقب کیا جو ان میں سے امن کا خواہاں ہوا  
 یا تلوار رکھ دی یا بیٹھ گیا اُسکو پناہ دی گئی جس نے کچھ بھی اسلام سے تڑائی  
 کی فوراً اوس کے سروتن کا آخری فیصلہ کر دیا گیا کچھ تو میدان جنگ میں کام  
 آگئے باقی ماندگان سے کچھ اثناء دار و گیر بین زخمی ہو کر گر پڑے جنکو بہاگئے  
 اور گرفتار کرنے والوں نے پامال کر دیا جو باقی رہ گئے وہ اپنے سردار  
 کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے جسوقت یہ لوگ دمشق میں نور الدین محمود  
 کے دربار میں پیش کئے گئے اوس نے پہلے انکی تشہیر کرائی بعد ازاں  
 ان کے قتل کا حکم دیکر اس نے اپنے کو رحمت الہی کا ایک کرشمہ ثابت کر دیا۔  
**ایک اور جدید واقعہ** دولت نوریہ کا نامی سپہ سالار اسد الدین

سیر کوہ اس واقعہ کے اثناء میں حلب کے شمالی جانب میں رات کیوقت  
 چند سواروں کو لئے ہوئے گشت کر رہا تھا بظاہر اسکو کسی کام کی فکر تھی  
 اور نہ کسی کی تعاقب و گرفتاری کا خیال تھا لیکن چلتے چلتے رک جائے  
 اور ہر چار طرف نظر دوڑانے سے اس کے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی کی  
 جستجو میں جا رہا ہے یا کم از کم اسکو کسی کے اچانک اچانیکا اندیشہ ہے  
 ناگاہ اسکو شب ماہ میں دور سے گرد اوڑتی ہوئی دکھائی دی تھوڑی  
 دیر کے بعد گھوڑوں کے ٹاپ کی آواز اور انکی ہنہناہٹ سنائی دی  
 جسپر اس کے کان کھڑے ہو گئے چند لمحہ تک سکوت کے عالم میں کھڑا ہوا  
 کچھ سوچتا رہا تھوڑی دیر کے بعد راستہ چھوڑ کر چند سواروں کو راستہ سے

ہٹ کر تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر ایک جھاڑی کے آڑ میں بٹھادیا اور باقی لشکر لیکر راستہ کے بازو کی پہاڑی پر چڑھ گیا آنے والے سواروں کو انکی نقل و حرکت کی اطلاع ہو گئی یا یہ کہ منزل مقصود پر پہنچنے اور وہاں شبشب واپس آنے کے خیال نے نہایت تیزی سے سواران اسلام کے زور پر ہونچا دیا اسد الدین شیرکوہ نے رومال کے اشارہ سے کمینگاہ کے سواروں کو حکم کرنے کا حکم دیا عیسائیوں کا یہ گروہ جو نہایت اطمینان سے راستہ طے کرتا ہوا چلا آ رہا تھا اچانک حملہ سے گھبرا گیا صفوں مرتب ہی نہ ہو سکی پشیمانی کی حالت میں آپس میں ہی ایک دوسرے سے بٹھ گئے۔ شیرکوہ اس واقعہ کو دیکھ کر چپکے چپکے پہاڑی پر سے اوتر کر تھپے سے حملہ کر دیا۔ اس حملے نے انکو اور زیادہ اضطراب میں ڈال دیا صلیبی نشان پادری کے مارے جانے سے زمین پر گر پڑا عیسائی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اس واقعہ میں جسقدر عیسائی علاؤ مقتولین کے گرفتار کئے گئے وہ اگلے دن دربار نور یہ میں بغرض صدور حکم شاہی پیش کئے گئے نور الدین ٹمٹے بہون کی گردن زنی کا حکم دیدیا اور یہ کہہ دیا کہ جو انہیں سے بطریق اسلام لائے وہ چھوڑ دیا جائے۔

ہم اس موقع پر اس امر کو ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ گروہ زمین کے کسی قطعہ کا مالک نہ تھا ان میں کچھ لوگ طبقہ پمپلس (داویہ) اور کچھ لوگ ہاسٹپلس (استباریہ) کے تھے جنکا یہی کام تھا کہ مسلمانوں کو قتل کریں ان کے مال و اسباب کو لوٹ لین مکر و فریب یا جس طریقہ سے ہو مسلمانوں کو ایذا میں پہنچائیں ان دونوں طبقوں میں امر اکم اکثر عوام الناس ہوتے اور وہی ٹانٹ اور جرنل و گرینڈ ماسٹر ہوا کرتے تھے عیسائی کروسیڈروں کو ان دونوں طبقوں سے جنگ ہائے صلیبی میں بہت بڑی بڑی امداد ملی تھی

عیسائی فرقہ میں ان سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن اور کوئی فرقہ نہ تھا۔

**فتح بانیاس** ابن ابی طہلی لکھتا ہے کہ آخر ۵۵۲ھ (مطابق ۱۱۵۷ء) میں

شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی خوزنیری پر پھر کمر باندھی حمص و حماہ کے غارت کرنے کی غرض سے اوس کے اکثر مقامات کو ویران کر ڈالا نورالدین محمود اس واقعہ سے مطلع ہو کر ان کے مقابلہ پر جا پہنچا عیسائیوں نے جی توڑ کر اسکے

حلموں کا جواب دینا شروع کیا ایک شیانہ روز برابر لڑائی جاری رہی آخر کار عیسائی مٹھ چپا کر میدان جنگ سے ہٹ گئے مسلمانوں نے انکو تعاقب

کر لیا جب وہ سرزمین بانیاس سے پی آگے بڑھ گئے تو نورالدین محمود نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھ کر بانیاس کا محاصرہ کر لیا محصور عیسائی انتہا پریشانی میں گرنے لگے جب اس سے تھک جاتے تھے تو خنقیقون سے سنگباری کرتے تھے

ایک ہفتہ تک اسلامی لشکر کا ایک نفیس بھی قلعہ کے قریب نہ جاسکا آٹھویں ذی الحجہ ۵۵۲ھ میں مذکور میں طرفین سے ایک جی توڑ کوشش اپنے حریف کے

ہزیمت دینے کی ہو رہی تھی اسدالدین نے قلعہ کے شمالی جانب کے برج کو نقابین کے ذریعہ سے سرنگ لگا کر اوڑا دیا اور نہایت تیزی سے اندر گھس کر

بلا انتظار اس کے سلطان نورالدین مہوز قلعہ میں پہنچ آیا قلعہ کی تفصیل یہ پڑھ کر اسلامی جہنڈا لگاڑ دیا پھر کیا تھا عیسائی پریشان ہو کر جان بچانے کی

فکریں مصروف ہو گئے اور اسلامی لشکر نے پہونچ کر جس نے اسلام لانے یا ہتھیار رکھنے سے انکار کیا اودن کے تن و جان کا فیصلہ کرنا شروع کر دیا لہذا آنکہ

جان باختہ عیسائیوں نے ایک سفید نشان یا رومال کے دکھانے سے اپنی جان بچائی۔

اس کامیابی کے بعد مال غنیمت معہ اودن قیدیوں کے جو اس واقعہ میں

گرفتار ہوئے تھے اور تعداد میں ایک ہزار کے قریب تھے سلطان نور الدین نے  
اسد الدین شیر کوہ کے ہمراہ دمشق کو روانہ کیا جب اس کی خبر عیسائی امراء کو ہوئی  
تو وہ لوگ اسکو غنیمت سمجھ کر کہ نور الدین سے مال غنیمت اور قیدیوں کو  
چھوڑا کر اپنے سر سے بدنامی کا بدناما دہیہ مٹائیں ایک ستہ فوج لیکر سربراہ  
بغرض تعرض اکھڑے ہوئے اسد الدین نے اپنے باڈی گارڈ کو لیکر اس کا  
مقابلہ کیا اور بقیہ ہمراہیوں کو مال غنیمت اور قیدیوں کے حفاظت پر چھوڑا  
نصف دن بھی پورا نہ ہونے پایا تھا کہ عیسائیوں کے پانچوں میدان جنگ  
سے اوکھڑے اور ہتھیار کئے گئے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بہل گئے شیر کوہ  
دو کوس تک ان کے ثقاہت میں قتل و قید کرتا ہوا چلا گیا اس واقعہ میں ہی  
مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ اچھا آیا اور دیدہ سو کے قریب عیسائیوں کو  
گرفتار کر لیا۔

بارہویں جمادی الثانی سنہ مذکور سے شاہ فرانس اور نور الدین محمود  
میں ایک میعاد صلیحانہ کی بابت پہر خط و کتابت شروع ہوئی شاہ فرانس  
یہ مقصد تھا کہ سلطان نور الدین مسود کو صلح کی امید میں رکھے کہ آئندہ کی  
تیاری سے اسکو روک دے لیکن شاہ فرانس کی اس خیالی امید نے چند دن  
قیام نہ کیا اسکی جالاک کی قلعی کھل گئی کوئی امر باہم طے نہ ہوا مجبور ہو کر نور الدین  
بقیہ لشکر کو دشمن کے مقابلہ پر چھوڑ کر دستہ فوج جان نثاران لیکر غزہ میں  
چلا آیا پھر وہاں سے قیسری رجب کو روانہ ہو کر حلب میں داخل ہوا لشکر کی  
تیاری آلات حرب کی درستی ملک کے نظم و نسق نے بقیہ رجب اور پورے  
ماہ شعبان تک اسی مقام پر روک رکھا اتنے میں ماہ مبارک رمضان کا  
چاند دکھائی دیا نور الدین محمود نے اپنے ارادہ سفر کو ملتوی کر کے حلب میں

قیام کر دیا پہلا عشرہ تو طبریت سے گزر گیا لیکن دوسرے عشرہ کی ابتدا میں بھی  
علیل ہو گیا جب اسکو اپنی صحت سے ناامیدی ہوئی تو اس نے اپنے بھائی  
امیر امیران نصرت الدین و اسد الدین شیرکوہ اور امراء و اراکین سلطنت کو  
بلا کر انکے مشورہ سے امیر امیران نصرت الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا شیرکوہ  
اسکی نیابت کی وصیت کر کے دمشق میں رہنے کو کہا اور ایک گروہ اراکین  
سلطنت کو وقت ضرورت مشورہ دینے کے لئے منتخب کیا اس مشورہ کے بعد  
اسد الدین شیرکوہ دمشق چلا گیا اور خود نور الدین محمود شہر حلب سے قلعہ  
ایام علالت گزرانے کے لئے چلا آیا۔

عیسائیوں نے اسکے علالت کی خبر پا کر دو طرف سے حملہ کر دیا ابک تو  
بالڈون بادشاہ یروشلم نے یورپ سے تازہ فوج آجانے کی وجہ سے خالی میدان  
دیکھ کر قیصراریہ پر فوج کشی کر دی اور نہایت دلیری سے (کہ جو درحقیقت  
بزدلی کا حملہ تھا) شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن اسد الدین شیرکوہ کی روانگی نے  
اس کے دانت کھٹے کر دیئے پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد نقصان کثیر اٹھا کر  
بالڈون کو انطاکیہ کے طرف واپس آنا پڑا۔ دوسرے امراء فرانس نے اسکی  
علالت اور پچھلے دنوں کے زلزلہ سے شیرزک شہر بپاہ کے گرجانے سے دس ہزار  
کی جمعیت سے شیرزپر حملہ کر دیا شیرز اسوقت تک ظاہر اپنے مددگاروں  
سے خالی نظر آ رہا تھا اور فرانسیزیوں کو پورا پورا اسپر قبضہ کر لینے کا یقین  
ہو گیا تھا مگر اسماعیلیہ نے اطراف و جوانب سے مجتمع ہو کر اسکو حریف کے قبضہ سے نکال دیا  
اسی زمانہ میں مینویل یونانی شہنشاہ قسطنطنیہ اور ریحنا لدی  
انطاکیہ میں اسد جہ ناصافی پیدا ہو گئی کہ شہنشاہ قسطنطنیہ ایک بڑی  
فوج لیکر انطاکیہ پر چڑھ گیا اور ریحنا لدی کو نچاڑ کر کہا کرواپس چلا آیا انہیں



دونوں امیر امیران نصرت الدین اور محمد الدین حاکم قلعہ حلب پہل گئی لیکن  
نور الدین محمود کی تندرستی نے اس ماجرا کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اسد الدین شیرکوہ  
اپنے آقائے نعمت کی تندرستی کی خوشخبری سن کر صبا ستد عاء اس کے اپنی  
ماحت فوجین لئے ہوئے دمشق سے حلب میں آگیا نور الدین محمود نے اس کی  
کوششوں کی داد دی اور اندرونی و بیرونی فسادات کے رفع کرنے کی مشورہ  
و فکر کرنے لگا۔

شیرزیر قبضہ پہلے دونوں عیسائیوں کی یورش سے اگرچہ سلطان نور الدین محمود کو  
شیرزیر سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن اسلامی بلاد ہونے کی وجہ سے اس کو اس کا ایک  
خاص خیال پیدا ہو جانا ضروری تھا۔ شیرزحماۃ سے نصف منزل کے مسافت پر  
ایک انجلی پہاڑی پر واقع تھا تین طرف اس کے نہایت بڑے بڑے پہاڑ واقع  
تھے جو اس کو ہر قسم کے حملوں سے ہر وقت بچانے کے لئے کمر بستہ سلسلہ کے ساتھ  
کہڑے تھے چوتھی طرف اس کے دریا تھا جس پر اہل شیرزیر نے ایک پل بنا کر کہا تھا  
اور اسی کے ذریعہ سے شیرزیر میں آمد و رفت ہو سکتی تھی باوجود اس مضبوطی  
اور ایک قدرتی محفوظ قلعہ ہونے کے والی قلعہ کی کمزوری اور عیسائیوں کی آمد  
ورفت و تعلقات سے اس کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ اگر عیسائیوں کو سلطان  
نور الدین محمود کی حمایت کا خیال ہوتا تو مدت ہوئی ہوتی کہ اس قلعہ پر بجائے  
اسلامی پہرہ کے صلیبی نشان بلند ہو گیا ہوتا اور پہرہ چپ شیرزیر محفوظ و مضبوط  
قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ جاتا تو اہل حماۃ کو ان کے ظلم کے ماتھوں  
کب آرام مل سکتا نور الدین محمود نے تندرستی کے بعد بوجہ بالا بجائے مغلین  
کی قوت توڑنے کے اپنے باز و مضبوط کرنے کو مقدم سمجھ کر شیرزیر کی طرف نور الدین  
شیرکوہ کو روانہ کیا شیرکوہ نے شیرزیر کے قریب پہونچ کر بلا جدال و قتال اس پر

قبضہ حاصل کر کے اس کے شہر پناہ کو از سر نو درست کر دیا اور حسب حکم نور الدین محمود  
مجد الدین ابن الدایہ کو دہان کا حکمران بنا کر واپس چلا آیا۔

اول محرم ۵۵۳ھ (مطابق ۱۱۵۷ء) میں عیسائیوں نے پہرہ بڑھایا  
قلعہ حارم کے نصف فاصل کو جو زمانہ اتابک سے دیے چلے آئے تھے بند کر دیا  
علاوہ برین قرب وجوار کے بلاد اسلامیہ پر بخون مارنا شروع کر دیا نور الدین محمود  
یہ خبر سن کر حلب سے روانہ ہوا اور اپنی روانگی سے پیشتر اسد الدین شیرکوہ کو  
بطور مقدمہ الحیش کے روانہ کر دیا عیسائی فوجین جو اپنے ہاتھوں کو مسلمانوں  
کے خون ناحق سے رنگ رہی تھیں اسکی آمد کی خبر سن کر شہر پر نشان ہو کر  
قبل از مقابلہ بہاگ گئیں۔ نور الدین محمود تو دمشق کو واپس آیا اور اسد الدین  
شیرکوہ سرکش عیسائیوں کے سرکوبی کو صید اکیطرف چلا گیا۔

رئیس البوعلی تحریر کرتا ہے کہ پندرہویں ربیع الاول کو حلب سے زلزلہ  
آئی خبر آئی جس سے حلب کے مضبوط مضبوط مقامات کی بنا ہل گئی اور کچھ یون  
دمشق میں پہونچا ل آیا لیکن دونوں مقامات میں نقصان کچھ نہین ہوا۔  
نویں ربیع الثانی کو سلطان نور الدین محمود نے لشکر مرتب کر کے بغرض جہاد  
دمشق سے خروج کیا اور جب شہر شب پر آکر قیام کیا اس کے دوسرے روز  
اسد الدین شیرکوہ بھی صیدا سے مظفر و منصور قیدیوں اور مال غنیمت کو  
لئے ہوئے آپہونچا ان قیدیوں میں والی حارم کا لڑکا بھی تھا جو عیسائی  
مجاہدین کے لشکر میں ٹائیٹ ہو کر لڑنے کو آیا تھا۔

**شکست و فتح** اسد الدین کے آنے کے بعد نور الدین محمود نے جب شہر سے  
کوچ کیا اور اپنی سرحد سے عبور کر کے عیسائیوں کے ملک میں جا پہونچا  
عیسائیوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا اثنائ جنگ میں مسلمانوں کے سینہ کے دو کلا

میسرہ میں آئے عیسائیوں نے میمنہ کو کمزور دیکھ کر اس پر حملہ کیا جسوقت میسرہ نے اس کے بچانے کی کوشش کی عیسائیوں کے میمنہ نے دائیں بازو سے اور مقدمہ نے سامنے سے حملہ کر دیا اس اچانک حملہ سے انسلرن لشکر کے پانچون اوکھڑ گئے لشکر بے قابو ہو کر میدان جنگ سے بہاگ نکلا سلطان نور الدین محمود تھوڑے سے سواران دستہ جان نثاران کو لئے ہوئے ٹیکہ حبیش پر پڑھا ہوا اونکا مقابلہ کرتا رہا عیسائیوں کے دلپر اسکی اس مردانگی سے کہ وہ ٹڈی دل لشکر کے مقابلہ پر محدود سے چند سوار و نکولے ہوئے لڑ رہا تھا ایک رعب سا چھا گیا باوجود کثرت لشکر کے آگے قدم نہ بڑایا دشخص عیسائی لشکر سے ٹھکر میدان میں آئے اور لڑنے والوں کو طلب کیا سلطان نور الدین محمود کے حکم سے ان کے مقابلہ پر خط زاید شہید اتابک کا (آزاد غلام) صف لشکر سے بھٹک کر میدان میں آیا دو چار ہاتھ پیترے کے بدل کر پہلے ایک کو ان میں سے تیغ کیا بعد ازاں دوسرے کے طرف متوجہ ہوتے ہی اسکو بھی آنراحدین قتل کر ڈالا ان دونوں عیسائیوں کے قتل ہوتے ہی انکے لشکر نے پیچے ہٹنا شروع کیا اور نور الدین محمود ان پر تیرباری کرنے لگا یہاں تک کہ رات نے انکو اپنے دامان سیاہ میں بٹھا دیا۔

شیخ داؤد مقدسی (مجاور قبر شعیب نبی علیہ وعلیٰ نینا الصلوٰۃ والسلام) ایک خچر پر (جسکو بادشاہ قدس نے دیا تھا) نور الدین محمود کے پاس سوار کھڑے ہوئے تھے ان کا بیان ہے کہ جسوقت اسلامی لشکر میدان جنگ سے بہاگ جا رہا تھا اسوقت نور الدین محمود کے چہرہ کارنگ ساعت بساعت تغیر ہوتا جاتا تھا کبھی بارگاہ رب لعزت میں کمال ادب سے قبلہ ہو کر سر جھکا کر بیٹھ دعا کرتا تھا یا رب العباد انا العبد الضعیف ملکتنی هذا الولاية

واعطيتني هذا النياية عمرت بلادك ونصحت عبادك  
وامرهم بما امرتني به ونهيتهم عما نهيتني عنه فرفعت المنكرات  
من بينهم واظهرت شعائر دينك في بلادهم وقلنا نهم  
المسلمون وانا لا اقدر على دفع هؤلاء الكفار اعداء  
دينك ونبيلك محمد صلى الله عليه وسلم ولا املك الا  
نفسه هذا وقد سلمتها اليهم ذابا عن دينك وناصرا  
لنبيلك (ترجمہ) پروردگار عباد مجھ بندہ ضعیف کو تو نے اس لایت کا  
مالک کیا اور مجھ کو تو نے یہہ نیابت مرحمت کی میں نے تیرے شہر و نکو آباد کیا  
اور تیرے بندوں کو سمجھایا اور میں نے انکو اسی کام کا حکم دیا جس کا حکم تو نے  
مجھے دیا ہے اور میں نے انکو اوس سے روکا جس سے تو نے مجھے روکا ہے  
میں نے انہیں سے منکرات کو رفع کر دیا اور تیرے شعائر دین کو اوں کے  
بلا دین نظر کیا بے شک مسلمانوں کو نہریت ہوئی اور میں تنہا ان کفار  
تیرے دین اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو دفع نہیں  
کر سکتا اور میں سوائے اپنے اس نفس کے اور کسی کا مالک نہیں ہوں  
اور بے شک میں نے اُسکو تیرے دین کی حفاظت اور تیرے نبی کی حمایت کے لئے  
ان کے سپرد کر دیا ہے۔

اور کبھی منہزم گروہ کے واپس لانے کی کوشش میں مصروف ہوتا تھا  
اس اثنا میں عیسائی لشکر ٹیلہ حبیش کے قریب آگیا اسوقت نور الدین محمود  
بالاسلام کہہ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے نوکدار غارہ شکاف نیزہ کو زمین پر  
ٹکا کر ترکش سے تیر نکال کر تیر و کمان سے کام لینے لگا۔ اس کے ہمراہی رومن  
نے ہی تیر باری شروع کر دی عیسائیوں کے حملہ کا ان مسلمانوں پر تلندی کی وجہ سے

بالکل نہ پہنچتا تھا لیکن اونکے تیرے سیایوں کے سر و نیز کہلتے جا رہے تھے دوپہر سے شام تک لڑائی کا یہی نقشہ رہا غروب آفتاب کے بعد عیسائی لشکر پیچھے ہٹنے لگا اور نور الدین محمود و معہ اپنے ہمراہیوں کے آگے بڑھتا جاتا تھا جب شب تاریک نے ان کو اپنے دامانِ ظلمت میں چھپا لیا اور او کی نظرین کام نہ دینے لگیں تو یہ لوگ میدانِ جنگ سے واپس ہوئے۔

یہی واقعہ اس لڑائی کو بلا کسی نتیجے کے ختم کر کے آئندہ تھوڑے روز کے لئے لڑائی کو موقوف کر دیتا ہے اور نور الدین محمود میدانِ جنگ سے دمشق چلا آتا ہے اس کے آنے سے پہلے اہل دمشق نے دارالعوام میں مجتمع ہو کر سہرے بازار اور نہروں کا ٹکس قائم کر لیا تھا اور حکومتِ شہر (لوکل گورنمنٹ) سے دس ہزار دینار پر ٹھیکہ لے رکھا تھا لیکن جب دسویں رمضان کو اس کی اطلاعی یادداشت بغرض منظوری دربارِ نور میں پیش کی گئی سلطان نور الدین محمود کی بیخبر فانی نے اپنی دمی ہوئی رعایتوں کو موقوف کرنا پسند کر کے وصول شدہ ٹکس کے واپسی کا حکم صادر کر دیا اور براہِ ترحم خسروانہ دودھ گہی۔ گھائے۔ بکری کا محصول معاف کر کے ایک گشتی حکم جاری کر دیا جو بغرض اطلاع عام بازاروں اور چوراہوں پر آویزاں اور مجمعہ کے دن مساجد میں پڑھا گیا۔

رئیس ابوالعلی تحریر کرتا ہے کہ ابتدائے ۵۵۴ھ (مطابق ۱۱۵۹ء) میں سلطان نور الدین محمود پھر علیل ہوا اور اس کی علالت رفتہ رفتہ اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نقل و حرکت نہ کر سکتا تھا اکثر اوقات نازغشی میں گزرتے تھے ضعف کی کوئی انتہا نہ تھی جب قدر اس کی خیر خواہ رعایا اور جان نثار فوجیں اس کی علالت سے پریشان خاطر ہو رہی تھیں اوس سے بدرجہا دشمنانِ اسلام و مفسدین نصارے خوش ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے آئے دن

رومی اور فریسی امراء کی شورش کی خبرین مشہور ہوتی بہتین جب سلطان نور الدین محمود  
 صنعت و علالت فی نشست و برخاست سے مجبور کر دیا اور ایک گونہ اس کو  
 اپنی صحت سے ناامیدی ہو گئی تو اس نے اپنے خاص خاص امراء کو ایک وقت  
 خاص میں طلب کر کے بعد حمد و صلوة کے یہ وصیت کی اتنی قد عزامت  
 علمی وصیۃ الیکم بما وقع فی نفسے فلو نواسا معین مطیعین  
 وبشر وطہا عاملین الی مشفق علی الرعا یا وکافة المسلمین  
 یمن یکون بعدی من الولاۃ الجاہلین والظلمۃ الجائرین  
 وان اخی نصرۃ الدین اعراف من اخلافة وسوء افعالہ مالا  
 ارنضی معہ بتولیتہ اہلاً من امور المسلمین وقد وقع  
 اختیاری علی اخی قطب الدین مودود متولی الموصل  
 لما یرجع الیہ من عقل وسد ادو دین وصحة اعتقاد  
 فحلفوا لہ (ترجمہ بے شک میں نے تم کو ایک وصیت کرنے کا قصد کر لیا،  
 جو میری طبیعت میں گزری ہے پس اس کو تم لوگ سُنو اور اس کی اطاعت  
 کرو اور اس کے شروط پر عمل کرو مجھے رعایا اور گروہ مسلمانوں کی طرف سے  
 اندیشہ ہے کہ میرے بعد جاہل حکام اور نا فہم امراء او پیر ظلم نہ کریں اور  
 بے شک میں اپنے بہائی نصرت الدین کے اخلاق اور بد افعالی کو جانتا ہوں  
 جس سے میں اس کی تولیت پر راضی نہ ہوں ہوتا کہ وہ مسلمانوں کے کسی کام کا  
 متولی ہو میرے دل میں یہہ آیا ہے کہ میں اپنے بہائی قطب الدین مودود  
 حاکم موصل کو اختیار کروں کیونکہ اس میں عقل و راستی و دینداری اور  
 دینی اعتقاد ہے پس تم لوگ اس کے لئے حلف دو) اس کے بعد ایک قند  
 خاص اپنے بہائی قطب الدین مودود کے پاس موصل کی طرف روانہ کیا اور

مجد الدین گورنر حلب نے مسافریں و تجارت پیشہ کے حفاظت کے غرض سے  
 شاہراہ عام پر جو کیاں مقرر کر دیں اتفاقاً ایک چوکی والوں نے اہل مشق  
 کے ایک قاصد کو گرفتار کر کے گورنر حلب کے پاس بھیج دیا گورنر حلب نے اس سے  
 استفسار حال کیا اس کی تلاشی لی جب سپہ جرم ثابت پایا تو اسکو دار پر  
 لٹکایا اور خط جو اس کے سبابت برآمد ہوا تھا اسکو نور الدین محمود کے  
 پاس بھیج دیا۔ جب یہ خط دربار لوزیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امین الدین  
 ابن الحاج ابوالثامہ حولی ریوان و مزال دین ساکم قلعہ و محمد بن جعفری  
 حاجب و سعد الدین عثمان نے یہ خط امیر ایران نصرت الدین کو لکھا تھا  
 اور اسکو ایسی حالت میں جبکہ نور الدین محمود بستر عالت پر پڑا ہوا تھا اور اس نے  
 قطب الدین سودود کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا و مشق پر قبضہ کر لینے پر آمادہ  
 کیا تھا نور الدین محمود نے ان لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا امین الدین غزالدین  
 و محمد تو گرفتار ہو آئے لیکن سعد الدین عثمان بہاگ گیا جسوقت یہ خط ان  
 لوگوں کے روبرو پیش کیا گیا ان لوگوں نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور اسکی  
 معافی چاہی نور الدین محمود نے بیظیر علم نے ان کے قصور سے درگزر کیا اور اس نے  
 ان کے رہا کر دینے کا حکم دیدیا۔ اس واقعہ کا شور و غل ہنوز کم نہ ہوا تھا کہ والی  
 قلعہ جعبر کا خط اس مضمون کا آپہنچا کہ نصرت الدین دریا سے فرات عبور  
 کر کے دمشق پر قبضہ حاصل کرنے کو آ رہا ہے اس خبر کے پہنچنے ہی اسد الدین  
 شیرکوہ لشکر ظفر پیکر لیکر اس کے روکنے کو ہوا کی طرح اٹھا لیکن اس کے  
 پہنچنے سے پہلے نصرت الدین اثنار راہ سے اسد الدین کی روانگی اور  
 نور الدین محمود کی صحت کی خبر سنکر واپس چلا گیا لوزیت مقابلہ کی نہ آئی۔  
 اسد الدین کی واپسی کے دوسرے روز نور الدین محمود کا قاصد

موصول سے واپس آیا اور اوس کے ساتھ ہی ساتھ قطب الدین دود کا وزیر جمال الدین ابو جعفر محمد بن علی اپنے آقائے نعمت کی طرف سے بغرض مزاج پر ہی حاضر ہوا نور الدین محمود نے روانگی کے وقت اوس کو خلعت و انعام دیکر رخصت کیا ابن ابی طے تحریر کرتا ہے کہ وزیر جمال الدین - نور الدین محمود کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ابن الصوفی کے مکان پر اتر اٹھا اور واپسی کے وقت اس کے ہمراہ اسد الدین شیر کوہ اپنے آقائے نعمت کی طرف سے ادائے شکر کے لئے موصول آیا تھا اور پہر جب یہ موصول سے واپس ہو کر حلب میں آیا تو اس وقت نور الدین محمود روانگی دمشق کی تیاری کر رہا تھا اسوجہ سے کہ عیسائیوں نے اطراف حوران میں ظلم و بدعات کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ چنانچہ اسد الدین اپنے آقائے نعمت کے ساتھ ساتھ دمشق آیا اور یہاں سے ایک دستہ فوج لیکر بلاد صید اپر حملہ کرنے کو روانہ ہوا اس مہم میں اسکا بھائی نجم الدین ایوب اور اسکی اولاد بھی شریک تھی عیسائیوں کو اسکی روانگی کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ حالت غفلت میں یہ اون کے سروپہر جا پہنچا اور انہیں ایک گروہ کو قتل کر ڈالا باقیماندگان سے بعض تو ہلاک گئے اور اکثر گرفتار کر لئے گئے نور الدین محمود یہ خوشخبری سنکر اسلامی لشکر کے استقبال کو جسر سب تک آیا اور وہیں اسد الدین شیر کوہ سے ملا۔

یہ واقعہ نور الدین محمود کے پہلی علالت کے بعد واقع ہوا ہے جیسا کہ کتب تواریخ کے دیکھنے سے پوری تشفی ہو سکتی ہے۔ ابن ابی طے نے اسکی دو علالت کو جو دو مختلف مقامات میں ہوئی تھیں ایک ہی شمار کیا ہے اور رئیس ابو بعلی نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود پہلی بار حلب میں علیل ہوا تھا



اور دوبارہ دمشق میں۔ پہلی علالت میں جبکہ وہ حلب میں بیمار ہوا تھا امیر میرا نصرت الدین کو اپنے بعد اپنا قائم مقام کرنے کی وصیت کی تھی اور اس کو شیرکوہ کے سپرد کیا تھا اور دوسری بار جب دمشق میں علیل ہوا تو اپنے بہائی قطب الدین مودود کو اپنا جانشین کیا تھا اور یہی صحیح ہے۔

اسی سنہ اور انہیں واقعات کے اثنا میں جبکہ لوز الدین بستر علالت پڑا ہوا کرڈین بھی نہیں بدل سکتا تھا روم و فرانس نے اسکی علالت کی خبر پا کر ایک بزدلانہ حملہ کرنے کی تیاری کی اور انہوں نے مقدس پادریوں کے روبرو انجیل اوٹھائی اور اون بلاد کے چہین لینے کی پھر دوبارہ کوشش کی جنکو لوز الدین محمود نے بزور تیغ فتح کیا تھا اوٹھنے کو وہ سیاہ باد کی طرح اوٹھے لیکن ان کے برسنے سے پہلے لوز الدین محمود تندرست ہو گیا تھا اور وہ ان کے ارادہ سے مطلع ہو کر اپنا جری لشکر لے ہوئے براہِ حمص و حماہ شیراز دیکھتا ہوا ان کا مقابلہ کرنے کو آ رہا تھا روم و فرانس کے بہادر لشکریوں کا یہہ شکر جی چوٹ گیا لینے کے دینے پڑ گئے آئے کو تو آگئے تھے اب بغیر نذر و نیاز دیئے جا کیسے سکتے تھے مجبورانہ حکمرانان روم و فرانس تھکن و جاپلوسی سے پیش آئے اور یہ ظاہر کیا کہ تم تو اپنے ان قیدیوں کا فدیہ لیکر آئے ہیں جو آپ کے قید میں ہیں“ لوز الدین محمود نے باوجود اس کے کہ وہ اس فقرہ کو سمجھ گیا لیکن بہرہی نہایت خندہ پیشانی سے انکی اس درخواست کو منظور کر کے باخذ فدیہ قیدیان نصارے کو رہا کر دیا بادشاہ روم نے اس کے شکر میں مختلف اقسام کے قیمتی کپڑے اور جواہرات اور دینیا کا ایک خیمہ اور چند گھوڑے نذر کئے اور جادل اول کی پہلی تاریخ کو نماز چہرانے لئے تھے روزہ رکھے لگا کر واپس گئے۔ اور لوز الدین محمود شہر حران کی طرف بڑھا سو جسے کہ

اسکا بھائی نصرت الدین جب دمشق پر بغیر قبضہ حاصل کئے ہوئے اسکی تندستی کی خبر پا کر واپس ہوا تھا تو اس نے حران کو بے یار ویاور پا کر اس پر قبضہ کر لیا۔  
 نور الدین محمود جب اس کے پیچھے غضب سے حران کے چھوڑانے کو اس کے قریب پہونچا تو نصرت الدین اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں چھوڑ کر تنہا بھاگ گیا۔  
 نور الدین محمود نے حران کو زین الدین کی جاگیر میں دیدیا اور نصرت الدین کے اہل و عیال کو اس کے پاس پہونچانے کا حکم دیا رئیس ابوعلی کی تحریک سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرت الدین نے بلا حصار و جدال قلعہ کو نہیں چھوڑا بلکہ چند روز نور الدین محمود کے محاصرہ میں رہ کر جب اپنے کامیابی سے نا امید ہوا ہے اسوقت قلعہ کے چور دروازہ سے نکل کر بھاگ گیا ہے بعد اس کے بینکونین جہادی الثانی کو اہل قلعہ نے با من و آمان قلعہ کو نور الدین محمود کے سپرد کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

سنہ مذکور کے ختم کرنے والے ہی چند واقعات ہیں اس کے بعد ۴۵۵ شروع ہوا تھا ہے سنین ماضیہ کے لحاظ سے یہ سنہ امن و امان سے بہرہ ہوا نظر آتا ہے اس سنہ

۴۵۵  
۴۵۶  
واقعات

میں اور نہ اس کے بعد آنے والے ۴۵۶ میں عیسائیوں نے پیشقدمی کی اور نہ مسلمانوں ہی کو ان کے خلاف ہتھیار اوٹھانے کا موقع ملا۔ اگرچہ ۴۵۵ کے اخیر میں عیسائی بادشاہ بالڈون نے اس قدر ضرور چہر چہر کی کہ جسکو نور الدین محمود تلخ ارسلان سے مارا اس اور کرین کی سرتابی کی وجہ سے فتح کر رہا تھا اسوقت بالڈون نے دمشق کو نور الدین محمود سے خالی پا کر اسپر چڑھائی کر دی لیکن نور الدین محمود اس عیسائی بادشاہ کے تنگ ظرفی پر ذرہ بہرہ بھی متوجہ نہ ہوا اس کے گورنر دمشق نجم الدین ایوب (مصلح الدین کے

باپ نے حکمت عملی سے بالڈون کو ٹوٹا دیا دوسری روایت یہ ہے کہ اسد الدین شیرکوہ جو اس خطرہ کو پیش نظر کر کے رہتہ روکے ہوئے روکے ہوئے پڑا تھا اس نے بالڈون کو پسا کر کے واپس کر دیا۔

اس کے علاوہ یکم صفر ۵۵۵ھ کو قاضی زکی الدین ابوالحسن علی بن محمد بن یحییٰ قوشی قاضی دمشق پیرانہ مسالی کی وجہ سے عہدہ قضا سے مستعفی ہوا اور نور الدین محمود کے حکم سے قاضی کمال الدین شہر زوری کو یہ عہدہ عطا کیا گیا اور بغداد میں بعد انتقال امیر المومنین المقتدی لاهر الدین المستظهر باحر الدین کے ابوالمظفر یوسف ملقب بلمستنجد بالمد کے ہاتھ پر اراکین دولت نے بیعت کی ابن ہبیرہ بکتور عہدہ وزارت پر قائم رہا اور عبیدیوں کے دار الخلافہ مصر میں خلیفہ الفایز بنصر الدین ابوالقاسم عیسیٰ کے انتقال ہو جانے سے وزیر صالح بن زریک نے ابوالمحمد عبداللہ یوسف ملقب بہ عاصد لدین الدکوسر پر خلافت بٹھایا اور اپنی لڑکی سے اسکا عقد کر دیا یہی خاتم خلفاء علویہ یا فاطمیہ یا دولت عبیدیہ ہے اس کے آخر زمانہ میں نور الدین محمود کے حکم سے صلاح الدین یوسف نے مصر میں خلافت عباسیہ کا خطبہ پڑھایا۔

ابن ابی طے کا بیان ہے کہ ۵۵۶ھ میں اسد الدین شیرکوہ افسر علی عساکر نوریہ بہ کمال تجمل و احتشام شام سے اور علی کوچک معروف بہ بن الدین عراقی سے اور ملہم برادر ضرغام مصر سے حج کو گیا۔ اس اثناء میں صلاح الدین زریک

۵۵۶ھ خلیفہ المقتدی لاهر الدین کی عمر وقت انتقال چھ چھتر برس کی تھی چوبیس سال دو ہجینہ اس نے خلافت کی۔

۵۵۷ھ مورخین نے اس کے قبل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ جب وقت اس نے خلیفہ عاصد لدین الدکوسر پر خلافت پڑھا کر اپنی لڑکی سے عقد کر دیا اسی وقت (باقی صفحہ ۱۰۵)

وزیر مصر مارا گیا اور اسکی وصیت کے موافق ایسا لڑکا زریک بن صالح ملقب بہ عادل وزیر مقرر کیا گیا عمار کا تیسرے بھائی تھے کہ اس کے بعد سے مصر برابر منکوسیتہ الزیابہ معکوستہ الایہ تنزلی گرا رہا آئے دن اندرونی و بیرونی پریشانیوں اور آفات میں گہرا اور مبتلا رہا تا آنکہ اسپر یوسف ثانی (صلح الدین) نے قبضہ حاصل کر کے اپنی خوبی انتظام سے اسکو اسلام اور مسلمانوں کا مرکز بنا دیا۔

### نور الدین کی عالی حوصلگی

۷۵۵ھ (مطابق نومبر ۱۳۵۴ء) میں عیسائی بادشاہ بالڈون کا انتقال ہو گیا اس کے مرنے سے عیسائیوں کے ہوش و حواس بجا نہ تھے لوگوں نے نور الدین محمود کو یہم شہزادہ دیکھا کہ اسوقت عیسائیوں کے ضعف سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے فلسطین اور اس کے بلاد پر بحالت موجودہ بہت آسانی سے قبضہ ہو جائے گا لیکن نور الدین محمود نے اپنی جمیل فیاضی سے اپنے دلی دشمن کے نسبت یہہ رائے ظاہر کی کہ اسکی بچے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں ایسی سلطنت پر کیوں حملہ کرنے کا موقع حاصل کروں جس سے بفضلہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کا کسی وقت میں کسی خوف کا اندیشہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۴) یہہ معاملات خانہ داری اور ملکی پر متصرف ہو گیا اسکا یہہ تصرف عاصد کی پہوپہی کو ناگوار گذرا اس نے چند افراد کو اس کے قتل کے لئے بہت سامان و اسباب دیا مگر صالح کو اسکی اطلاع ہو گئی اس نے کل مال و اسباب ان سے چھین لیا اور انکو اس سازش کے جرم میں قتل کر کے عاصد کی پہوپہی کی بھی نگرانی کرنے لگا بعد چندے موقع پا کر عاصد کی پہوپہی نے سوڈانیوں کو اس کے قتل پر اوہبار اچھا نچہ انہوں نے ۱۹ رمضان ۷۵۶ھ کو جو وقت صالح اپنے مکان محکمہ قصر خلافت میں جا رہا تھا مارڈ الاصلح نے وقت انتقال اپنے لڑکے کو وزارت عاصد یہ کی وصیت کی۔ عمارہ یعنی نے کتاب الوزرا میں اسکی بہت تعریف لکھی ہے۔ ذی علم علم دوست۔ امامی المذہب تھا۔

ہنن ہے مین اپنے حریف سے ہر وقت لڑسکتا ہوں انہوں نے اپنا ایک چہا بادشاہ  
 کہو دیا ہے مجھ کو ان کے سچے رچ و غم مین شرکت کرنی چاہئے اور انکی حالت نما پر  
 مجھے رحم کرنا چاہئے مناسب تو یہ ہے کہ مین ان کے بگڑے ہوئے کاموں مین  
 اوکل مدد کروں پہر حبیبانکو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو جائے گا تو مجھ کو ان سے  
 لڑنے کا ہر وقت موقع مل سکتا ہے“ نورالدین محمود کی یہ فیاضی تھی کہ اسے عیسائیوں  
 کے صنف وابتہری سے ان کے بادشاہ کے مرنے کے بعد ان کے ملک پر حملہ نہ کیا اور  
 نہ اس سے اس نے فائدہ اڈھایا اور اس طرح کے فائدہ اڈھانے کو اس نے  
 حقارت کی نظروں سے دیکھ کر انکار کر دیا لیکن یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے  
 کہ اسی عیسائی بادشاہ کا جانشین اموری (جو پہلے یافث و عسقلان کا حاکم تھا)  
 نورالدین محمود کی وفات پر موقع کو منعمات سے سچھ کر اس کے ملک پر چڑھ آیا  
 جسکو عیسائی مورخ ابرو جوفرت انگیز پیرایہ مین یون تخریر کرتا ہے کہ ”جب یسعی سلطان  
 (مطابق شہسہ ہجری) مین نورالدین کا انتقال ہو گیا تو اموری بادشاہ یروشلم  
 نے اپنے عظیم القدر اور فیاض حریف کے برعکس عمل ایک نئے بادشاہ ملک پر حملہ  
 کرنے مین کوئی تامل اور غیرت نہیں ظاہر کی اور نہ اس نے اپنے ایک فیاض  
 حریف کے احسانات کا جو اس نے اکثر نادرک وقتوں مین عیسائی دنیا کے  
 ساتھ کئے تھے کچھ خیال کیا۔ اموری نے نہایت تنگ ظرفی سے مردانگی کے ساتھ  
 بانیاسل پہونچکر محاصرہ کر لیا مگر نورالدین کی بیوہ نے نہایت عقلمندی سے  
 اسکو روپیہ دیکر مال دیا اور وہ اس نسبت خیالی سے روپیہ لیکر طبریاس کی طرف  
 ہٹ آیا۔“

اس کے بعد پہر عیسائیوں اور مسلمانوں مین بدستور قدیم چہر چہاڑ  
 شروع ہو کر انکی لڑائیوں کے دو میدان قرار دیئے گئے ایک تو سرزمین شام

جہان خود نور الدین محمود بظاہر عیسائیوں سے دست بدست لڑ رہا تھا اور درحقیقت صلاح الدین یوسف کے لئے کامیابی کا راستہ صاف کرتا تھا اور دوسرا مصر جس کے پر فضا میدان میں اس کے فوج کا افسر اعلیٰ اسد الدین بشیر کوہ کامیابی کی ہوا میں اپنی ناموری کا پہرہ اوڑھ رہا تھا۔

**حارم پر پہلا حملہ** ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ۳۵۵ھ میں نور الدین محمود نے لشکر جمع کر کے حارم پر حملہ کیا قلعہ حارم حلب کے غزنی جانب شاہ فرانس کے قبضہ میں تھا اوس کے طرف سے اس قلعہ میں نامی نامی جبریل اور کارآزمودہ سپاہیوں کی ایک تعداد کثیر رہتی تھی جب نور الدین محمود نے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی اوسوقت اطراف و جوانب کے عیسائی اہل حارم کے بچانے کو آئے لیکن خدا جانے وہ کیوں لڑائی سے اعراض کر کے نرمی و ملاطفت سے پیش آئے اور پچاس ہزار دینار سرخ مصارف فوج کشی دیکھ کر نور الدین کو حلب کی طرف لوٹا دیا۔ اس جنگ میں امیر مویدا لد و نہ اسامہ بن مرشد بن مقتداس کے ہمراہ تھا۔

**واقعہ قلعہ اکراد** پہرہ ۳۵۵ھ میں نور الدین محمود نے اپنے لشکر کو مرتب و مسلح کر کے بقصد طرابلس خروج کیا اور مقام بقیعہ (قلعہ اکراد کے نیچے) پہونچ کر مقیم ہو گیا عین دوپہر کے وقت جبکہ سپاہی کمزور ہوئے اپنے خیمہ میں بڑے ہوئے تھے عیسائیوں نے قلعہ اکراد کے ایک پوشیدہ دروازہ سے نکل کر پہاڑی راستہ طے کرتے ہوئے بحالت غفلت مسلمانوں پر آپڑے مسلمانوں نے ان کے مقابلہ اور دفعیہ کی کوشش کی لیکن ان کے دست بقبضہ ہونے سے پہلے انکی تلواریں نیام سے باہر آگئیں ہتھیں قتل و قید کا بازار انہوں نے گرم کر دیا تھا ناچار اس واقعہ میں مسلمانوں کو نہریت ہوئی عیسائیوں نے

آگے بڑھ کر نور الدین محمود کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا مگر وہ دلیرانہ بغیر قبا پہنے ہوئے  
دائیں بائیں وار کرتا ہوا نکلا اور گھوڑے پر جو حسب دستور دروازہ خیمہ پر بندھا  
ہوا تھا سوار ہو کر ان کے درمیان سے اُنکو تیراں چھو کر اس طرح نکل گیا جیسا کہ بجلی  
اندھیری رات میں نظروں سے چمک کے غایب ہو جاتی ہے اور راہروں تھوڑی  
دور تک اسکی روشنی میں رہتے چل کر پھر ٹھٹھک کر بچ جاتے ہیں۔

نور الدین محمود اس واقعہ سے نجات پا کر حمص کے باہر ایک میل پر بخیرہ  
کے کنارے ٹھہرا اور وہاں سے خیمہ منگو کر نصب کرائے اس اثناء میں وہ  
لوگ بھی آگئے جو اس معرکہ سے جانبر ہو کر نکل آئے تھے اُن لوگوں نے اتفاق  
یہہ رائے ظاہر کی کہ چونکہ مقام واقعہ یہاں سے صرف چھ کوس کے فاصلہ پر ہے  
اور وہاں سے لشکر اسلام کمال بے سرو سامانی سے یہاں پہاگ کر آیا ہے شاید  
عیسائی فوجیں تعاقب میں آئیں اور پھر اس مقام سے ہمو نہر میت اوٹھانی پڑے  
لہذا مناسب ہے کہ حمص چل کر قیام کرنا چاہیے وہ ہمو اور ہم اوس کو  
دشمنوں کے قوی سے قوی حملوں سے بچا سکتا ہے نور الدین محمود نے نہایت  
مردانگی کا یہ جواب دیا کہ اگر میرے پاس ہزار سوار ہوں تو میں اُنکی قلت و  
کثرت سے نہیں خوف کر سکتا ہوں بخدا اے لایزال جب تک میں عیسائیوں  
سے اسلام کا بدلہ نہ لیلو نگاہرگز کسی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھوں گا، یہ کہہ کر  
نور الدین محمود نے حلب و دمشق سے گھوڑے۔ آلات حرب۔ خیمے۔ مہباب  
اور کل وہ چیزیں جوڑائی و لشکر کے لئے ضروری تھیں منگو کر اُن لوگوں میں  
تقسیم کر دیا جو اس واقعہ سے بچ آئے اور جو اس معرکہ میں شہید ہو گئے بچا  
اون کے اونکی اولاد کو اگر وہاں تک قابل تھیں یا اُن کے اعزہ و اقارب کو طلب  
کر کے مقرر کر دیا۔ اس خوبی انتظام سے لشکر اسلام جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا

دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ اس لشکر کا کوئی شخص بھی غائب ہوا ہے  
مورخین نے لکھا ہے کہ نوز الدین محمود نے سوائے آلات حرب و گھوڑے و اسباب  
کے ہر دن میں دو لاکھ دینار اپنے لشکریوں کو دیئے تھے۔

علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعیل مقدسی شافعی نے لکھا ہے  
کہ جس وقت نوز الدین محمود اپنے لشکریوں کو مال و اسباب اور روپیہ اُنکے  
صاحب دعوئی دے رہا تھا اس وقت اس کے دیوان نے بنظر خیر خواہی  
لشکریوں سے جسکا وہ دعویٰ کرتے تھے اُسپر حلف لینے کا قصد کیا لیکن  
نوز الدین محمود کی بی نظیر فیاضی نے اسکو گوارا نہ کیا اس نے اپنے دیوان کو  
اسکی سخت مخالفت کی اس کے بعد اس کے بعض سرداروں کو شایو نکا  
خلاف واقعہ بیان کرنا معلوم ہو گیا اور انہوں نے نوز الدین محمود سے پہلی  
قصہ کو عرض کر کے لشکریوں سے حلف لینے کی اجازت چاہی نوز الدین محمود نے  
اس سے انکار کیا اور یہ کہہ کر جو شخص جس چیز کا جس مقدار پر دعویٰ کرے  
بلا خیال ہو کر دیتے جاؤ میں قلیل و کثیر بخیال اجر و ثواب دیتا ہوں کئی ہشتین  
یہ سنکر یہ گذارش کیا کہ اگر آپکو ثواب کا خیال ہے تو آپ کے شہر میں زُہاد  
مرفقراء و صوفیاء و فقہاء کی ایک جماعت کثیر ہے انکو دیجئے اور ان سے امداد  
طلب کیجئے نوز الدین محمود نے خشناک لہجہ میں جواب دیا کہ خدا میں اللہ تعالیٰ  
سے امداد طلب کرتا ہوں ان لوگوں سے کیا مدد ملے گی اور میں کیسے اولکھا حق  
چہنکر انکو دون جو لوگ کافروں سے لڑتے ہیں اور کلمۃ اللہ کو پہلانے میں  
نرم خواہگا ہوں کو چھوڑ کر بکدار نیز دن اور تیز تلواروں پر سونے ہیں انہیں  
لوگوں کا بیت المال میں حصہ ہے اور وہی اس کے مستحق ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے  
کہ میں انہیں اسکو صرف نکر دوں اور انکے سوا غیر دن کو جنہوں نے میری بارش



تلوار کی چمک نیزوں کی نوکین ہنیں بکھین اس مال کو دیدن“ نور الدین محمود کے اس کلام نے سب کو خاموش کر دیا اور اس نے نہایت دریا دلی سے لشکوہ کو نگو نعم البدل دیکر اس ہزیمت و شکست کا خیال ان کے دل سے بہکا دیا۔

عیسائی اعرار اس ہزیمت کے بعد حمص کے قریب ہونے سے بچناں قبضہ اس کے طرہ بڑھے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ نور الدین محمود اس کے قریب نیمہ زن ہے تو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور باہم شورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ نور الدین محمود سے اب عہدہ برآ ہونا مشکل ہے حالت غفلت میں ایک مرتبہ فتح نصیب ہونا تھا ہو گئے عجب ہنیں کہ وہ خود ہمہ حملہ کرے۔ رفتہ رفتہ ان کا یہ خیال اس قدر مستحکم اور اس درجہ مضبوط ہو گیا کہ اوہوں نے صلح کی درخواست کی نور الدین محمود نے جب ان کو کچھ جواب نہ دیا تو بخوف جنگ قلعہ میں معمولی افسر و فوجین چھوڑ کر اپنے اپنے ملک کو چلے گئے۔

شاہ اورنگ زیب غلام یون تو کچھ مدت پہلے سے مصر کے دار الخلافت میں خلفاء علویہ یا فاطمیہ یا عبیدیہ کا آفتاب اقبال لب بام آ رہا تھا کسی حریف کے مقابلہ پر جانا اور اس سے لڑنا تو بہت دور تھا وہ اپنے آپ کو سینہاں نہ کہتے تھے آرام طلبی حد سے بڑھ گئی تھی ظلو و تقدس کی کون آہٹا نہ تھی خلوت کی ساری طاقت و زیروں کے قبضہ میں جا چلی تھی مایان و زاری نہ تھے لڑائی جہنگڑوں سے یونانیوں یا خلافت کی قوت سلب ہوتی جاتی تھی خلیفہ برائے نام سریر خلافت پر بیٹھا ہوا بادشاہ شطرنج کی طرح اپنی بساط سے قدم باہر نہ کہہ سکتا تھا ان پر نام خلفاء کے سب سے آخری خلیفہ عاصد لدین اللہ کا زمانہ حکومت تھا کہ ۵۵۵ھ ہجری (مطابق ۱۱۵۸ء) میں بعد قتل الملک الصالح طالع بن زریک وزیر مصر کے اسکا بیٹا زریک بن طالع وزارت کرنے لگا دو برس بعد ماہ صفر ۵۵۸ھ (مطابق ۱۱۶۲ء)

مین شاورنے اس سے وزارت چھین لی پہر کو اسی سال ماہ رمضان مین دو  
بہائیون ناصر الدین ملہم اور ضرغام مدعیان و نارت سے مقابلہ کرنا پڑا بد نصیب اور  
اس لڑائی مین پسپا ہو کر شام کی طرف بہاگا ضرغام نے اُس کے محل کو کوٹ لیا  
اُس کے دونوں لڑکے طیا اور سیماں کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور خود ایوان  
وزارت مین بیٹھ کر حکم و احکام جاری کرنے لگا خلیفہ عاصد ان سبے افعات کو  
خاموشی کی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا اور مصری رعایا فریق غالب کا ساتھ  
دے رہی تھی۔

**شیر کوہ** ربیع الاول ۷۵۹ھ (مطابق ۱۳۵۷ء) مین شاور دمشق پہونچا  
اور نور الدین محمود کے سایہ عاطفت مین پناہ گزین ہو کر اس سے  
مدد کا خواہستگار ہوا لیکن جب نور الدین محمود کو اس خیال سے کہ عیسیٰ یحیٰی کا مصر  
مین کی قدر عمل دخل ہے اور خلافت علویہ کمزور ہو رہی ہے اسکی مدد دینے مین کچھ  
تامل ہوا تو شاور نے یہہ اقرار کیا کہ شیر کوہ کی فوج مصر مین رہیگی اور اس کے  
خرچہ کے لئے ثلث آمدنی دی جائے گی جس سے نور الدین محمود نے شاور کے ہمراہ اسد الدین  
شیر کوہ کے زیر حکم ایک فوج اسکی مدد کو ماہ جمادی الاول ۷۵۹ھ مذکور مین روانہ کیا  
اور اس جہم کے باسانی مصر تک پہونچ جانے کی یہہ تدبیر نکالی کہ خود ایک فوج لیسکر  
عیسیٰ یحیٰی کے مدد مین شہرون پر جا پڑا تاکہ وہ اس کے خیال خوف سے

سلا قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ اسد الدین مصر کی جانب ۷۵۹ھ مین روانہ ہوا ہے اور  
عماد کاتب اور ابن اثیر کا یہ بیان ہے کہ ماہ جمادی الاول ۷۵۹ھ مین شیر کوہ مصر کو روانہ  
ہوا ہے کیونکہ شاور کو ضرغام نے ۷۵۸ھ مین ہزیمت دی ہے اور شاور آخر سنہ مذکور یا اوایل  
۷۵۹ھ مین دمشق پہونچا ہے اور جمادی الاول ۷۵۹ھ مین نور الدین نے اسد الدین کو روانہ  
کیا ہے اور یہی اقرب الی الحق ہے واللہ اعلم۔

اسد الدین شیر کوہ سے متعرض نہوں۔ شیر کوہ نے روانگی کے وقت ہاتھ صواب  
 نواز الدین محمود اپنے پیچھے صلاح الدین یوسف کو اپنے ہمراہ لیلیا ہتا اور اس کو اپنے لشکر کا  
 ہراول و علم بردار بنالیا تھا۔ جب ضرغام کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے  
 عیسائی بادشاہ یروشلم (اموری) سے مدد مانگی وہ اس کے مدد دینے پر  
 آمادہ ہو گیا لیکن مصر میں عیسائی فوجوں کے پہونچنے سے پہلے شیر کوہ شاور  
 کے ہمراہ مصر میں داخل ہو گیا تھا اور ناصر الدین ملہم و ضرغام کی مصری فوج  
 اس کے لشکر ظفر پیکر سے شکست پانچکی تھی اور ضرغام ایک سپاہی کے ہاتھ سے  
 مشہد سید الفقیسہ کے قریب قتل ہو چکا تھا۔ شاور ایوان وزارت میں بیٹھتے  
 ہی اپنے وعدہ و اقرار کو بھول گیا اور شیر کوہ اس سے اس وعدہ و اقرار  
 کے پورا کرنے کا تقاضا کرنے لگا جو وہ نواز الدین محمود سے کرایا تھا کسی قدر بحث و  
 تکرار کے بعد اس نے صرف تیس ہزار دینار دیکر شیر کوہ کو ٹالنا چاہا شیر کوہ  
 اس امر پر راضی نہوا اور بجبر و بزور تیغ ایفاء وعدہ پر آمادہ ہو گیا اس موقع پر  
 احسان فراموش شاور نے وہی چال اختیار کی جس کا خطرہ پہلے ہی نواز الدین محمود کو  
 ہوا تھا اور اسی خیال سے وہ اسکی امداد میں پس و پیش کر رہا تھا یعنی اس نے  
 اس کے ہاتھوں سے نجات پانے کی غرض سے عیسائی بادشاہ یروشلم (اموری)  
 امداد کے لئے بلایا اور کافی طور سے رسد اور فی پڑاؤ ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا  
 اموری فوراً اپنی فوج لئے ہوئے مصر میں آپہونچا شیر کوہ کے پاس فوج کھیتی  
 اور اس کو مصری اور عیسائی فوجوں سے مقابلہ کرنا تھا اس نے مصر کو چھوڑ کر  
 بلیس میں اور ترک اسکی قلعہ بندی کر لی اور عیسائی اور مصری فوجوں نے  
 پہونچکر اسکا محاصرہ کر لیا تین مہینہ تک یہ وہاں محصور رہا۔

فتح حارم نواز الدین محمود کو جب اسکی اطلاع ہوئی کہ شاور نے شیر کوہ سے

عہد شکنی کی اور عیسائیوں کو اپنے امداد کے لئے بلاراکر اسکو محصور کر لیا ہے تب اس نے  
 مصر سے عیسائیوں کو واپس بلانے اور شیرکوہ کو محاصرہ سے چھڑانے بہت تدبیر  
 نکالی کہ اس نے عیسائی مقبوضات پر حملہ کر دیا اور سب پہلے حارم کا محاصرہ کر لیا۔  
 نور الدین محمود کے ہمراہ اس موقع پر مرتب لشکر کا حصہ نہایت کم تھا کیونکہ حصہ شیر  
 اس کے فوج کا شیرکوہ کے ساتھ بلبیس میں محصور تھا لیکن جعفر لشکر اس کے  
 ہمراہ حارم پر سلامی جہد اگاڑنے کو آیا تھا وہ حسبِ یل تھا مقدمۃ الجیش میں  
 پانچ سو مصل کی فوجیں تھیں اور انکا افسر اسکا بہائی قطب الدین اتابک تھا اور  
 زین الدین بن قطب الدین اتابک اسکی نیابت میں تھا۔  
 میمنہ میں ایک ہزار علی لشکر فخر الدین قزاق ارسلان کی ماتحتی میں تھا۔  
 میسرہ میں بھی ایک ہزار ماروین کی فوجیں تھیں جو نجم الدین کے زیرِ حکم لڑنے کو  
 آئی تھیں۔

قلب میں ایک ہزار سپاہی مشقی۔ گردی تھے سلطان نور الدین سلامی پہرہ  
 کے نیچے انکا اور کل لشکر اسلامیہ کا افسر علی تھا اسی کے حکم سے کل لشکر نقل و حرکت  
 کرتا اور لڑتا تھا۔

ساقہ میں پانچ سو سوار تھے جس میں مالک نوریہ کا ایک گروہ اور جان نثار ونگی  
 فوج کا ایک دستہ تھا۔

نور الدین اور اس کی کل کائنات یہ تھی۔ اس کے مقابلہ پر بومہند ثانی  
 انطاکیہ کا سنا امیر دس ہزار کی جمعیت سے اور قنص (ریمینڈ) والی طرابلس  
 لشکر لیکر اور ابن جو سلین بارہ ہزار فوج لیکر آیا تھا۔ پہلے عیسائی سواروں نے  
 سلامی میمنہ پر دبا دیا کیا فخر الدین قزاق ارسلان نے اپنی جمعیت کو منتشر کر کے  
 پیچھے ہٹنا شروع کیا اور عیسائی فوجیں کامیابی کے غرور میں آگے بڑھنے لگیں

رفتہ رفتہ جب فخر الدین دو کوس کے قریب پہنچے ہٹ گیا اور وقت مار دین کی اسلامی فوج نے یہی یا لا اسلام کہہ کر حملہ کر دیا عیسائی فوج کے سوار و پیادہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ان کی وہ مجموعی حالت جو اس سے پیشتر تھی متفرق ہو گئی جس سے وہ ایک دوسرے کو نہ بچا سکے نور الدین محمود نے لڑائی کا میہمہ خوان دیکھ کر رومال کے اشارہ سے قطب الدین اتابک کو قلعہ پر حملہ کرینکا حکم دیا اور خود عیسائی میسرہ پر پہونچ کر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا جو اس ختہ عیسائی فوجیں اپنی مایوسانہ کوششوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اوٹھا سکیں ایک ٹلٹ کے قریب تیغ اجل کے نذر ہو گئیں کچھ لوگ بہاگ گئے کئی ہزار عیسائی معہ بوہمند امیر النطاکیہ و رہمبند والی طرابلس و ابن جو سلین و ڈیوک روم کے گرفتار کر لئے گئے دو شبانہ روز جنگ کے بعد اکیسویں رمضان ۵۵۹ھ کو نور الدین حارم مین داخل ہوا۔ حافظ ابو القاسم مورخ دمشق نے تحریر کیا کہ نور الدین محمود نے اس واقعہ میں چار ہزار فوج سے روم۔ ارمن۔ فرانس کی بلیٹیس ہزار فوج کا مقابلہ کر کے ان کو نیچا دکھا یا ہے اسی واقعہ میں بوہمند والی النطاکیہ بھی قید ہوا یا تھا جسکو اس نے مال کثیر لیکر آزاد کیا اور اس مال کو بندر تیج جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کیا۔

**فتح قلعہ بانیاں طبریہ** کامیابی کے بعد امراء لشکر کی یہہ رائے قرار پائی کہ لگے باہر جون النطاکیہ پر بھی حملہ کر کے اُسکو بھی زیر سایہ حمایت دولت نوریہ بلینتا چاہئے کیونکہ واقعہ حارم نے اس کے مخالفین سے اُسکو خالی کر دیا ہے لیکن سلطان نور الدین محمود نے اس رائے سے اختلاف کیا باہر خیال کہ النطاکیہ کا

لہ صاحب خبریدہ نے لکھا ہے کہ اس معرکہ میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے اور باہر لگے گرفتار کر لیے گئے باقی جو بچے وہ بہاگ گئے۔

شہر اگرچہ باسانی فتح ہو جائیگا لیکن اس کے قلعہ پر سوائے طول حصار کم مدت میں قبضہ نہیں حاصل ہو سکتا قطع نظر اس سے اگر اہل قلعہ نے والی قسطنطنیہ سے سازش کر کے قلعہ اس کے سپرد کر دیا تو دشواری کی کوئی انتہا نہ بجائے گی اور والی النطاکیہ کا جوار بادشاہ قسطنطنیہ سے مناسب نہ زیادہ ہے۔

امراء لشکر نورالدین محمود کی یہ رائے مناسب نہ مگر خاموش ہو رہے اور اُس نے صلحتاً حارم کے قلعہ میں قیام کر دیا ابتداء قیام میں خود تو کسی ہم میں نہیں شریک ہوا لیکن وقتاً فوقتاً مالک مقبوضہ روم پر سرابا ہیجتار ہا جہنوں نے مفتوحات توریہ کے سرحد کو لازقیہ اور سویدا تک بڑھالیا۔ ماہ دوی سہ مذکورین موصل اور دیاربکر کی فوجوں کو واپس جانے اور ہم طبریہ کی طیارسی کا اعلان کر دیا عیسائی امراء یہ سخر طبریہ کے بچانے کی فکرین کرنے لگے اور نورالدین محمود نے موقع پاکر محرم ۵۵۲ھ میں قلعہ بانیاںس پر پہونچکر اُسکا محاصرہ کر لیا عیسائیوں نے اس مدبرانہ حملہ سے گہرا کر طبریہ سے بانیاںس کے طرف رُخ کیا لیکن اُن کے پہونچنے سے پہلے نورالدین محمود بانیاںس فتح کر چکا تھا اور جب عیسائی فوجیں بانیاںس کے قریب پہونچیں تو اس نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو اُن کے مقابلہ پر چھوڑ کر طبریہ کو بھی بسہولیت تمام لے لیا یہ قلعہ ۵۵۳ھ سے عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا جسوقت نورالدین محمود مظفر و منصوری اس قلعہ میں داخل ہوا اتفاق سے اسوقت معین الدین انزکا ارطا اس کے پاس کھڑا تھا نورالدین محمود نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج لوگوں کو ایک خوشی حاصل ہوئی ہے اور شکوہ دور۔ معین الدین کے لڑکے نے جہڑ کیا یہ کیوں؟ نورالدین محمود نے کہا اسوجہ کہ اللہ تعالیٰ نے آج تیرے باپ کی آتش دوزخ سے نجات دیا کیونکہ اسی نے تو اُس قلعہ کو عیسائیوں کے سپرد کر دیا تھا۔

اپنے قبضہ میں لے لیا۔

**شیر کوہ کی واپسی** نور الدین محمود کی اس علامہ کارروائیوں اور حکمت عملیوں اور اس کی ان فتوحات نے اوہر عیسائیوں کو مصر میں اس درجہ متوحش اور متردد کر دیا کہ انہوں نے نجبوری شیر کوہ سے صلح کر کے مصر سے دست کش ہو کر واپسی کو غنیمت سمجھا اور اِدھر خود شیر کوہ چاروں طرف سے گھیر جانے اور بلا و سلاحت سے بے تعلق ہو جانے کے سبب شاور سے ساٹھ ہزار دینار لیکر مصر سے رجعت کر کے پُر آمادہ ہو گیا اور عیسائیوں کی واپسی کے بعد براہِ خشکی شام کو داپہن آیا۔

**فتح منیطرہ** ۵۶۱ھ میں نور الدین نے قلعہ منیطرہ کو عیسائیوں سے چھین لیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لیکر وزیر نور الدین بلا علم و اطلاع اعراد دولت چند دستہ فوج لئے ہوئے دمشق سے نکل کر سیر کرتے ہوئے بحالت غفلت منیطرہ پر جا پہنچا اور نہایت مضبوطی سے اُس کا حصار کر کے لڑائی شروع کر دی اطراف و جوانب کے عیسائیوں نے یہ خیال کر کے کہ نور الدین کے ہمراہ فوج کثیر ہوگی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی و عیسائی فوج کے آنے کے انتظار میں ٹھہری رہی تا آنکہ نور الدین محمود نے زور تیغ اس کو فتح کر کے عیسائی قیدیوں کو دمشق بھیج دیا اس کے بعد عیسائیوں نے یروش کی نیکیاں سے کچھ فائدہ نہ تھا قلعہ فتح ہو چکا تھا اور اسمین جس قدر عیسائی تھے وہ گرفتار کر کے دمشق بھیج دیئے گئے تھے مسلمانوں کا قبضہ دخل ہو گیا تھا اور انہیں کا پٹرول قلعہ کے چاروں طرف بہہ رہا تھا۔ قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۵۶۲ھ کا ہے اور اسی قول کی تائید صاحب کتاب الروضتین نے بھی کی والد اعلم کے

**شیر کوہ اور عیسائی و مصری** یوں تو اکثر غلوت و جلوت میں نور الدین محمود سے شیر کوہ کے معمول اور ضعف کا حال بیان کر دیا اور اس کو مصر کے لفظ پر آمادہ کیا کرتا تھا لیکن ۵۶۲ھ ہجری (۱۱۶۶ء) میں اس کا اصرار قبضہ مصر کے

بابت حد سے بڑھ گیا اور اُس نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر آپ کو بیت المقدس فتح کرنے کی دلی خواہش اور توسیع بلاد اسلامیہ کا خیال ہے تو مصر کو عیسائیوں سے بچائیے ورنہ فتح بیت المقدس تو ایک مشکل امر ہے خود اپنی قوت سنبھالنے اور اپنے کو بچانے کی ضرورت پڑ جائے گی اور اپنی قوت سنبھالنے اور اپنے کو ان کے شر و فساد سے بچانے کی تدبیر یہی ہے کہ ہم خود مصر کو فتح کر لیں حالت موجودہ میں قبضہ مصر ایک نہایت آسان امر ہے اسکی فوجیں نہایت بے ترتیب اور بازاری آدمیوں سے بھری ہوئی ہیں اس کے افسر بچہ نا تجربہ کار ہیں اور عیسائی اسکی یہ حالت دیکھ کر ہر وقت قبضہ مصر پر آمادہ و طیار رہیں ان چھوٹے چھوٹے صوبہ اور شہروں کو عیسائیوں کے قبضہ سے آپ نے نکال لیا تو کیا اور اگر انہیں کے قبضہ میں رہے تو کیا۔ البتہ مصر اولاً کسی کے قبضہ میں ہو لیکن اسلامی ملک ہے اسکو عیسائیوں کے قبضہ سے بچانا فرض ہے ثانیاً بغرض تقدیر اگر اوپر عیسائی قابض ہو گئے تو پھر آپ بیت المقدس کی طرف رخ تک نہ کر سکیں گے۔ شیر کوہ کی اس تحریک و تجویز نے نور الدین محمود کو قبضہ مصر پر آمادہ کر دیا اور اس غرض کے پورا کرنے کو اس نے دو ہزار سو اڑھائی جمعیت سے شیر کوہ کو متوجہ اس کے بیٹے صلاح الدین یوسف کے ۱۲ ربیع الاول ۶۴۲ھ میں دوبارہ مصر کے طرف روانہ کر دیا۔

شیر کوہ خشکی کے رہتہ فراموشی مقبوضات کو دائیں جانب چھوڑتے ہوئے بلاد مصر میں جا پہنچا اور اطفیح کے قریب دریائے نیل عبور کر کے مصر کے غریب جانب بلاد جنیرہ میں جا اترالین عیسائی اُس کے خیال کے موافق اُس کے پہنچنے سے پہلے مصر میں بارہ شاہ و مصر میں داخل ہو چکے تھے اور اس سے اطاعت اور اضافہ خراج کے عہد کی تجدید کر کے خود خلیفہ مصر



عہد نامہ لکھوا لیا تھا۔ شیر کوہ مصر کا یہ رنگ دیکھ کر چون روز تک بلاد عربیہ  
مصر میں ٹہرا ہوا تھا اور کی حرکات دیکھتا رہا بعد ازاں جب عیسائی فوجیں نہا  
غزنی سے عبور کر کے مصر آگے بڑھیں اور سوت شیر کوہ صعیہ کی طرف روانہ ہوا  
اور مقام یابین میں پہونچ کر ٹہر گیا۔ ۲۵۔ جمادی الاول کو عیسائی اور مصری فوجیں  
یہی اس کے مدافعت و مقابلہ کو یابین کے قریب آپہونچیں۔ شیر کوہ کو جاسوسوں کے  
معلوم ہوا کہ مخالف کے پاس بشمار فوج و سامان جنگ ہے اور خود اس کے  
پاس ان کے مقابلہ کیلئے بہت تہیاری فوج ہے۔ شیر کوہ کا قصد باوجود ان کے  
کثرت کے لڑنے کا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ فریقین میں تلوار کے ذریعہ سے  
ایک قطعی فیصلہ ہو جائے لیکن اس نے اپنے ہمراہیوں اور کئی فوج کے خیال سے  
لوگوں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا۔ کل آدمیوں نے بالاتفاق یہ رائے ظاہر  
کر دی کہ دریائے نیل شرقی جانب سے عبور کر کے شام کو لوٹ چلنا چاہئے فوج  
کی کمی۔ ملک کی اجنبیت کسی طرح لڑائی کی اجازت نہیں دیتی اگر خدا نخواستہ بکو  
نہزیت ہوئی اور ظن غالب یہی ہے تو ہمارے لئے کوئی ماوا سی و ملجا نہیں ہے  
ہر شخص ہمارا خاص ہو یا عام دشمن اور ہمارے خون کا پیاسا ہے دو ہزار سواروں  
سے میں ہزار کا مقابلہ کرنا اپنے کو معرض خطر میں ڈالنا ہے۔ لیکن شرف الدین  
برغش والی سفیع اوٹھہ کھڑا ہوا اور اس نے لکھا کہ کہا کہ یہ نکل اچی ہے جو  
شخص قتل و قید و زخم سے ڈرتا ہوا ہو اس کو چاہئے کہ سلاطین کی ملازمت نہ کرے  
بلکہ وہ محنت ہو جائے یا غور توں کے ساتھ گہر میں بیٹھ رہے۔ خدا کی قسم اگر  
تہلوگ بجز غلبہ و جنگ بلا کسی عذر کے الملک العادل کے پاس واپس ہو کر گئے  
تو یہ باد رکھنا کہ وہ ساری جاگیریں چین لیگا تھے کل وہ چیزیں واپس لیگا  
جس کو تہلوگ آج تک صرف کرچکے ہو باین ہمہ تمہاری اس نکل اچی کی نکل و سختی

بڑے افسوس کی بات ہے کہ تلوگ خلائون کا مال کھاتے ہو اور دشمنوں کو زیادہ  
 دیکھ کر لڑائی سے پہلے گئے ہو۔ اور مصریوں نے ملک کو کفار کے قبضہ میں چھوڑے جانے ہو  
 خدا سے ڈرو کل قیامت میں کیا منہ دیکھاؤ گے "شیر کو تو پہلے سے لڑائی پر تیار  
 ہوا تھا اس نے یہ سن کر کہہ دیا میری بہی رائے ہے میں اس پر عمل کروں گا صلاح الدین  
 یوسف نے اس رائے کی تائید کی پہر کیا تھا چھوڑی دیر میں سب کے سب جنگ  
 کرنے پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد شیر کو نے اسلامی لشکر کو اس طرح متنبہ کیا  
 کہ صلاح الدین کو قلب میں بجائے اپنے چھوڑا اور خود تھوڑے سے سواروں کو  
 مہم پر رہا اور میسرہ میں شرف الدین برغش کو رکھا اور صلاح الدین کو یہ  
 سمجھا دیا کہ عیسائی و مصری فوجیں جھک کر قلب میں سمجھ کر پورا حملہ کرینگی تم بڑا نام  
 ان کے حملہ کا جواب دیتے ہوئے پیچھے ہٹنے جا نا جب وہ جوش مردانگی میں تھے  
 نقائب میں بڑھیں گی اوسوقت میں اوپر حملہ کر دوں گا تم بھی فوراً پلٹ کر باہر  
 بازو سے حملہ کر دینا اور شرف الدین برغش میسرہ سے سابقہ میں محافظت کے  
 غرض سے آجائیں گا۔ شیر کو کا یہ خیال صحیح نکلا اور اس کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی۔  
 عیسائیوں نے مقابلہ ہونے ہی قلب پر حملہ کر دیا صلاح الدین شیر کو کے سمجھنے  
 مطابق ان کے حملوں کا جواب دیتا ہوا پیچھے کو ہٹا عیسائی اور مصری فوجیں  
 جوش مردانگی میں اپنا مورچہ چھوڑ کر آگے بڑھیں شیر کو جو اسی وقت و حالہ کا  
 منتظر تھا اپنے ہمراہی سواروں کو لیکر اوپر جا پڑا اور صلاح الدین نے اپنے  
 پیچھے ہٹنے والے قدموں کو آگے بڑھا کر ایک مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ عیسائی  
 اور مصری لشکر میدان جنگ سے ہٹا نکلا۔ شیر کو کی مردانگی اور تدبیر کی  
 عظیم النظیر مثال ہے کہ دو ہزار سواروں سے اس نے تیس ہزار مصری اور  
 عیسائی فوج کو میدان جنگ سے ہٹا دیا۔ اس خدا داد کامیابی کے بعد شیر کو

اسکندریہ کے طرف بڑھا اور اوسپر باسائی قبضہ حاصل کر کے اپنے پیچھے صلاح الدین کو  
 واپس چھوڑ کر صعیقہ کی جانب چلا گیا اور وہیں تا انقضاء ماہ رمضان ٹھہرا رہا۔  
 عیسائی اور مصری امراء نے قاہرہ پہنچ کر پہلے اپنی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا  
 اور دوبارہ دو لڑائی فوجوں کو مرتب کر کے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین  
 نہایت شجاعت و مردانگی سے ان کے مسلسل تین مہینوں کے محاصرہ کا جواب بتا رہا  
 ایک عیسائی یا مصری سپاہی کو اسکندریہ کے فیصل کے قریب نہ آنے دیا لیکن  
 جو تھے مہینہ طویل حصار و قلت رسد و کمی سامان جنگ سے پریشان ہوئے لگاؤ  
 شیر کوہ کو قاہرہ کے فتح میں جب کامیابی ہوئی نظر نہ آئی تو وہ اسکندریہ کے  
 طرف کوٹھا اٹھا راہ میں عیسائیوں اور مصریوں کے قاصد سے علاوہ مال غنیمت کے  
 جو وہ حاصل کر چکا تھا پچاس ہزار دینار لیکر واپس چلے جانے پر اس شرط سے صلح  
 کر لیا کہ عیسائی بھی مصر میں نہ ٹھہریں اور اسکندریہ مصریوں کو دیدیا جائے۔ اس محنت  
 کے بعد عیسائی بادشاہ اموری بھی مشاورت سے یہ عہد لیکر کہ قاہرہ میں اسکا ایک  
 شہنشاہ (نایب) اور شہر پناہ کے دروازہ پر ایک گاردرہے گی اور لاکھ دینار سالانہ  
 خراج مقرر کر کے مصر سے واپس چلا آیا۔ یہ عہد و اقرار عیسائی بادشاہ اور شاہ  
 میں ہوا تھا خلیفہ عاصد کو اسکی مطلق اطلاع نہ تھی۔

**فتح قلعہ ہونین** نور الدین محمود نے اوس زمانہ میں جبکہ اسکا نامی سپہ سالار شیر کوہ

اور اسکا بھتیجا صلاح الدین یوسف اسکندریہ و اطراف صعیقہ میں عیسائی اور  
 مصری فوجوں سے مقابلہ کر رہا تھا اپنے بہائی قطب الدین کو موصول سے مدد  
 اسکی فوج کے حصص میں بلا بھیجا تھا اور اس کے آنے کے بعد شامی عیسائیوں کے  
 مالک مقبوضہ پر انکی مجموعی قوت گہنائے کے غرض سے حملہ کر رہا تھا۔ قلعہ اگر ادا  
 عرقہ۔ عریمہ۔ صافٹیا اور ان کے بلاد متعلقہ کو کامیابی کے ساتھ فتح کر کے

حمص واپس آ یا تھا اور بعد القضاہ ماہ مبارک رمضان حمص سے روانہ ہو کر  
 بانیاس ہونے ہوئے قلعہ ہونین پر پہنچا اور سکاحاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ  
 اس وقت تک شاہ فرانس کے قبضہ میں تھا اس میں اسکی پندرہ ہزار مسلح ترب  
 فوج رہتی تھی جس کے مقابلہ میں لوزالدین محمود صرف تین ہزار فوج لیکر آیا تھا  
 تین ہفتہ تک برابر طریقین سے آتشباری و سنگباری رہی ہوتی رہی چوتھے ہفتہ  
 میں مالیک نوریہ سترنگ کے ذریعہ سے قلعہ کاشمالی برج لوز کرشب کی وقت  
 قلعہ میں بہ تبدیل لباس گھس گئے اور سفیدہ صبح کے نمودار ہوئے اسلامی  
 پہریہ ہونین کے شاندار برج پر اوراد یا عیسائی فوجیں یہ عجیب جرادیکر  
 گہرا کر دروازہ کھول کر میدان کی طرف بہاگین مسلمانوں نے انکو تلوار پر کھلیا  
 پانچ ہزار عیسائی مارے گئے چار ہزار کے قریب گرفتار کر لئے گئے باقی جو رہے  
 وہ سب بہاگ گئے۔ اس کامیابی کے بعد لوزالدین محمود قلعہ اکاف کو  
 مسمار کر کے آگے بڑھنے کا قصد کر رہا تھا کہ شیر کوہ کی واپسی کو شکر محض چلا آیا۔  
 اسی سنہ میں اس نے قطب الدین کی جاگیر میں رقبہ کا اضافہ کیا اور امیر  
 غازی حسان منجی سے بوجہ سرکشی منجی چہین کر اس کے بہائی قطب الدین  
 ینال کو دیدیا۔

عماد کاتب لکھتا ہے کہ لوزالدین محمود قلعہ منجی سے روانہ ہو کر دریائے  
 فرات عبور کر کے الہام پہنچا اور وہاں چندے قیام کر کے ماہ رجب میں حلب  
 واپس آیا شہر کے باہر اس میدان الاخضر میں خیمہ میں ٹھہرا رہا اور جب تک  
 یہاں مقیم رہا صلاح الدین یوسف کے ساتھ جوگان (بولو) کہیلتار ہا ایکروز  
 جوگان کہیلنے میں صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ عماد کاتب نے چند  
 اشعار پر لطف لکھ کر صلاح الدین کے پاس بھیج دیے جسکو ہم بنظر دلچسپی درج

الکلیون۔ جرد (۵) کا مومینر (س)

کرتے ہیں۔ وہ ہوا۔

لَا تُنْكِرْ لِسَالِحِ عِشْرَتِ بَه۔ تم کسی عمدہ گھوڑے کے لغزش پہ مستحجب نہ کرو۔  
 قَدَمٌ وَقَدْ حَمَلَ الْخِصْمَ الرَّاحِلَا۔ جو قیتکہ وہ بخمرشش کو اٹھائے ہو ہو۔  
 الْقِيَّ عَلَى السُّلْطَانِ طَرَفُكَ طَرَفَهُ۔ تمہارے گھوڑے نے اپنی نظر بادہ بڑا لیا  
 فَهَوَىٰ هُنَاكَ لِلسَّلَامِ مَبَادِلًا۔ تو سلام کرنے کیلئے نیچے کو ٹھکرا۔

سَبَّوْا الرِّيحَ بِجَمْرِهِ وَكَفَفْتَهُ۔ اصل میں تو وہ ہو کہہ ہی آگے چل نکلتا تھا۔  
 عَنْهَا فَلَيْسَ عَلَيَّ خِلَافُكَ لِيَكُنْ تَمَّ لِي جُورُكَ لِيَا تُوْتَمَّ هَارِي فَتُفْتِ  
 قَادِرًا۔ کیون کرتا۔

ضَعُفَتْ قُوَاهُ أَذْ تَذْكُرَانَّهَا۔ اسکی قوتیں اس خیال سے ضعیف ہو گئیں کہ  
 فِي السَّرْحِ مِنْكَ يَقْلُ لِي تَخَادَا۔ اسکی زین پر تمہارا جیسا شخص جو جنگ شہر کی  
 یہی حقیقت نہ سمجھے سوار ہے۔

وَمَتَّى تَطْبِقُ الرِّيحَ طَوْدًا شَاخًا۔ نہیں تو یہہ سمجھ۔ لو کہ ہوا کتنا ہی تیز چلے  
 کسی پہاڑ کو اوڑا لیا جاسکتی ہے۔

أُولَئِكَ تَطْبِقُ الْبَرْقَ جَوْنًا مَاطِلًا۔ یا بجلی کی چمک کسی ابر باران سے بھی  
 مقابلہ کرتی ہے۔

فَاعْزِزْ سَقُوطَ الْبَرْقِ عِنْدَ مِيزَانِ بَجْلِ كِي جَمَكِ رُكْ جَانِيكَو مَعْدُورِ رُكْہی۔  
 فَالْبَرْقُ يَسْقُطُ حِينَ يَخْطَفُ۔ کیونکہ بجلی جب آنکھیں اوچک لیتی ہے تو  
 گرجاتی ہے۔

وَأَقْلُ جُودِكَ عَفْوَ مَا نَدْرُكُهُ۔ اور تمہاری بخشش کا ایک بہت  
 چھوٹا حصہ ہے کہ جو حرکت اس گھوڑے سے  
 سرزد ہو اسکو معاف کرو۔

ان الجواد من یُقْبِلُ العاثرۃ۔ کیونکہ بڑا بخشش کرنا والا لغزش کرنے والے سے  
گزر کیا کرتا۔

و توق من عین الحسود و شرھا۔ اور بچو تم آنکھ سے حاسدون کے اور  
اسکی بُرائی سے۔

لا کان ناظرھا بسوء ناظرۃۃ۔ تمپر کسی کی نظر بد نہ اثر کرے۔

و اسلم لنور الدین سلطان لورے اور تم نور الدین کے لئے جو تمام عالم کا  
بادشاہ ہے سلامت رہو۔

فی الحادثات معاضد او مؤازرۃ۔ اور اس کے حادثات میں اسکے مددگار  
و معاون رہو۔

فاذا اصالح الدین اجم لاھلہ۔ کیونکہ جب تک صلاح الدین اپنے لوگوں  
کے لئے زندہ ہے۔

لم یحذرو اللہ ہر ضر فاضلۃ۔ اسوقت تک اُنکو زمانہ کی گردش نہیں  
ضرر پہنچا سکتی۔

عماد کا تب لکھتا ہے کہ نور الدین محمود نے اس سال میں حلب و کفرطاب میں  
صلاح الدین کو جاگیریں دیں اور اسے صلاح الدین کو جمعیہ دیدیا۔

قلعہ جبیر پر قبضہ ۶۲۲ھ کے اوائل میں نور الدین محمود نے قلعہ جبیر پر

قبضہ کر لیا یہ قلعہ اسوقت تک شہاب الدین بلک بن علی بن بلک عقیلی  
را آل عقیل بنی سب کے قبضہ میں زمانہ حکومت سلطان ملکشاہ سے چلا آ رہا تھا

اسکی مضبوطی و استحکام کا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملوک وقت اس کے

حصار سے عاجز آ گئے تھے اسی قلعہ کے زمانہ محاصرہ میں نور الدین محمود کا باب

عماد الدین زنگی شہید ہوا ہے جیسا کہ اس سے پیشتر ہم بیان کر چکے ہیں۔ رجب ۶۲۳ھ کا

واقعہ ہے کہ ایک روز قلعہ جعبر کا حاکم شہاب الدین شکار کھیلنے کو نکلا اتفاق سے اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو کر ایک میدان میں پڑ گیا۔ بنی کلب میں سے کسی نے اُسکو گرفتار کر کے نور الدین محمود کے پاس پہنچا دیا نور الدین محمود نے اُسکو نہایت عزت و احترام رکھا اور بعض قلعہ جعبر کے اُسکو بہت سامان و اسباب اور جاگیریں دینے کو کہا لیکن جب شہاب الدین نے اُس سے انکار کیا اسوقت اس نے تہدیدِ حکم سے پہلے روانہ ہو کر شروع کی جب اس سے یہی کچھ کام نہ چلا تب نور الدین محمود نے اُسکو رہا کر کے ایک لشکر بہ منتراری امیر فخر الدین محمود بن ابی علی زعفرانی قلعہ جعبر کے فتح کرنے کو روانہ کیا ایک مدت تک امیر فخر الدین اسکا محاصرہ کئے رہا مگر صورت کامیابی نہ دکھائی دی مجبور ہو کر نور الدین محمود نے ایک دوسرا لشکر اُسکی مدد کو روانہ کیا اسپر اور اُس لشکر پر جو پہلے سے قلعہ کا محاصرہ کئے تھا امیر محمد الدین ابو بکر معروف بہ ابن الدایہ کو افسر مقرر کیا جس نے پہنچتے ہی دو ایک لڑائیوں کے بعد اس کے حاکم شہاب الدین سے سروج اور اس کے اعمال اور کچھ مضامین حطب اور عیسٰی ہزار دینار دیکر پندرہ سوین محرم کو قلعہ جعبر اُس سے لیلیا۔ بیسویں محرم کو حطب بن نور الدین کے پاس امیر محمد الدین کا خط پہنچا اس نے فرط خوشی اس قلعہ کو امیر محمد الدین کے سپرد کر دیا اور یہہ اپنے طرف سے اپنے بہائی شمس الدین علی کو اسکا حاکم مقرر کر کے حطب کو واپس چلا آیا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ کسی نے اس تبادلہ کے بعد شہاب الدین سے دریافت کیا تھا کہ تمہارے نزدیک سروج و شام باعتبار قیام کے اچھا ہے یا کہ قلعہ بہ شہاب الدین نے جواب دیا کہ یہاں مال زیادہ ہے اور قلعہ میں عزت ہتی جسکو ہم چھوڑ آئے۔

مصر پر عیسائیوں کی  
مصر کی واپسی کے بعد عیسائیوں کی آنکھوں میں آنکی نمول  
اور سرسبزی کا ٹاسا کھٹک رہی ہتی مگر خود اُن کی  
یورش

مغلسی سپہ قضا کرنے سے انکی سدر راہ ہو رہی تھی گو اسوقت میں ایک لاکھ  
 دینار کا مصر سے معائنہ کے لئے اطمینان ملی اور تھوٹ کا باعث تھا لیکن بائیں  
 ان میں ایسی قوت موجود نہ تھی کہ بلا مشارکت و امداد وہ مصر سے ضعیف  
 و کمزور ملک پر قبضہ کر لیتے لیکن بعد مراجعت مصر جس نے یونانی بادشاہینوئل  
 والی قسطنطنیہ کی پہنچی سے شادی کی تو اس نے مصر کی رومی حالت کے  
 طرف اسکو توجہ دلا کر اسپر حملہ کرنے اور بزور قبضہ کر لینے پر آمادہ کیا اور  
 یہ خیال دلا یا کہ نورالدین محمود بلاد شمالیہ فرات میں ہے اور اسکا لشکر شام  
 میں متفرق ہے وہ مصر کے بچانے کو جلد نہیں آسکتا اور اہل مصر میں ایسی  
 قوت نہیں ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک اپنے شہر کو غیر کے حملوں سے بچا سکیں اور  
 بادشاہی کے سامنے چرچ میں جا کر انجیل اوٹھا کر یہ اقرار کیا کہ حسب حاجت قنّا  
 فوقاً فوج اور جہازوں سے مدد بجائے گی چنانچہ اموری ۵۶۲ھ مذکور مطابق  
 ۶۱۸ھ میں فوج لیکر اپنے معاہدہ کو توڑ کر مصر پر چڑھ گیا اور سرزمین مصر میں قدم  
 رکھتے ہی پہلی صفر کو بلیس کا محاصرہ کر لیا پانچ روز کے حصار و جنگ کے بعد اسکو  
 فتح کر کے اہل شہر سے نہایت بیرحمی و ظلم کا برتاؤ کیا ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا  
 عورتوں بچوں - بوڑھوں کو بلا امتیاز الجسد رہوسکا قتل کر کے قاہرہ کی طرف  
 بڑھے۔ شاور اور اہل قاہرہ عیسائیوں کے ظالمانہ برتاؤ اہل بلیس کے ساتھ  
 دیکھ کر لڑنے پر مستعد ہو گئے۔ دسویں صفر کو عیسائیوں نے قاہرہ کا محاصرہ کیا  
 انکے محاصرہ کرنے سے پہلے شاور نے یونین صفر کو اس خیال سے کہ عیسائی مصر  
 قابض نہ ہو جائیں آگ لگا دی جو پانچویں مارچ، ثانی تک جلتا رہا۔  
 شاور قاہرہ میں محصور ہونے کے بعد جب کو یہ معلوم ہو گیا کہ سہین  
 قاہرہ کے بچانے کی قوت نہیں ہے تب عیسائیوں سے وہ بکرو فریب پیش آنے لگا



لہی عیسائیوں سے یہ کہلا بھیجتا تھا کہ میرے تمہارے مراسم قدیم ہین میں تہارا  
 دلی خیر خواہ ہوں چونکہ قاہرہ کا دیدینا مسلمانوں کے خلاف مرضی ہو گا اسوجہ سے  
 بمصاحمت مال و سباب لیکر لوٹ جانا مناسب ہے اور کبھی نکو یہ دہلی دیتا تھا  
 کہ اگر تم میرے کہے پر عمل نہ کرو گے تو میں نوزالوین محمود کو بلا بھیجتا ہوں اور قاہرہ اس کے  
 سپرد کئے دیتا ہوں وہ حکو دم بہرین نکال باہر کر دے گا غرض سی دم پٹی  
 سے ادھر عیسائیوں کو شاور نے ایک لاکھ دینار مصری لیکر واپس چلنے پر راضی  
 کر لیا اور انکو فراہمی دینار کے بہانہ سے قاہرہ سے علیحدہ کر دیا اور اودہر خلیفہ  
 عاضد لدین اللہ نے مصر کے چلنے کے بعد ایک دردناک عرضداشت نوزالوین محمود  
 کے پاس سیاہ ماتمی کپڑے میں لپیٹ کر بھیجی اور اس میں اپنے حرمون کے بال  
 اور خون آلودہ کپڑے رکھے دیئے جس سے اسکا یہہ مقصود تھا کہ ہم اور ہمارے  
 حرم عیسائیوں سے تنگ آگئے ہین براے خدا ہو کوان کے بچہ ظلم سے بچائے یہہ میرے  
 حرمون کے بال ہین جو عیسائیوں کے ظلم سے تنگ ہو کر آپ سے فریا دکر رہی ہین  
 آپ انکو جس طرح ہو سکے بچائیں۔ یہہ قول علامہ ابن اثیر کہ ہے۔ اور عماد کا تب  
 لکھتا ہے کہ عیسائیوں کو جو بڑے وعدوں پر نال دینے کے بعد خود شاور نے نوزالوین محمود  
 سے مدد منگو ابھی نہی اور یہہ لکھ بھیجتا تھا کہ اگر آپ نے روانگی میں کچھ ہی تاخیر کی تو  
 یہہ ملک عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا اور اپنے اس بیان کی تائید میں  
 خلیفہ عاضد سے بھی عرضداشت پر دستخط کر لئے تھے اگرچہ اس سے پیشتر کے  
 معاہدون اور معاملات ملکی میں خلیفہ عاضد کا نام تک کہیں نہیں آتا تھا  
 جو کچھ کہتا تھا وہ مشاور کرتا تھا۔

ان مراسلات کے سوا براہ راست اسی مضمون کی تحریر شیر کوہ  
 کے پاس ہی خلیفہ عاضد یا شاور نے بھیجی تھیں اور وہ جمعہ

شیر کوہ  
 مصر میں

نور الدین محمود کے طرف آ رہا تھا انشا راہ میں نور الدین محمود کا قاصد ملا جو اس کو  
 بلانے جاتا تھا شیر کوہ ایک شب میں محض سے حلب پہنچا اور نور الدین محمود  
 سے صلاح و شورے کر کے روانگی مصر پر آمادہ ہو گیا نور الدین محمود نے اس مرتبہ  
 پہلے سے زیادہ لشکر روپیہ سامان حرب کا انتظام کیا۔ علاوہ آلات حرب اسلحہ  
 خیمہ جات۔ گھوڑوں کے دولاکھ دینار شیر کوہ کو اور بیس بیس دینار بھٹو الغام  
 کے ان لوگوں کو جو اس ہم میں اس کے ہمراہ جارے تھے مرحمت فرمائے اور  
 خود اس الماد تک پہنچانے کو آیا شیر کوہ نے اس ہم کے لئے دو ہزار سوار لشکر  
 توریہ سے منتخب کئے تھے اور چہ ہزار مجاہدین ترکمانوں سے۔ روانگی کی تیاری  
 نور الدین محمود نے اپنے نامی امراء و مالیک سے عز الدین بزدیک غزنوی سے  
 و سمرقند الدین برغش و ناصر الدین خوارزمین و عین الدو کہ ابن البارد فی  
 و قطب الدین عتیال بن حسان منجی وغیرہم کو بھی ہمراہ کر دیا۔ قاضی ابوالحسن کا  
 بیان ہے کہ مجھ سے صلاح الدین نے خود کہا ہے کہ میں اس مرتبہ اپنے چچا کے  
 ہمراہ مصر جانے پر راضی نہ تھا مجھ کو سکندریہ میں محصور ہونے کے مصائب پہلے  
 نہ تھے لیکن جب سلطان نور الدین محمود نے میرے چچا شیر کوہ کو روانگی کا حکم دیا  
 اور میں اتفاق سے اس وقت دہان موجود تھا اس نے میرے طرف دیکھ کر کہا  
 اے یوسف تو تیار ہے؟ (صلاح الدین کا بیان ہے) کہ اس فقرہ نے تیر کی طرح  
 میرے دل میں سوراخ کر دیا میں نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا چچا جان اگر مجھ کو یہ نہ  
 معلوم ہو جائے کہ ملک مصر مجھے ملے گا تب ہی مصر کی طرف میں رخ نہ کروں گا  
 آپ تشریف لیجائیے مجھے یہیں سلطان کی خدمت میں رہنے دیجئے اسپر شیر کوہ نے  
 نور الدین محمود سے کہا کہ صلاح الدین کا جانا ضروری ہے اور یہ عذر کہ تلہ ہے یہ  
 سنکر نور الدین محمود نے مجھے ہی تیار سی اور روانگی کا حکم دیا میں نے سواری ہونے

اور سی اسباب و زراد راہ کا حیلہ کیا تو رالدین نے فوراً اکل اسباب میرے لئے ہتیا کر دیا ناچار مجھے جانا پڑا اگرچہ نورالدین نہایت حلیم اور نرم دل آدمی تھا مگر اسکی ہیبت اس درجہ تھی کہ میں اس کے سامنے مہر جانے سے انکار نہ کر سکا۔ روانگی مصر کیوقت مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا مجھے موت اپنے طرف پہنچے لئے جاتی ہے یہ فیصلح الدین یوسف الملک مصر پر مستولی ہونے کے بعد جب کہی یہ باقین خیال کرتا اور اس سفر کے نتیجے پر غور کرتا تھا تو بیساختہ اس کے منہ سے آیا کہ یہ عیسے ان تکر ہوا شہیا و ہو خیر لکم (مکن ہے کہ تم بہت سے چیزوں کو مکر وہ جانا حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہوں) نکل جاتی تھی۔

الغرض پندرہویں ربیع الاول ۵۶۲ھ کو شیر کوہ سوانہ پہنچے یہاں علی بن الغرض پندرہویں ربیع الاول ۵۶۲ھ کو شیر کوہ سوانہ پہنچے یہاں علی بن عساکر نوریہ کے حلیب سے روانہ ہو کر جنگل و ریگستان کے رستہ طے کرتا ہوا ساکن ربیع الثانی سنہ مذکور میں قاہرہ پہنچا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے عیسائی بادشاہ شاور کے فقرہ میں اگر کچھ لیکر راضی ہو گیا تھا اور بقول عیسائی مورخ شیر کوہ کے روک ٹوک کے لئے واپس آیا بہر کیف اس دفعہ عیسائی بادشاہ کو قاہرہ سے چلے جا مل ہوا اور وہ ناکامی کے ساتھ شام کو لوٹ آیا۔ شاور نے شیر کوہ کو عیسائیوں کے برخلاف اوہار کر اسکو ان سے لڑا دینے کی فکر کی تھی جس سے اسکا یہ مطلب حاصل ہو جاتا کہ دونوں فریق لڑنے چھڑنے کو وہاں موجود رہتے ان میں سے جسکو چاہتا اسکو اپنا سعادون بنا کر کام نکال لیتا لیکن شیر کوہ شاور کے اس دم پٹے میں نہ آیا خلیفہ عاصد نے شیر کوہ کی بیعت عظیم و تکریم کی کمال عزت سے پیش آیا اسکو اور اس کے لشکر لون کو قیمتی قیمتی خلعیتیں دیں اور شب کو خود جا کر شیر کوہ سے ملا بہت دیر تک آپس میں باتیں ہوتی رہیں اور شاور ظاہری کے غرض سے اکثر شیر کوہ کے ساتھ سوار ہو کر سیر و تماشا کے لئے جاتا تھا مگر خلیفہ عاصد

شیر کوہ کا یہ ربط و ضبط دیکھ کر دل ہی دل میں جلا جاتا تھا ایک روز اس نے یہہ ارادہ کیا کہ دعوت کے بہانہ سے بلا کر شیر کوہ کو معہ اس کے افسران لشکر کے گرفتار کر لینا چاہئے۔ کامل و شاور میں اس بابت مباحثہ ہونے لگا۔

کامل ابن شاور۔ میرے بزرگ باپ آپ اس خیال کو دور کیجئے مسلمانوں کے ساتھ یہہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے۔

شاور۔ ہنیں! میری رائے بہت مناسب ہے میں کب تک مخن جگر پیتا رہوں جب تک شیر کوہ قاہرہ میں رہے گا میری نہ چلے گی میں ضرور اس کام کو کروں گا۔

کامل۔ خردوار اگر تو نے اس قصد کا خیال ہی کیا تو میں فوراً شیر کوہ کو اس سے مطلع کر دوں گا۔

شاور۔ تو میرے سامنے کار کا میری گود کا کہلایا ہوا ہے ملکی محتاطا کی پیچیدگیان تو نہیں سمجھتا اگر میں یہہ کام نہ کروں گا تو یہہ یاد رکھنا کہ میرے خاندان کا کوئی بچہ بھی زندہ نہ بچے گا۔

کامل۔ یہہ سچ ہے بغرض محال اگر ہلوگ قتل کئے گئے اور یہہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا تو بہتر ہے اس سے کہ ہم قتل بھی ہوں اور اس کے بالک عیسائی ہوں۔

شاور۔ یہہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عیسائی بادشاہ میرا دم بہر تا ہے۔ کامل۔ پدر بزرگوار۔ ان کی دوستی پر آپ بہر وسہ نہ کیجئے یہہ اپنے مطلب کے وقت قدیمی دوستی کو بہر لادیتے ہیں اور طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیتے ہیں۔

شاور یہہ سب کچھ سہی بالفعل تو شیر کوہ سے شکونجات لمجائیگی۔ علاوہ برین عیسائی بادشاہ اب کیا نوئے گادہ کب کا واپس ہو گیا جب تک میں

وہ اس طرف کا رخ کرے گا اُس کے مقابلہ کا انتظام کر لیا جائیگا۔

**کامل۔** آپ کچھ نہیں نہ کر سکے گا عیسائیوں نے جہاں یہ ہنسنا کہ شیر کو قید کر لیا گیا ہے باز کی طرح کبوتر کے شکار پر لوٹ پڑیں گے اور ایک لمحہ میں ملک قبضہ کر لینگے۔ جان ہی جائیگی ملک بھی غیر کے ماتھے میں چلا جائیگا۔

**قل شاو رو** شاو رو کامل اس قدر باتیں کرنے کے بعد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ کامل کو شاو رو کی نگرانی کی فکر ہو گئی اور شاو رو

کامل کی مخافت و افشائے راز سے ڈر کر اس بزدلانہ حملہ سے باز آیا تا آنکہ ایک روز شیر کوہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کو گیا ہوا تھا اور شاو رو اس سے ملنے کو آیا اور یہ معلوم کر کے کہ شیر کوہ امام شافعی کی قبر کی زیارت کو گیا ہے ادھر خود ہی روانہ ہوا اصلاح الدین یوسف و عز الدین جردیک اُس کے ساتھ ہوئے اثناء راہ میں موقع پا کر صلاح الدین نے گھوڑے پر سے گرا دیا اور دونوں نے مشکین باندہ کر ایک خیمہ میں لا کر قید کر دیا اس کے ہمراہی یہ واقعہ دیکھ کر بہاگ گئے۔ اور شیر کوہ یہ سُنکر اپنے لشکر گاہ میں فوراً واپس آیا بات چیت کرنے کی نیت نہ آئی ہتی کہ خلیفہ عاصد نے شاو رو کے گرفتار ہونے کی اطلاع پا کر اسکا سر مانگ بھیجا شیر کوہ بان یاہنین کا جواب نہ دینے پایا تھا کہ پے در پے دو تین قاصد آہیں پہنچے شیر کوہ ہنوز اپنے خیمہ میں تھا کہ عز الدین جردیک نے شاو رو کا سر اوتار کر خلیفہ عاصد کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ شرمین ربیع الثانی کا ہے۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر کوہ بھی اس کے قتل میں شریک تھا لیکن اسکا ثبوت نہایت دشوار ہے۔

شاو رو کے قتل کے بعد شہزاد نے اسکی بیوی کو لکھنؤ اور خلیفہ عاصد نے شیر کوہ کو خلعت وزارت سے سرفراز کر کے الملک المنصور امیر الجیش کا لقب دیا

اور ایک طولانی فرمان لکھ کر عنایت کیا جس کے شروع میں یہ عبارت تھی ”من  
 عبد اللہ و ولیہ آلہ محمد العاضد لدین اللہ امیر المؤمنین۔ الخ السید  
 اکمل الملک المنصور سلطان الجیوش ولی الایمانہ مجیر الامت  
 اسد الدین۔ کا فل قضاء المسلمین و ہادی دعاة المؤمنین  
 ابی الحارث شیرکوہ العاضد ی عضد اللہ بہ الدین و امتہ  
 بطول بقائہ امیر المؤمنین و ادام قدرتہ و اعلیٰ کلمۃ سلامہ  
 علیک فانہ یحمد الیک اللہ الذی لا الہ الا هو و یسالہ ان  
 یصلی علی محمد خاتم النبیین۔ و سید المسلمین۔ و علی آلہ الطاہرین  
 و الایمہ المہدیین و سلم و تسلیماً“ اس کے بعد عاضد کا فرمان ایک  
 طول لا طایل عبارت میں تھا۔

**وزارت صلاح الدین** بیسویں ربیع الثانی کو شیرکوہ ایوان وزارت

میں داخل ہوا اور قاضی فاضل عبدالرحیم بن البیسانی کو قصر خلافت سے  
 طلب کر کے سرد دفتر انشا مقرر کر لیا۔ اپنے امراء لشکر اور لشکریوں کو مستقول  
 جاگیرین اور الغام و اکرام دیا اور صلاح الدین یوسف اپنے بہتیجے کے ہاتھ میں  
 زمام انتظام رکھا اور اسی کے حسن راسے سے کل کام کرتا رہتا آنکہ شیرکوہ دو  
 اور چند یوم وزارت کر کے دفعۃً یوم شنبہ بائیسویں جمادی الثانی ۷۵۴ھ  
 (مطابق ۲۳ مارچ ۱۱۵۹ء) کو بعارضہ خناق اپنا ایک ہونہار بہتیجا چوڑ کر  
 انتقال کر گیا بعضوں کا یہ خیال ہے کہ شیرکوہ نے وقت انتقال صلاح الدین  
 کے حق میں وزارت کی وصیت کیا لیکن محققین مورخین اسکی مخالفت کرتے  
 ہیں مان یہ واقعہ صحیح ضرور ہے کہ شیرکوہ کے انتقال کے بعد شامی لشکر کے  
 مقتدر امراء مدعی وزارت ہو گئے تھے از انجملہ ایک امیر عین الدولہ باروقی

دوسرا قطب الدین خسرو برادرزادہ والی اربل تیسرا سیف الدین علی بن احمد  
 ہتھکاری چوتھا شہاب الدین محمود حامی (خود صلاح الدین کا مامون) تھا  
 اور خلیفہ عاصد صلاح الدین کو وزارت دیا چاہتا تھا صاحب کتابا لروشنین  
 لکھتا ہے کہ جسوقت امراء لشکر شامی میں وزارت کے بارے میں اختلاف واقع  
 ہوا اور ان میں سے ہر شخص مدعی وزارت ہوا اور جسوقت خلیفہ عاصد کے  
 دماغ میں یہ خیال گزرا کہ ”صلاح الدین کے پاس نہ ذاتی لشکر ہے اور نہ دار  
 میں وزارت اسکو دینا چاہیے کیونکہ جب میں چاہوں گا اسکو نکال دوں گا  
 علاوہ اس کے امراء لشکر شامی سے جو سردار اس کے مخالف ہیں اسکو خود  
 وہ نکال دیگا باقی جو دو چار کمزور رہجائیں گے وہ میرے قابو میں رہیں گے  
 ضعف کیوجہ سے خود صلاح الدین میری مخالفت نہ کر سکے گا میں جس طرح  
 چاہوں گا ملک کا خود انتظام کروں گا اور اسکو اپنے قبضہ میں رکھوں گا“ رفتہ  
 رفتہ عاصد کے اس خیال نے اسقدر ترقی کیا کہ اُس نے صلاح الدین کو  
 قصر خلافت میں طلب کر کے خلعت<sup>۱</sup> وزارت سے سرفراز کر کے الملک الناصر کا

۱۔ صلاح الدین کو خلعت وزارت یوم دوشنبہ پچیسویں جمادی الثانی ۵۶۲ھ  
 میں مرحمت ہوئی آئین ایک عامہ سفید مذہب و مطلقا جس کے کناروں پر موتیوں کا  
 جہاز تھا اور دیوار روحی مذہب و مطلقا اور جیبہ مذہب اور جواہرات کا ایک ہار  
 جسکی قیمت دس ہزار دینار تھی اور ایک تلوار جو ہر قیمتی پانچہزار اور خالصہ کے  
 گھوڑوں میں سے ایک زرد رنگ کا گھوڑا معہ زین و سار و سامان آرائش کے تھا  
 جسکی قیمت آٹھ ہزار دینار تھی اور اُس سے ملک مصر میں کوئی تیز رو گھوڑا  
 نہ تھا اور اُس کے اہمال میں موتیان پروئی ہتھیں سر پر ایک بڑا پر رولتی جو ہر  
 لگا ہوا تھا معہ چند بچہ خلعت اور متعدد گھوڑوں کے تھا (باقی صفحہ ۱۳۳ میں)

خطاب دیا اور قیمتی قیمتی تحائف و بیش بہا خلعتیں مرحمت کیا صلاح الدین قصر خلا سے کوٹ کر ایوان وزارت میں آیا اور ان لوگوں سے جو اپنے لئے وزارت کی کوشش کر رہے تھے مطلقاً قرض و التفات نہ کیا فقیہ ضیاء الدین عیسیٰ ہکاری نے اس موقع پر یہ بہت بڑا کام کیا کہ اس نے باستثناء عین الدولہ باروقی کے سب کو سمجھا یو چہا کر صلاح الدین سے ملا دیا۔ صلاح الدین نے وزارت کے بعد لشکر اور اکابران دولت کو داد دہش۔ انعام و اکرام سے اپنا بھئی خواہ بنا لیا اور سقد صلاحیت و سنجیدگی اور علماء و فضلاء کی روش اختیار کر لیا کہ گویا وہ ابتدائی سے اسی لئے مخلوق ہوا تھا۔ خود مختار و وزیر ہونے پر اس کی جس عادت کی تبدیلی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ شراب کا چھوڑ دینا ہے لیکن میرے سمجھ میں نہیں آتا کہ صلاح الدین سا ہونہار شخص جس نے اسد الدین شیرکوہ کے گود میں پرورش پایا ہو اور نور الدین محمود جیسے مذہبی سلطان کے سایہ عاطفت میں نشوونما پا کر پہلا پہلا ہوشربا پینے کا عادی کیسے ہوا کسی صحبت بازاری۔ عوام الناس۔ آبر و باختم لوگوں کی نہ تھی وہ نور الدین محمود اور اوس کے وزیر جنگ اسد الدین شیرکوہ کے ساتھ ساتھ طفلی سے رہتا تھا جسکی صحبت میں علماء و فضلاء کے سوا کسی اور کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی۔ سلطان نور الدین محمود ہمیشہ اسکو وزارت کے بعد امیر سپہ سالار کے خوشنما لقب سے یاد کرتا تھا کہی کسی خط میں اسکا خالی نام نہیں لکھتا تھا درحقیقت اسکی طرف سے مصر کا ایک گورنر تھا اور اس کے مقبوضہ و مغتوحہ ممالک کو

زبیدی (صفحہ ۱۳۲) اور منشور وزارت سفید طلسمین لپیٹا ہوا تھا نیز ان وزارت میں سلطان کے سامنے بڑا گیا جسوقت کہ اراکین دولت مصریہ و شامیہ سب موجود تھے سلطان نے ہی دونوں دلوں کے بھئی خواہوں کو خلعتیں اور انعام و اکرام دیکر اپنا بنا لیا۔



اس کے محروسہ ممالک کا ایک جزو سمجھنا چاہئے اسی کے تاکید و اصرار ۵۶۶ھ میں خلیفہ المستنجد باللہ عباسی کے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھا گیا اور اس کے نام کے بعد سلطان نور الدین کا نام دخل کیا گیا اور شریعتہ قاضیوں کو مغزول کر کے صدر الدین عبدالملک شافعی کو مصر و قاہرہ اور اس کے گرد و نواح کا مقرر کیا اور اذان میں حی علی خیر العمل : نیرہ کا کہنا موقوف کر دیا غرض کہ جب تک نور الدین محمود زندہ رہا صلاح الدین اسی کی رائے کل کام کرتا تھا۔

ابن ابی طحلیبی نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود نے اسد الدین شیرکوه انتقال اور صلاح الدین کی وزارت اور انکی تالیف قلوب اور داد و پیش کا حال سُنکر نہایت افسوس کیا اور صلاح الدین سے اس امر پر ناراض ہو گیا کہ اس نے بغیر اجازت اس کے کیوں وزارت قبول کر لیا چنانچہ اس بابر میں نور الدین نے مکرر سے صلاح الدین کو عتاب اُمود خط لکھا لیکن اُس نے کچھ التفات نہ کیا بایںہم صلاح الدین اسکا مطیع رہا آخر الامر نور الدین نے صلاح الدین کے اعزہ و اقارب کو جو شام میں تھے مہر کی طرف بھیج دیا اور اُس سے مصر اور اس کے محلوں کو براہ راست طلب کیا تھا جب اُس نے اس پر بھی کچھ خیال نہ کیا تو نور الدین نے صلاح الدین سے مصر چھین لینے کا قصد کر لیا مگر اتفاق وقت سے اسکی نوبت نہ آئی اور نور الدین کا انتقال ہو گیا۔ علامہ شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن مقدسی شافعی لکھتا ہے کہ نور الدین محمود کی یہ باتیں اس جنس سے ہیں جس کی طبایع بشریہ فطرۃً مفتضی ہوتی ہیں جو شخص نظر انصاف سے ان واقعات کو ملاحظہ کرے گا وہ نور الدین محمود کو اس بابر میں معذور سمجھے گا اور درحقیقت نور الدین کو جو کشیدگی صلاح الدین کے طرف سے پیدا ہوئی تھی وہ وزارت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس وجہ سے تھی کہ صلاح الدین

بیر استصواب مال و اسباب کے تقسیم اور انعام و اکرام کے دینے میں افراط سے کام لیتا  
 علاوہ اس کے ابن ابی طے اس امر میں متہم ہے کہ وہ نور الدین کے طرف اکثر ایسی  
 باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اُس کے خلاف شان ہیں اور اسکی طرف منسوب کرنا لائق  
 نہیں ہے میرے نزدیک اسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ نور الدین محمود نے حلب سے  
 شیعوں کو نکلوا دیا تھا اور اُن کے مشاعر کو باطل کر دیا تھا اور ابن ابی طے کا  
 باپ رؤسا و شیعہ سے ہوتا جسکو اُس نے حلب سے شہر بدر کر دیا تھا جہاں تک  
 قبائس کیا جاتا ہے یہ وہی بخار ہے جسکو ابن ابی طے اپنے کتاب میں مختلف مقامات  
 میں نکال رہا ہے پھر اُس نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جس وقت نور الدین  
 محمود کے روبرو صلاح الدین یا اُس کے متعلقین دولت کا ذکر آجاتا تھا تو نور الدین  
 محمود چین بچیں ہو جاتا اور اسکو یہ تذکرہ تکلیف دیتا تھا اور اس کے ذکر خیر  
 کرنے والے سے پہر کبھی حسن خلق سے نہ ملتا تھا۔ علامہ شہاب الدین مذکور کہتا ہے  
 کہ میں نے خود نور الدین محمود کا ایک خط لکھا ہوا دیکھا ہے جس میں اس نے  
 صلاح الدین کا برخلاف قول ابن ابی طے کے بہت شکریہ ادا کیا ہے یہ خط شیخ  
 امام شرف الدین بن ابی عسرون کو حلب کے قضا و مصر کے لئے لکھا تھا جس کی  
 عبارت یہ ہے۔

حسبى الله وكفى وفق الله الشيخ الامام شرف الدين بطاعته  
 وختم له بخير غير صاف على الشيخ ما انا عليه وفيه وكل  
 غرضى مقصودى فى مصالح المسلمين وما يقربنى الى الله  
 والله ولى التوفيق والمطلع على نيتى وانت تعلم نيتى  
 كما قال عز من قال (ومن عندنا علم الكتاب) انت  
 تعلم ان مصر اليوم قد لزمنا النظر فيها فہمى الفتوحات

الکبار اللہی جعلها اللہ تعالیٰ اسرا سلام بعد ما كانت  
 دار کفر ونفاق قلله المنة والحمد الا ان المقدم على  
 كل شئ امور الدين اللہی الاصل وبها النجاة  
 وانت تعلم ان مصر اقليمها ماہی قليلة وهي خالية  
 من امور الشرع وما ندر الخردموع الا للشدة اذ انا  
 ما كنت اسخى ولا اشتكى مفارقتك والان فقد تعین  
 عليك وعلى ايضا ان ننظر الى مصالحها ومالنا الحمد  
 اليوم لها الا انت ولا اقدر اولى امورها ولا اقدر  
 الا لك حتى تبرأ ذمتي عند الله فيجب عليك وفقتك  
 الله ان تشمر من سباق الاجتهاد وتتولى قضاءها و  
 نعمل ما تعلم انه يقربك الى الله وقد برئت ذمتي وانت  
 تجاوب الله فاذا كنت انت هناك وولدك ابوالنعمان  
 وفقه الله فيطيب قلبي وتبرأ ذمتي وقد كتبت هذا  
 بخطي حتى لا يتبق على حجة فصل انت وولدك عندي  
 حتى اسيركم والسلام بمواقفة صاحبي واتفاق من  
 صلاح الدين وفقه الله فانما معشاك كثير كثير  
 جزاه الله خيرا وابقاه في بقاء الصالحين والاشيخار  
 صلاح عظيم ومنفعة لاهل الاسلام الله تعالی  
 بك ثمر من الاخيار واعوان الخير وحسبنا الله ونعم  
 الوكيل وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما  
 ترجمہ کنایت کرتا ہے الدبیر کے لئے اور کافی ہے۔ توفیق ہے اللہ

شیخ امام شرف الدین کو اپنی طاعت کی اور اُس کا خاتمہ بخیر کرے غیر غایف ہوں شیخ سے جس کا میں نے قصد کر لیا ہے اور جس خیال میں میں ہوں اور میری کل غرض اور مقصود مسلمانوں کے اصلاح سے متعلق ہے اور اُس چیز سے جو مجھے اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے اور اللہ صاحب توفیق ہے اور میری نیت کو جانتا ہے اور تو جانتا ہے میری نیت کو جیسا کہ کہا ہے عزیز تر کہنے والے نے اور اُس کے پاس ہے علم کتاب۔ تو جانتا ہے کہ مصر کی طرف ہم نے اپنی توجہ محطوف کیا ہے۔ پس وہ بڑے فتوحات سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام بنایا ہے بعد اس کے کہ وہ دار کفر و نفاق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی تعریف ہے۔ آگاہ ہو جاؤ ہر چیز پر مقدم امور دین میں جو اصل اور مدارجات ہیں اور تو جانتا ہے کہ مصر اور اُس کے بلاد کم ہنیں ہیں اور وہ خالی ہیں امور شرع سے اور ہنیں جمع کئے جاتے آئندہ مگر شداہد کے لئے اور میں تیری جدائی کو ہنیں چاہتا اور نہ اُس کو عزیز کہتا ہوں اور اب تجھ پر اور تجھ پر یہ فرض ہو گیا ہے کہ مصر کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور فی الحال ہمارے پاس کوئی سوائے تیرے ہنیں ہے اور میں کسی کو اُس کے امور کا متولی کرنے پر سوائے تیرے قادر ہنیں ہوں اور نہ میں اُس کو کسی دوسرے کو سوائے تیرے سپرد کرتا ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک می الذمہ ہو جاؤں پس تجھ پر واجب ہے اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے یہ کہ ساق اجتہاد نے امنوں کو سمیٹ لے اور مصر کے عہدہ قضا کا متولی ہو جا۔ اور اپنے علم کے موافق عمل کر بیشک یہ تجھ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیگا اب میں بری الذمہ ہو گیا اللہ تعالیٰ کا تو جوابدہ ہے پس جبکہ تو اور

تیرا رکا ابوالمعالی اللہ کو توفیق دے وہاں موجود رہے گا تو میرا دل  
خوش ہوگا اور میں بری الذمہ رہوں گا اور بے شک میں نے یہ اپنے  
قلم خاص سے لکھا ہے تاکہ کوئی حجت چھپر باقی نہ رہ جائے۔ تم سے اپنے  
لڑکے کے میرے پاس چلے آؤ تاکہ میں تم کو مصر کی طرف بھیج دوں و السلام  
یہ میں نے بموافقت و اتفاق اپنے دوست صلاح الدین اللہ تعالیٰ  
اُس کو توفیق خیر دے لکھا ہے میں بے شک اُس کا بہت بہت شکر گزار  
ہوں اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے اور اُس کو باقی رکھے کیونکہ صلیحین  
اور اخیار کے بقا میں اہل اسلام کے لئے بڑی بہتری اور بڑا فائدہ  
ہے اللہ تعالیٰ زیادہ کرے نیکون اور نیکی کے مددگاروں کو اور  
کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا وکیل ہے اور درود خدا کا ہمارے  
سردار محمد اور اُن کے آل اور ان کے اصحاب پر ہو اور اُس کا  
سلام ہو

اس خط سے یہہ چند امور مفہوم ہوتے ہیں ایک یہہ کہ مصر کے مفتوح ہونیکو  
وہ اپنی فتح اور کامیابی سمجھتا تھا دوسرے یہہ کہ مصر کا انتظام و انصرام اسی کے  
قبضہ میں تھا تیسرے یہہ کہ صلاح الدین کے کاموں سے یہہ بہت خوش اور اس  
راہی تھا اور اُس کو یہہ نیکون میں شمار کرتا تھا علاوہ اس کے مصر میں صلاح الدین  
نے جو کچھ محصول و ٹیکس کو معاف کیا تھا وہ سب نور الدین کے حکم و حکومت  
میں کیا تھا اور اسی کے اشارہ و حکم سے کل کام کرتا تھا۔ نور الدین محمود اُس کو  
دل سے عزیز رکھتا اور پیار کرتا تھا اکیمرتبہ عیسائیوں نے بقصد مصر ایک مجمع کثیر  
کیا تھا جسکی مدافعت کو نور الدین محمود نے اپنا لشکر بھیجا تھا جس میں صلاح الدین کا  
بہائی شمس الدولہ نورانشاہ تہاروانگی کے وقت نور الدین محمود نے شمس الدولہ سے

مخاطب ہو کر کہا ”مصر تو تم جاتے ہو اگر وہاں جا کر تم اس کے خواہاں ہو کہ تم بیٹھے ہو اور صلاح الدین تمہارے خدمت کے لئے کھڑا رہے کیونکہ وہ چھوٹا ہے تو تم نہ جاؤ تمہارے جانے سے فتنہ و فساد برپا ہو گا اور میں اس وقت تمہارے کتاب و نگا اور تمکو اسکی سزا دوں گا اور اگر تم اسکو اس حیثیت سے دیکھو گے کہ وہ والی مصر ہے اور وہ میرا قائم مقام اور میرا نائب ہے اور تم ہنفسہ اسکی خدمت کرو گے جیسا کہ تم میری خدمت کرتے ہو تو جاؤ اور کوشش کرو اس میں جیسے وہ درپے ہے“ شمس الدولہ نے اس کے جواب میں عرض کیا ”میں صلاح الدین کی ویسا ہی خدمت کروں گا جیسا کہ آپ کی خدمت کرتا ہوں۔ نور الدین محمود کی ان باتوں سے کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ وہ صلاح الدین سے کشیدہ خاطر تھا یا وہ مصر کو اس سے چھین لینے کا قصد رکھتا تھا لہذا فی الواقع اگر اس نے کیسے تو میں مصر کا حساب صلاح الدین سے طلب کیا تھا تو یہ شکر رنجی یا کشیدگی کے معنی نہیں ہیں وہ اسکی طرف سے ایک صوبہ کا گورنر تھا اور عام دستور ہے کہ سلاطین اپنے عمال اور گورنروں سے حساب و کتاب طلب کرتے ہیں اور انکو وقتاً فوقتاً ہدایتیں مناسب کیا کرتے ہیں کوئی بادشاہ اپنے محروسہ ممالک کے صوبہ کے حکام کی خود رانی نہیں پسند کر سکتا اگر کسی موقع پر بلا اجازت صلاح الدین نے الغام و اکرام اور احرار کے دینے میں افراط سے کام لیا ہو یا یہ کہ عیسائیوں پر حملہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے پس و پیش کیا ہو اور اسوقت پر نور الدین نے اسکو بطور تنبیہ کچھ لکھا ہو تو اسکو کشیدگی اور شکر رنجی نہیں کہتے یہ تو معاملہ کی بات ہے معاملہ میں جہنی اور اوقات میں دوست بہائی بنے رہنا مسلمانوں کا پہلا فرض ہے۔

الغرض صلاح الدین نے مصر پر مستقل حکومت حاصل کرنے کے بعد

اقطاع مصر کو مفسدین و فتنہ پردازوں سے خالی کرنا شروع کر دیا۔ موتمن الخلافۃ  
عیسائیوں سے سازش کر کے اُن کو مصر پر حملہ کرنے کو ادبہارنے لگا صلاح الدین  
کے خاص آدمیوں نے اُن کے قاصد کو گرفتار کر لیا پہرہ بین قصر خلافت و قصر وزارت  
موتمن الخلافۃ مارا گیا سودانی اسکی حمایت کو سیاہ بادل کی طرح اوٹھے اور خلیفہ عا<sup>لہ</sup> مند  
نے قصر خلافت شامی لشکر پر تیر و پتھر کے ٹینہ برسائے کا حکم دیا اور خود ایک کھڑکی سے  
بیٹھا ہوا دیکھتا رہا لیکن صلاح الدین کی ہواے جنگ و تدبیر نے ان سبہوں کو  
دم زدن میں اوڑا دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے صلاح الدین اپنے دائرہ  
حکومت کو وسیع کرنے لگا اور زمانہ حیات نور الدین محمود زنگی میں اس نے  
بہت کچھ اپنے فتوحات کو بڑھا کر وزارت مصری کو ایک خود مختار سلطنت کی  
صورت میں کر دیا تھا جو درحقیقت نور الدین محمود کی حکومت و دولت کی  
ایک جزو تھی اور سمجھنے ان کل واقعات کو مفصل سلطان صلاح الدین یو<sup>سف</sup>  
فاح بیت المقدس کی سوانح عمری میں لکھ دیا ہے۔

**واقعہ دمياط** اوایل صفر ۵۶۵ھ (مطابق ۱۱۶۹ء) میں عیسائیوں نے  
دمياط کا محاصرہ کر لیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جبوقت اسد الدین شیر کوہ نے  
مصر پر قبضہ کیا تھا اسوقت سے عیسائی امراء ساحل میں ایک ہوشی

۱۱۶۹ء صاحب کتاب الروضتین نے لکھا ہے کہ جبوقت سودانیوں اور عساکر شام میں جنگ شروع  
ہوئی خلیفہ عاصد نے قصر خلافت کے ایک کھڑکی سے سر نکا کر دیکھا اور قصر خلافت کے محافظین کو  
عساکر شام پر تیرباری اور سنگباری کرنے کا حکم دیا شمس لدو کہ خلیفہ کی مخالفت کا رنگ دیکھ کر  
چند بچہ کار یاں لفظ کی اون لوگوں پر غالی کر دیں جسے محافظین قصر خلافت بہاگ کھڑے  
ہوئے۔ عاصد کی قصر خلافت کی اکثر کھڑکیاں جلادگیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ  
سودانیوں کی ہنوت خلاف مرضی عاصد ہوئی ہے اور وہ اس میں شریک تھا والد علم۔

پہلی ہوئی تھی اور وہ قبضہ مصر کو فتح بیت المقدس کا مقدمہ سمجھتے تھے اسوجہ سے  
 اُن لوگوں نے عیسائیوں اندلس و صقلیہ سے امداد کی درخواست کی پادریوں  
 نے تمام یورپ میں دورہ کر کے مسلمانوں کے برطانات ایک ذخیرہ کافی مال و  
 اسباب و فوج کا جمع کر لیا جب ان کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو نہایت  
 مستعدی سے آگے بڑھ کر دمیاٹ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین نے انکی مدفعت  
 کے غرض سے نیل کو فوج و آلات حرب سے بہر دیا اور اپنے ولی نعمت قد-م  
 نور الدین محمود زنگی کے پاس عیسائیوں کی پیشقدمی اور انکی چہر چہار کی  
 شکایت لکھنے بھیجی اور یہ لکھا کہ ”میں سخت چیقلش میں مبتلا ہوں اگر میں دمیاٹ  
 عیسائی کو محاصرہ سے چڑانے میں کچھ نہ ہی تاخیر کرتا ہوں تو عیسائی او سپر قابض  
 ہو جائیں گے اور اگر میں مصر چھوڑ کر دمیاٹ کے طرف بڑھتا ہوں تو میرے  
 بعد مصری رعایا باغی ہو جائے گی اور مصر میرے قبضہ سے نکل جائے گا  
 آگے بڑھتا ہوں تو مصری پیچھے ہٹیں اور دمیاٹ کے طرف جانے میں کچھ کوتاہی  
 کرتا ہوں تو عیسائی سامنے ہوں“ نور الدین محمود نے ان واقعات کے انجام  
 نظر کر کے پے در پے دمیاٹ کے طرف عساکر اسلام روانہ کئے اور خود ایک  
 فوج لیکر عیسائی بلاد میں لوٹ مار کرتا ہوا داخل ہو گیا۔ محاصرین نے مجبور  
 ہو کر پچاس دن کے بعد دمیاٹ سے اپنا محاصرہ اٹھا لیا۔ عمار نے لکھا ہے کہ  
 نور الدین محمود نے جو عساکر اسلام دمیاٹ کو چڑانے کے غرض سے روانہ کیا تھا  
 اس کے سردار امیر قطب الدین خسرو ہند بانی تھے یہ عیسائی محاصرین کے جانے  
 سے ایک ہفتہ پہلے پندرہویں ربیع الاول کو دمیاٹ کے قریب پہنچے اور انہوں نے  
 عیسائی محاصرین کی سختیوں کو لفظ کی بھکاریوں سے جلادیا اور ان کے لشکر  
 کے ایک حصہ کو بیکار کر کے اٹکودا پس جانے پر مجبور کر دیا۔ ابو عبد الرحمن مقدسی





عیسائی امیرون کو قید کر لینے اور اوپر فتح حاصل ہو جانے سے اُن کے بلاد پر آپسائی قبضہ کر لیا جائیگا پس جسوقت نورالدین محمودان دونوں کے قریب پہونچا ان دونوں نے نورالدین محمود کے مقابلہ سے اعراض کر کے دوسرا راستہ اختیار کر لیا جس سے نورالدین محمود عساکر اسلام لئے ہوئے ان کے وسط بلاد میں قتل و غارت کرتا ہوا عشرامین جا پہونچا اور عیسائیوں کے انتظار میں ٹھہرا رہا اور یہیں ماہ صیام کو منقضی کیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نورالدین محمود نے کرک کا محاصرہ اسوجہ سے کیا تھا کہ اُس نے نجم الدین بدر صلاح الدین کو ایک چھوٹے سے دستہ فوج اور قافلہ تجارت کے ساتھ دمشق سے مصر کو روانہ کیا تھا اور اس خطرہ کو خیال کر کے کہ عیسائی نوہمیں اس سے انذار راہ میں متعرض نہ ہوں کرک کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ابن شداد نے لکھا ہے کہ نورالدین محمود کا بہت بڑا مقصد نجم الدین کے پہنچنے سے یہ تھا کہ اس نے صلاح الدین کو جہاد کرنے کی ہدایت اور مصر میں غلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھ جائیگی سخت تاکید کی تھی۔ ابن ابی طعلبی لکھتا ہے کہ اس سے پیشتر غلیفہ مستجد باللہ نے نورالدین محمود کو اس بابت ایک فرمان لکھا تھا اور مصر میں تاخیر اقامت و دعوت عباسیہ سے اپنی ناراضی ظاہر کی تھی۔ چنانچہ نورالدین محمود نے نجم الدین کو جو سب سے بڑی خدمت سپرد کی تھی اور اس بارے میں اپنا دستخطی خط دیا تھا وہ یہی خطبہ کا پڑھا جانا تھا لیکن اقتضائے وقت سے صلاح الدین نے اُسوقت سکوت اختیار کیا اور اس کام کو آئندہ کسی موقع خاص کے انتظار میں ملتوی کر دیا جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں بارہویں شوال کو بہت بڑا زلزلہ آیا جس سے اکثر بلاد شام و مصر و جزیرہ و موصل و عراق کو نقصان پہونچا شام میں بعلبک و حمص و حماہ و شیرز و بحرین و غیرہ کی شہر پناہ نہدم ہو گئی

عیسائی مالک کو بھی ایک نقصان عظیم اوٹھانا پڑا ایک مدت تک عیسائی اور نورالدین محمود اس کے بنوانے اور درست کرانے میں مصروف رہے نہ عیسائیوں کی ایسی فراغت حاصل ہوئی کہ وہ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور نہ نورالدین محمود کو ایسا موقع ملا کہ بقصد جہاد اوپر خروج کرتا اس اثنا زمین اس کے بہائی قطب الدین مودود زنگی والی موصل کا انتقال ہو گیا۔ فخرالدین عبدالمسیح نے قطب الدین مودود کی بیوی خاتون بنت حسام الدین تمشاش سے سازش کر کے برائے نام سیف الدین غازی کو اُسکا جانشین کر کے خود اس کے بلا مقبوضہ متصرف ہو گیا قطب الدین کا بڑا لڑکا عماد الدین زنگی ان دنوں دورہ پر گیا ہوا تھا جب اُسکو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سیدہ نورالدین محمود کے پاس چلا گیا اور کل واقعات بیان کر کے فخرالدین عبدالمسیح کی سخت شکایت کی اسکی طرف سے نورالدین محمود کا خیال پہلے ہی سے خراب اور اسکی بدطینتی و ظلم سے سخت ناراض تھا یہی سبب تھا کہ اس نے اپنے معزولی کے خطرات کو پیش نظر کر کے بلا انتظار عماد الدین اور خلافت وصیت قطب الدین سیف الدین کو اُسکا جانشین کر دیا۔ کیونکہ عماد الدین اپنے چچا نورالدین کے آغوش شفقت میں تعلیم یافتہ ہو کر بڑا ہوا تھا وہ اس کے خلاف نہ کرتا اور اس میں اسکا نقصان نہ تھا نورالدین محمود کو اپنے بہائی کے انتقال اور فخرالدین عبدالمسیح کے استیلاء سے بے حد صدمہ ہوا لیکن اس صدمہ کا علاج ہی کیا تھا خواہ مخواہ صبر کر کے اول محرم ۶۶۷ھ میں دریائے فرات کو قلعہ جہر کی طرف سے عبور کیا اور انتظام کرتا ہوا رقبہ کی طرف بڑھا۔ پہلے تورقہ کے گورنر نے (جسکو فخرالدین عبدالمسیح نے سیف الدین کی طرف سے مقرر کیا تھا) نورالدین محمود کو داخل ہونے سے منع کیا پہرا انجام پر نظر کر کے راضی ہو گیا نورالدین محمود نے اُس کے مالی و فوجی محکموں کی جانچ

پرتال کی اور اُسکا انتظام کر کے غلبہ رکاوڑ کر رہا تھا اور اُسکو جانچتا دیکھتا ہوا نصیبین  
 میں تین تہا جا پہونچا اور چند روز تک ٹھہرا رہا تا آنکہ اُسکا لشکر اور لوزالدین محمد  
 بن قزاق ارسلان والی حصن دیار بکر آگیا پس اس نے نصیبین سے کوچ کر کے  
 دود و منزلوں کو ایک ایک کرتے ہوئے سجار پر پہونچا اُسکا محاصرہ کر لیا اور  
 موقع موقع سے سختی نصیب کر دین سجار میں موصل کا بہت بڑا لشکر تھا تھا  
 تو یہاں پہونچا اور اُسکا فوجی کیمپ تہا موصل کے اطراف لوزالدین محمد کے پاس نصیبین  
 پہونچا اور اُسکو سجار سے اعراض کر کے موصل پر حملہ کرنے کو کہا اور اپنی مستعد فوجی اُطاعت  
 ظاہر کی لیکن لوزالدین محمد کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوا یہاں تک کہ سجار پر قبضہ  
 حاصل کر کے اپنے بڑے برادر زادہ عباد الدین زنگی کو سپرد کر دیا اسی زمانہ میں  
 فخر الدین عبدالملک نے گہرا کر عزالدین مسعود بن قطب الدین والی بلاد آذربائیجان  
 کے پاس اس واقعہ کو لکھتے بھیجا اُس نے لوزالدین محمد کی خدمت میں ایک قاصد  
 روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا ”موصل اور اُس کے کل بلاد سلطان ہی کے  
 ہیں مفت کی مشقت سلطان کیوں گوارا کرتے ہیں اور اگر یہ باتیں سلطان کے  
 خاطر ہیں نہ آئینگی تو عبدالمسیح اکیلا نہیں ہے“ لوزالدین محمد اس سفارت سے  
 برہم ہو گیا اور اُس وقت اوس نے یہ سو کہا سا جواب دیدیا تھا کہ ”میں  
 رعایا کے اصلاح حال اور اپنے برادر زادہ کی تربیت کر رہا ہوں تو مہملان  
 میں کیوں پڑا جاتا ہے میں اس کے فارغ ہوں تو مجھ سے اور تجھ سے ہمدان  
 کے دروازہ پر باتیں ہونگی تو نے بلاد اسلام پر قبضہ کر لیا لیکن حدود اسلامی  
 چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس پر غیر قومیں قابض ہو گئیں اور میں نے  
 تین تہا عیسائی دنیا کا مقابلہ کیا تیرے کان پر چون تک نہ رینگے ہو تیرے  
 زمانہ تک صبر کر چھپر یہ فرض ہے کہ بلاد اسلام کی حفاظت کروں اور ملتان

ظلم و تعدی کو دور کروں“ قاصد تو یہہ جواب لیکر غزالدین مسعود کی طرف روانہ ہوا اور نورالدین محمود نے سنجار سے کوچ کر دیا اور جبکہ کو جانب شرقی سے عمو کر کے موصل کے پورب حصن نینوی پر جاؤ ترا۔ چونکہ موصل کی رعایا کیا خواص و عوام سب کی سب عبدالمسیح کے ظلم و تعدی سے تنگ ہو رہی تھیں اور نورالدین کے طرف اسکی حسن سیرت و عدل کی وجہ سے اُن کا دلی رُخ جان تھا اسوجہ روزانہ عرضیان آنے لگیں“ آپ موصل پر باہر سے حملہ کیجئے ہم اندر سے فخرالدین عبدالمسیح پر ٹوٹ پڑیں گے“ ہم سب رعایا موصل آپ کے ظل حمایت میں آنا چاہتے ہیں آپ نے موصل کا قصد کیا اور ہم نے اُسکو خدام دولت لوزیہ کے سپرد کر دیا“ فخرالدین عبدالمسیح نے اہل شہر کی بددلی اور نورالدین محمود کی مستعدی پر نظر کر کے نورالدین محمود کے خدمت میں اپنے ایک خاص محمد کے ذریعہ ایک عرضداشت بھیجی جس میں یہ لکھا ہوا تھا ”میں آپ سے کسی طرح برسرِ مخالفت نہیں آسکتا میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں میں موصل کو آپ کے سپرد کئے دیتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے امن بن اور کچھ جاگیر محنت فرمائیں جس سے میری زندگی کا بقیہ حصہ آسانی و آرام سے گزر جائے“ نورالدین محمود نے اسکی یہ درخواست قبول کر لی لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ شرط اور بڑھادی کہ ”تجھ کو میرے پاس شام میں رہنا ہو گا میں تجھے موصل میں نہ رہنے دوں گا“ فخرالدین عبدالمسیح نے اپنے دل پر جبر کر کے اُسکو قبول کیا اور موصل کے دروازہ کھول دیئے چنانچہ تیرہویں جمادی الاول سنہ مذکور کو رُکوسلطان نورالدین محمود قلعہ موصل میں داخل ہوا اور سیف الدین غازی کو حکومت موصل پر رقرار رکھا اور اُس کے قلعہ داری کے اپنے خادم سعد الدین کشٹکین کو متعین کیا اور جو کچھ مال و سباب اُس کے بھائی قطب الدین نے چھوڑا تھا اوسکو حسب قانون شریعت اوسکی اولاد میں

تقسیم کر دیا۔ محصول و ٹکس موصل اور اس کے بلاد متعلقہ سے سہاٹ کر کے خاص  
 موصل میں ایک جامع مسجد بننے کا حکم دیا جو ۱۳۵۳ھ میں تیار ہو کر جامع لوزی کے  
 نام سے موسوم ہوئی۔ اور سیف الدین غازی کی جاگیر میں موصل کے ساتھ  
 جزیرہ ابن عمر کو اضافہ کر دیا اور خابور و نصیبین کو عساکر موصل کے مضار کے لئے  
 عنایت کیا۔ بیس روز قیام کرنے کے بعد موصل سے نکلکاشام کے طرف روانہ ہوا  
 عماد کاتب لکھتا ہے کہ لوز الدین نے نصیبین۔ خابور۔ مجدل۔ بنجار کی حکومت  
 والی موصل کے سپرد کر دی تھی اور شیخ شرف الدین بن ابی عمرو کو اس  
 بلاد کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ لوز الدین محمود  
 کی موصل کی طرف حرکت کر نیکی بہت بڑی یہ وجہ تھی کہ فخر الدین عبدالمسیح  
 نصرانی المذہب تھا جو بعد انتقال قطب الدین مودود بن زنگی والی موصل  
 اس کے چھوٹے لڑکے کو تخت حکومت پر بٹھلا کر خود اسکی ولایت پرستولی ہو گیا تھا اور

۱۴ سلطان لوز الدین محمود نے جو منشور محصول و ٹکس کے سہاٹ کا لکھا تھا اور وہ علی  
 روس الاشہاد پڑھا گیا تھا اس کے آخری فقرے یہ تھے ”قد قنعنا عن کذا کذا“  
 موال بالیسیر من الحلال فسیحقا للسرور محقا للمعز ام الحقیق با  
 لمقت و بعد لما یبعد من برضی الرب و بقعی من محل القرب قد  
 استخرنا الله و تقربنا الیه و توکلنا فی جمیع الاحوال علیہ  
 و تقد منا باسقاط کل مکس ضریبہ فی کل ولا یمہ لنا البعدۃ  
 او قریبہ و ازالہ کل حجه مشتبہ مشوبہ و محول سیه  
 شنیعہ و نفی کل مظلمہ مظلمہ فطیعت و احیاء کل سنۃ  
 حسنۃ و انتہاز کل فرصۃ فی الخیر ممکنہ و اطلاق کل  
 ما جرت المعادۃ باخذہ من الاموال المخطوۃ (باقی صفحہ ۱۴۸)

عام رعایا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا اور ان پر ظلم کرتا تھا پہر جب نواز الدین نے موصل کو  
شرقی جانب سے عبور کر کے اپنے محاصرہ میں لے لیا اور سیف الدین غازی نے بعد چند  
نامہ و پیام کے اپنے چچا سے صلح کر لیا تو اُس نے پہلے شیخ عمر ملاسی کے ذریعہ سے  
اپنے جان و مال و اسبابِ اولاد کی امن حاصل کیا بعد ازاں دربارِ نوریہ میں  
حاضر ہو کر شرف باسلام ہو گیا۔

(بقیہ نثر صفحہ ۱۴۷) خوفِ امان عواقبها الردۃ المحذورة فلا یبقی  
فی ولائنت جو رجایا بجاریا ولا عمل لا یكون به الله مراضیا اینارا  
التواب لاجل علی الخطام العاجل هذا تخ الله قضینا وواعظینا ادینا بل  
هی سنة حسنة سنناها و حجة وافضة بینناها وقاعد محکمات مجدناها و  
فایده مغتمة افدناها (ترجمہ) بے شک ہم اموال کے جمع کرنے سے ہوش  
حلال پر قانع ہوئے پس ہلاکت ہو حرام کو اور برائی ہو حرام کو جو سزاوارف و فساد ہے اور جو  
اس سے جو دور کرے اللہ کی مرضی سے اور محلِ قرب سے علیحدہ کرے اور بیشک ہم نے  
اللہ سے نیکی طلب کی اور اس طرف ہم نے تقرب کیا اور ہر حالات میں ہم نے اسپر ہر وسایا  
اور پیشدستی کی ہم نے ہر محصول و منکس کے چوڑ دینے پر اپنے مالک محروسہ خواہ وہ قریب  
ہوں یا بعید اور زایل کرنے پر ہر شہتہ و مشکوک کے اور محو کر دینے پر ہر طریقہ ناپسندیدہ  
و مشنع کے اور دور کر دینے پر ہر مظلہ کے جو ظلم و تعدی میں متجاوز ہے اور (سبقت کی  
جتنی) ہر راہ نیک کے زندہ کرنے پر اور حتی الامکان نیک کاموں میں کوشش کرنے پر  
اور چوڑ دینے پر ان اموالِ محظورہ کے جسکے لینے کا رواج ہو گیا ہے اسکی انجام رسی و مزدور  
کے خوف سے پس باقی نہ رہے ہمارے مالک محروسہ میں کوئی ظلم جاری اور نہ کوئی ایسا عمل جس  
اللہ ندامتی ہو یا امید ثواب آئندہ بالاصل لکم ظم نے پر یہ اللہ کا حق تھا جسکو ہم نے پورا کیا اور  
ہم پر واجب تھا جسکو ہم نے ادا کیا بلکہ یہ سنت حسنة ہے جسکو ہم نے ایجاد کیا (باقی صفحہ ۱۴۷)

## حوادث

اسی زمانہ میں خلیفہ المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتفی باللہ کے انتقال کی خبر پہنچی جسوقت کہ نور الدین موصل کے شرقی جانب تل نوبہ پر خیمہ زن تھا خلیفہ المستنجد کا انتقال یوم شنبہ نوین<sup>۱</sup> ربیع الثانی ۵۶۶ھ کو ہوا اسکی ولادت غزوہ ربیع الثانی ۵۱۶ھ میں ہوئی گیا رہ برس چہ دن اس نے خلافت کی خلفاء عباسیہ بقیوں<sup>۲</sup> کا خلیفہ ہوا اس کے بعد اس کے لڑکے المستنصری با مرالد ابو محمد حسن کی خلافت کی بیعت ہوئی اور اسوقت سے المستنصری با مرالد خلیفہ مانا گیا اور اسی سنہ میں صلوات اللہ نے دارالمعونہ (قید خانہ مصر) کو توڑا کر مدرسہ شافعیہ اور دارالغزل کو مدرسہ مالکیہ بنوایا اور صدر الدین عبدالملک بن ددا اس کو مصر و قاہرہ اور اوس کے بلاد متعلقہ کا حاکم و قاضی مقرر کیا یہ واقعہ بابیسویں جمادی الثانی کا ہے یہ بقصد جہا مصر سے نکلا رملہ و عسقلان کی طرف گیا اور اسکندریہ کی شہر نہ پاہنے کا حکم دیا ابن ابی طے کہتا ہے کہ اسی مہینہ میں صلاح الدین نے خلیفہ عاضد کے قصر خلافت قبضہ کر کے اپنے خادم قراقوش کو اس پر مقرر کیا اور شعاراسما عیلیہ کے متغیر کرنے اور اذان میں حی علی خیر العمل کے نہ کہنے کا حکم دیا اور اسی وقت سے خطبہ عباسیہ کی تہنید شروع کر دی۔

## مصر میں یہی

## عباسیہ کا خطبہ

۵۶۶ھ (مطابق ۱۱۷۱ء) کے پہلے جمعہ میں صلاح الدین نے بنی عباس کا خطبہ مصر میں پڑھوایا اور دوسرے جمعہ میں ان کے نام کا خطبہ قاہرہ میں پڑھا گیا اور اسی وقت خلفاء مصر کا ذکر منقطع ہو گیا ان کی دولت و حکومت کا زمانہ منقطع ہو گیا اور خلیفہ عاضد نے یوم عاشوراء کو انتقال کیا عماد کا تب نے اس واقعہ کو ۵۶۲ھ کے اخبار میں لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۸) اور ذلیل واضح ہے جو ہم نے ظاہر کیا اور قاعدہ مضبوط ہے جسکو ہم نے اجرا کیا اور فائدہ ختم ہے جسکا ہم نے افادہ کیا ہے۔



پہلے مصر میں بنی عباس کا خطبہ پڑھا ہے وہ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الحسن بن ابی  
 المضاہب لعلبکی تھا۔ ابن الدیثمی نے بھی اپنی تاریخ میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور قاضی  
 فاضل نے جو خط وزیر بغداد کو لکھا ہے اس میں بھی یہ تذکرہ ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے  
 کہ جس وقت صلاح الدین کے قدم حکومت مصر پر جم گئے اور مخالفین رفع و دفع ہو گئے  
 اور خلیفہ عاضد کی حکومت ضعیف ہو گئی اور عساکر مصر یہ کا نام و نشان تک نہ رہ گیا  
 تب لوز الدین محمود نے صلاح الدین کو خطبہ علویہ کے موقوف کرنے اور خطبہ عباسیہ کے  
 پڑھے جانے کا حکم دیا صلاح الدین نے بالفعل بخیال فساد و بلوائے اہل مصر تعمیل حکم  
 سے معافی چاہی لیکن لوز الدین نے اس کے عذر و معذرت پر مطلق خیال نہ کیا۔  
 اور اس کو خطبہ علویہ کے منقطع کرنے اور اقامت دعوت عباسیہ پر مجبور کیا اسی  
 اثنا میں خلیفہ عاضد بیمار ہو گیا صلاح الدین اپنے امراء و ملت سے اس بابت  
 مشورہ کیا بعضوں نے اقامت خرابہ عباسیہ سے اتفاق کیا اور بعضوں نے  
 فتنہ و فساد کے خوف سے اختلاف کیا اور ساتھ ہی اس کے لوز الدین محمود کے  
 عدم اتہال امر کو بھی اپنے ارکان سے باہر بیان کیا۔ اسی صلاح و مشورے میں  
 جمعہ کا دن آگیا کسی کی یہ بہت نہ پڑتی تھی کہ ممبر پر چڑھ کر بجائے خلیفہ مصر خلیفہ  
 بغداد کا خطبہ پڑھ دے اتفاق سے ایک عجمی شخص آگیا جو امیر عالم کے لقب سے  
 مشہور تھا اور اس کو ہم نے موصول میں دیکھا تھا جب اس نے اون لوگوں کے اس  
 پس و پیش کو دیکھا تب اس نے کہڑے ہو کر کہا ”یہ میرا کام ہے میں خطبہ میں  
 خلیفہ بغداد کا نام پڑھوں گا“ لوگ یہ سنکر خاموش ہو رہے پس جس وقت جمعہ کا  
 وقت آیا تو کمال دلیری سے خطیب کے پہلے ممبر پر چڑھ گیا اور بعد حمد و نعت کے  
 خلیفہ بغداد المستنصر باہر الدار کے لئے دعا کی مصریوں میں کسی نے سانس تک  
 نہ لیا اور نہ کسی نے دم مارا پہر کیا تھا دوسرے جمعہ میں صلاح الدین نے کل خطباء

مصر و قاہرہ کو خطبہ علویہ کے منقطع کرنے اور خطبہ عباسیہ کی بڑھنے کا حکم دیدیا۔  
 اس کے دو ایک روز کے بعد خلیفہ عاصد مرگیا صلاح الدین اکثر کہا کرتا تھا کہ  
 اگر میں یہہ جانتا ہوتا کہ خلیفہ عاصد کا زمانہ حیات اب نہایت کم باقی رہ گیا ہے تو  
 میں اس کے خطبہ منقطع کرنے میں عجلت نہ کرتا ابن ابی سطل لکھتا ہے کہ پہلے جمعہ کو  
 خطبہ میں کیا نام نہیں لیا گیا صرف آئمہ مہدئین اور سلطان الملک الناصر  
 کے لئے دعا کی گئی اور دوسرے جمعہ میں قبل لقطاع خطبہ علویہ و اقامت خطبہ  
 عباسیہ عاصد مرگیا لیکن اس کے خلاف قاضی فاضل جو سلطان کا ندیم تھا  
 وہ لکھتا ہے کہ خلیفہ عاصد کا انتقال یوم عاشوراکو ہوا ہے اور اسکا خطبہ اس سے  
 دو دن پیشتر منقطع کر دیا گیا تھا علاوہ اس کے خود سلطان صلاح الدین کا  
 قول اس بیان کی شہادت دیتا ہے جسکو ہم نے اوپر بیان کیا۔ بعضوں نے لکھا ہے  
 کہ جب اسکی اطلاع خلیفہ عاصد کو ہوئی تو اس نے اسقدر رنج و فکر کیا کہ اس صدمہ  
 سے اس کے دوسرے روز مرگیا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اس نے یہ نہ نہ کہہ لیا  
 والد اعلم بہر کیف خلیفہ عاصد کے حالت حیات میں اسکا خطبہ منقطع ہو کر خلیفہ  
 بغداد کا خطبہ پڑھا گیا جیسا کہ پہنے بیان کیا۔

اس واقعہ کو نور الدین محمود نے سنکر بہت بڑی خوشی منائی تمام اپنے  
 ممالک محروسہ کے نوابین اور گورنروں کو اس بشارت سے مطلع کیا اور باب الدین  
 ابو المعالی مظہر بن شیخ شرف الدین ابی عصم کو دربار خلافت بغداد کے طرف  
 اس خوشخبری کے سنائے اور انہ کو ایک اور ایک طویل فرمان شہر بشارت  
 اقامت خطبہ عباسیہ لقطاع خطبہ خلفاء عبید یہ لکھ کر مرحمت کیا جسکو شہنا الدین  
 موصوف ہر شہر و مقام پر لوگوں کو جمع کر کے سناتا جاتا تھا تا آنکہ بغداد کے قریب  
 پہونچا دربار خلافت سے بڑے بڑے مغرور عہدہ دار اس کے استقبال کو شہر سے

باہر آئے دربار خلافت میں خود خلیفہ نے کہڑے ہو کر اس خوشخبری کو سنا اور قیمتی قیمتی  
 خلعتیں، تلواریں، گھوڑے۔ نور الدین و صلاح الدین کو اور نیز خطباء و قضاة و  
 علماء کو بھیجے شعرائے تہنیت کے قصائد لکھے عماد کا تب لکھتا ہے کہ مجھ کو سلطان نور الدین  
 نے حکم دیا تھا کہ میں ایک بشارت عامہ لکھ کر قاصدوں کو روانہ کروں جو تمام ملک  
 اسلامیہ میں پڑھی جائے اور ایک نامہ تہنیت خاص دربار خلافت کو روانہ کروں  
 جو خلیفۃ المسلمین کے روبرو پڑھا جائے پھر اس کے بعد وہ فرامین کا ذکر کرتا ہے اور  
 لکھتا ہے کہ میں نے ایک قصیدہ بھی اس تہنیت میں لکھا تھا جسکا مطلع یہ تھا  
 قد خطبنا للمصطفیٰ بمصر، نایب المصطفیٰ امام العصی، اس کے صلہ میں  
 نور الدین نے مجھ کو پانچ ہزار دینار اور سات خلعتیں مرحمت فرمایا تھا اور دربار  
 خلافت سے اس بشارت کے جواب میں عماد الدین بن ہندل معتدایان خلافت  
 خلعت و النعام اور عباسی نشان اور د تلواریں مرصع لیکر آیا تھا نور الدین  
 دمشق سے میدان الاخضر تک اس خلعت و النعامات کے لینے کو آیا اور دربار  
 میں ایک نمبر رکھو اگر موفق بن قیسرانی سے منشور خلافت پڑھو یا صلاح الدین  
 وہ خلعت جو دربار خلافت سے آئی تھی اور بہت سی اپنی طرف سے اضافہ کر کے مصر کو روانہ کیا  
 یہ بنی عباسیہ کا پہلا نشان تھا جو بعد دو سو اسی برس کے مصر میں داخل ہوا۔  
 صلاح الدین نے اقامت خطبہ عباسیہ کے بعد عاصد کے قصر خلافت  
 قبضہ کر لیا جو اہرات اور قیمتی قیمتی اسباب جو تھے انکو اپنے اہل اراد اور خاندان  
 والوں پر تقسیم کر دیا اور اس میں سے جو بہت زیادہ قیمتی جو اہر تھے ان کو  
 نور الدین کے پاس تحفہ روانہ کئے ان سب چیزوں کی تفصیل صاحب کتاب  
 الروافضیہ سے ملتی ہے۔

فتح عرفہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں عیسائیوں نے نور الدین محمود کو

اندر ونی معاملات ملکی بن مصروف دیکھ کر مسلمانان تجارت کی دو کشتیان لازقیہ کے قریب گرفتار کر لیں جو مصر سے شام کو جا رہی تھیں اور مسلمانوں کو قید کر دیا حالانکہ ان دونوں ان سے اور سلطان نوزالدین سے مصالحت تھی لیکن عیسائی امرائے اپنی عادت قدیم کے موافق موقع پا کر بدعہدی کی سلطان نوزالدین نے قطع حجت کیلئے کشتیوں کے واپس کرنے کو کہا عیسائیوں نے حیلہ و حوالہ سے ٹال دیا تو نوزالدین محمود نے برہم ہو کر عساکر شام و موصل و جزیرہ کو جمع کیا اور اس کے چند حصے کئے ایک حصہ کو انطاکیہ کے طرف روانہ کیا اور ایک حصہ کو طرابلس کے جانب بھیجا اور ایک حصہ کو قلعہ صافیتا و عریمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود ایک دستہ فوج لئے ہوئے ریفنہ کو دیران و خراب کرتے ہوئے قلعہ عرقہ پر جا پہنچا اور اُسکا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ہر موقع سے مخفیین نصب کر دیں اور نہایت سختی سے لڑائی شروع کر دی اسلئے تنازعہ میں اس کے لشکر کا وہ حصہ جو قلعہ صافیتا و عریمہ کی طرف گیا تھا اسکو فتح کر کے مال غنیمت لئے ہوئے آہو پچا اور سلطان نوزالدین کے ساتھ ہو کر قلعہ عرقہ کے فتح کرنے میں مشغول ہو گیا چار روز کے بعد حصہ عیسائی اپنی جان اور مال پر جس قدر وہ اوٹھا سکیں امن لیکر نکل گئے اور قلعہ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا سلطان محمود نے اس کامیابی کے بعد ایک ہفتہ تک عرقہ میں قیام کیا بعد ازاں یہاں سے کوچ کر کے قتل و غارت و دیران کرتا ہوا طرابلس کے قریب جا پہنچا عیسائیوں نے دود و طرف سے لڑائی چھیڑی ہوئی دیکھ کر پیام صلح بھیجا شروع کیا تا آنکہ ان سلاطین کا تب نے کہا ہے کہ چونکہ صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ جو کشتی ڈوب جائے یا ایسی اور کشتیاں جو ڈوبنے کے قریب ہو تو اسکو عیسائی لیلینگے اسوجہ سے نوزالدین کے جواب میں عیسائیوں نے کہا تھا کہ کشتیان نیچے سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور انہیں بانی بہر آیا تھا لیکن نوزالدین انکے مخالفہ کو مارا گیا اور لشکر کو جمع کر کے حملہ کر دیا۔

دو دنوں کشتیوں کی موہ ان کے مال و اسباب کے واپس کرنے پر پہر مصالحت ہو گئی اور ایک جدید عہد نامہ لکھا گیا جس پر فریقین کے وکلاء نے دستخط کئے اور بغرض اعلان مقامات مشہورہ پر چسپان کر دیا گیا۔

**نور الدین اور صلاح الدین** اسی سنہ میں نور الدین محمود کا صلاح الدین یوسف سے ناراض ہونے کا واقعہ ضرور گزر رہا ہے عمار کا تب اسکی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نور الدین نے صلاح الدین کو کرک و شوبک پر مصر کے طرف سے فوج جمع کر کے حملہ کرنے کو لکھا تھا اور خود دوسرے طرف سے حملہ کرنے کو تیار ہو رہا تھا۔ چنانچہ صلاح الدین نے پہلے تو اپنی آمادگی ظاہر کی لیکن اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ صلاح الدین مصر سے بقصد کر نکل کر نصف ربیع الاول کو پہر واپس آیا اور ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیجا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ صلاح الدین کا یہ معذرت نامہ نور الدین کے پاس اُس وقت پہونچا ہے جبکہ وہ کرک تک پہونچ گیا تھا نور الدین کو اس سے سخت صدمہ ہوا اور اسی وجہ سے اس نے بعض مورخین کے قول کے مطابق مصر کے لیلینے اور صلاح الدین کے مغزول کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور شاید اسی وجہ سے وہ فوجیں بھی مجتمع کر رہا تھا لیکن میرے نزدیک نور الدین محمود کا عساکر کو مرتب اور جمع کرنا مصر کے خیال سے نہ تھا بلکہ اس کے دماغ میں بیت المقدس کی فتح کی ہوا سمائی ہوئی تھی اور اس نے اسی غرض سے مصر پر قبضہ حاصل کر کے اسکو اپنے مالک محروسہ میں داخل کر لیا تھا اور رفتہ رفتہ کل ہلاد پر جو فتح بیت المقدس میں روک ٹوک کر سکتے تھے قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بیت المقدس کیلئے ایک نمبر حلب و دمشق کے نامی نامی صناعوں کی ہزار دینار خرچ کر کے بنوایا تھا جسکو اس کے ہونہار نائب صلاح الدین نے بعد فتح بیت المقدس حلب سے منگو کر بیت المقدس میں کہوایا اور اس کے تمام عمر کی آرزو و سطح پوری کی اور اسکی محنتوں اور

کوششوں کی یون داد دی اور بغرض تقدیر اگر واقعہ بالاسے نور الدین کو صلاح الدین سے ناراضی یا کشیدگی کا موقع مل گیا تھا یا اس نے اپنے دل میں صلاح الدین کو معزول کر کے مصر پر قبضہ کر لینے کا قصد کر لیا تھا تو یہی حق بجانب تھا اور یہ خیال قائم کر لینا اس کا ایک منصبی فرض تھا وہ مالک اسلامیہ کی توسیع اور بیت المقدس کی فتح اور عیسائیوں کو ساحل و شام سے نکال دینے پر جان دے رہا تھا صلاح الدین اس کا ساتھ پر دستہ اور اس کے آغوشِ رحمت کا پروردہ تھا اگر دشوبک پر حملہ کرنے کا اقرار کر کے اور اس قصد سے مصر سے نکل کے پہر واپس چلے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی گو سکی واپسی کسی خیال سے ہو لیکن نور الدین کو اس موقع پر بدگمان یا ناراض ہونے کی اجازت ہو سکتی ہے اور اس کی ناراضی ایک حد تک بجا تھی پہر جب یہ خبر مصر میں پہنچی تو صلاح الدین نے اپنے اراکین و دولت کو جمع کر کے بیان کیا کہ نور الدین محمود مصر پر قبضہ کرینو الہی ہے ہکو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ”کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تھے صلاح الدین کا بہتجا تقی الدین عمر بول اوٹھا کہ اگر نور الدین نے مصر کے طرف رخ کیا تو ہم اس سے مقابلہ کریں گے اور اس کو بوز و شمشیر مصر میں نہ گھسنے دیں گے“ اس رکے صلاح الدین کے اور اعزہ و اقارب نے بھی اتفاق ظاہر کیا لیکن نجم الدین ایوب (صلاح الدین کا باپ) اوٹھ کھڑا ہوا اور تقی الدین عمر کو سخت ملامت کی اور اس کی رائے کی تائید کرنے والوں کو بہلا بڑا کہا اور صلاح الدین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”میں تیرا باپ ہوں اور یہ شہاب الدین تیرا مومن ہے کیا تو یہہ جانتا ہے کہ یہہ سب تیرے دوست ہیں اور تیری ویسا ہی بہلائی چاہتے ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں بخدا لازماً ہلوگ اگر نور الدین کو آتے ہوئے دیکھیں گے تو پیادہ پا ہو کر اس کی زمین بوسی کریں گے کیونکہ اس کے مقابلہ کی مجال نہ ہوگی وہ ہمارا بادشاہ ہے ہم اس کے خدام ہیں اگر وہ ہم سے تیرا سر ملنے لگا تو ہم ایک لمحہ بھی تامل نہ کریں گے فوراً تیرا سر کاٹ کر اس کے

پاس بھیج دینگے پس جب ہمارا یہ خیال ہے تو اور ونیر تو کیا بہرہ رسد کرتا ہے یہ جتنے تیرے  
 رؤسا و امراء لشکر اس وقت بلکے ترچے دکھائی دیتے ہیں نور الدین کو دیکھ کر ایک  
 بھی زمین پر نہ بیٹھے رہیں گے سب کے سب اسکو دیکھتے ہی اس کے پاؤں پر گر پڑیں گے  
 یہ کل بلاد اسی کے ہیں اسی نے تم کو یہاں مقرر کیا ہے اگر وہ تجھے معزول کیا جاتا ہے  
 تو فوج کشی کی تکلیف کی کیا ضرورت ہے وہ ایک حکم بھیج دے تو فوراً جسکو وہ کہے  
 سسر پر در کے اسکی خدمت میں چلا جاوہ ہم سب کا آقہ ہے اور ہم غلام ہیں اس  
 تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا جب سب لوگ چلے گئے تو نجم الدین ایوب نے  
 صلاح الدین سے کہا سر مجلس نور الدین کی مخالفت کرنا بہت حماقت کی بات  
 ہے تو اس کے مزاج سے واقف نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو پہچانتا ہے اگر  
 لوگ تیری مخالفت کا حال لکھتے ہیں تو نور الدین بڑھک دھٹتا اور وہ کل کاموں کو  
 چھوڑ کر تیرے پیچھے پڑ جاتا اب یہ لوگ ہماری تابعداری و اطاعت کی کیفیت  
 تحریر کریں گے تو وہ راضی ہو جائیگا بہتر ہو گا کہ تو خود اس مضمون کی غرضت  
 نور الدین محمود کے پاس لکھ کر روانہ کر دے چنانچہ صلاح الدین نے ایسا ہی کیا  
 نور الدین محمود کا دل اس سے صاف ہو گیا وہ ناراضی جو کرک پر حملہ نہ کرنے سے  
 پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور صلاح الدین نے یہی جب تک نور الدین زندہ رہا  
 اسکی اطاعت و فرمانبرداری سے قدم باہر نہ نکالا اور اس حد تک اس کے حکم  
 کی تعمیل کی کہ اس کے مرنے کے بعد بیت المقدس کو فتح کر کے اس کے دل اور  
 آنکھوں کو ہٹا دیا اور اسکی حالت حیات میں بھی اپنے فتوحات کو برابر برساتا  
 اور عیسائیوں کے پر جوش آتش جنگ کو اپنے آبِ تیغ سے سرد کرتا رہا جبکہ بیان کر نیکا  
 بہر محل نہیں ہے۔

لے میں نے اس کے فتوحات و غزوات کو تفصیل کے ساتھ خود اسکی سوانح عمری میں بیان کر دیا ہے

# کبوتر ونچی ڈاک

چونکہ نورالدین محمود کی حکومت ایران کے مشرق سے لوبہ کی سرحد تک پہنچی ہوئی تھی مصر اور شام کے بندرگاہ جو بحر روم کے شرقی و جنوبی ساحل پر واقع تھے ان سب پر اسی کے پہرے کامیابی کے ہوا میں اُڑ رہے تھے اور ان ممالک میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور ان پر آئے دن سلاطین یورپ کی فوجیں اور مذہبی لڑائی لڑنے والے حملہ آور ہوتے تھے اور نورالدین محمود کے ممالک محروسہ میں قتل و غارت کا سیلاب بہا کر چلے جاتے تھے اس سے پہلے کہ ان کے حملہ کی خبر ہو اور ان کی مدافعت کے لئے سرحد پر فوج کشی کی جائے اسی وجہ سے ۶۷۴ھ مذکور میں سلاطین اسلام میں شاید سب سے پہلے اس نے کبوتر ون کے ذریعہ سے خبر رسانی کا انتظام کیا جو موصل میں مناسیب کے نام سے مشہور ہیں اور اس طریقہ سے اپنے وسیع قلمرو کو عیسائی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ اس نے اپنے تمام ممالک محروسہ میں جا بجا چوکیاں مقرر کر دیں تھیں اور کبوتر ون کے اوترنے کے لئے اونچے اونچے منارہ بنادئے تھے اخبار نویس کو حکم تھا کہ جب کوئی غنیمت حملہ آور ہو یا کوئی ضروری واہم واقعہ پیش آئے تو فوراً ایک کاغذ پر اُس کو لکھ کر کبوتر کے بازو میں باندھ کر کتور چھوڑ دے کبوتر نہایت تیزی سے اُڑتا ہوا سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا اور اس چوکی کا نگہبان اُس کے بازو سے کاغذ کا پرزہ کھینچ لے کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ نہایت سرعت سے نورالدین محمود تک جہاں پر ہوتا خیر پہنچ جاتی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ غنیمت اس کے کسی قلعہ یا بندرگاہ پر حملہ آور نورالدین محمود کی فوج جو مقام حملہ سے قریب ہوتی تھی اسکا حکم یا کرمف بلا پر پہنچ جاتی تھی اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ حالت غفلت میں غنیمت پر حملہ کر کے اس کو ہٹا کر دیتی تھی۔ اس عجیب و غریب تار برقی کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ نورالدین کے



تمام ممالک محروسہ عیسائی مجاہدین کے دستبرد سے محفوظ ہو گئے اور عام و خاص کے  
 دلوں پر اس کی حکومت و سیاست کا سکہ بیٹھ گیا اسکا دستور تھا کہ جب کبوتر فضا میں  
 سے محل شاہی یا اس کے کیمپ کے منارہ پر اورتا تھا فوراً یہ خود اپنے ہاتھ سے  
 خبر کے کاغذ کو کہولتا اور پڑھتا تھا اس قاعدہ کی پابندی اس مدت تک کیجاتی  
 ہتی کہ اگر اس کے سامنے خاصہ چنا ہوتا یا یہ بستر خواب پر ہوتا تھا تو یہی اسکو  
 اطلاع دیتی ہتی سوکراوٹھنے یا کہا نا کہالینے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا جس الماحصرہ  
 میں لکھا ہے کہ خبر ایک خاص قسم کے کاغذ پر لکھی جاتی ہتی جو درقی الطیر کے نام  
 مشہور ہوتا اور یہ پانی سے بھیگتا و خراب نہوتا تھا خبر لکھنے میں اختصار کا بہت  
 لحاظ ہوتا تھا کاغذ میں حاشیہ نہ چھوڑا جاتا تھا عام طور سے خبر کے اول میں بسم اللہ  
 نہ لکھتے تھے صرف اوس کے ہندسہ لکھنے پر اکتفا کرتے تھے اور آخر میں تفاؤلاً و احساناً  
 و نعم الوکیل ضرور لکھ دیتے مخاطب کے لئے لمبے چوڑے القاب و ترقی فی الفاظ  
 نہیں لکھتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خبر طویل ہونے کی وجہ سے دو دو کبوتر ایک ساتھ  
 چھوڑے جلتے تھے اور ایک کا دوسرے میں حوالہ دیا جاتا تھا۔ قاضی محی الدین  
 ابن عبد الظاہر نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں کبوتروں کے حال و خیال  
 و نسب اور پیام نویسی اور اون کے ذریعہ خبر پہنچنے کے طریقے اور اون کے متعلق  
 بہت سے دلچسپ واقعات تحریر کئے ہیں قاضی فاضل نے نامہ بر کبوتروں کو  
 ملائکہ الملوک۔ انبیاء الطیر کے لقب سے ملقب کیا ہے اور عماد کاتب نے اپنی  
 تصنیفات میں انکی بہت بڑی تعریف لکھی ہے۔

نور الدین محمود کی یہ قابل قدر ایجاد اور ایک کارآمد یادگار مشروم  
 میں تقریباً دو سو برس تک جاری و قایم رہی ابن فضل اللہ دمشقی نے جو خلیفہ  
 حاکم باغداد کے دربار خلافت میں تھا اور جس نے ۹۰۴ھ میں انتقال کیا ہے

التعریف بالمصطلح اشرف میں تحریر کیا ہے کہ اگرچہ میرے زمانہ میں جنوبی مصر اور ملک لبنیہ کے سرحد پر قوس واسوان و عیداب تک کبوتروں کی ڈاک بند ہو گئی ہے جو اس پہلے جاری تھی لیکن شام و مصر میں اس وقت تک ان بہولی صورت ولے مگر ہوشیار اور وفادار نامہ بردوں کی ڈاک جاری ہے اور ان کے ڈاک کی بہت سی منزلیں آباد ہیں اس کے بعد اس نے اپنے زمانہ کے بلاد مصر شام کی موجودہ منزلیں گنوائی ہیں جنکو ہم ماخن فیہ سے خارج سمجھ کر کہیں ذکر کرتے۔

**عیسائیوں کی پیشقدمی** عمارد کاتب لکھتا ہے کہ ۵۶۷ء (۱۱۷۲ھ) میں عیسائیوں نے پیر چہر چہار شروع کی روم کا شاہزادہ ایک فوج کثیر لے ہوئے رواد (اطراف حوران) پر قتل و غارت کرتا ہوا قریہ مسکین میں آؤترا لوزالدین محمود اندلون کسوہ میں تھا اس نے یہہ سنکر فوراً اپنی فوج کو مرتب کر کے اس کے مقابلہ پر بڑھنے کا حکم دیا عیسائی سردار اس کے کوچ کی خبر سنکر مسکین سے فوار کے طرف گیا پھر جب وہاں پہنچا اسکی خالی طبیعت نے قدم جما کر لڑنے کی اجازت نہ دی تو سواد ہوتا ہوا شمال میں جا پہنچا اور نورالدین محمود نے اس کے چلے جانے سے عشرت میں ڈیرہ ڈال دیا اور اس مقام سے چند دستہ فوج اطراف طبرہ کی طرف روانہ کئے جنہوں نے بحالت غفلت اطراف طبرہ پر بشخون مارا اور وہاں بہت مال غنیمت لیکر واپس ہوئے انشاء راہ میں مقام خاصہ پر انہیں عیسائی مجاہدین سے ٹکرا ہوا گئی جسکی جلو گری کو خود سلطان آیا ہوا تھا چہرہ نہ کامل لڑائی ہوئی رہی جب عیسائیوں نے اپنے کو ان سے عہدہ براہو تا نہ دیکھا تب مجبور ہو کر عساکر اسلامیہ کے نکل جانے کا رستہ دیدیا۔ نورالدین محمود اس دستہ فوج کے واپس آئے بعد عشرت اسے زرا میں چلا آیا عمارد کاتب لکھتا ہے کہ میں اس واقعہ میں سلطان نورالدین محمود کے ہمراہ کاب تھا اس نے مجھ سے اس واقعہ کے نظم کرنے کو کہا پس

میں نے فی البدیہہ ایک قصیدہ پڑھ دیا جس میں اس واقعہ کا تفصیلی ماجرا اور اون  
 امراء کا بھی ذکر ہے جو نور الدین کے ہمراہ تھے صاحب کتاب الروضتین نے اس قصیدہ  
 کی چند بیتیں لکھی ہیں جس کا مطلع یہ ہے۔

عقدت بنصرک رایۃ الایمان (تیرے مدد سے لو اے ایمان کھڑا ہو۔  
 و بدت بعصرک آیتہ الاحسان) (اور تیرے زمانہ سے احسان کی نشانی ظاہر ہوئی)

نور الدین محمود کی یہ عادت تھی کہ وہ ہمیشہ عیسائی سلطانین  
 قلیج ارسلان

اور اسے دست بدست لڑتا رہتا تھا اور ان کے بوجہ ظلم  
 تمام شام کو کھٹکتا جاتا اور فتح بیت المقدس کا رستہ صاف کرتا جاتا تھا۔ اسلامی  
 حکومتوں پر بھی اس نے بلا ضرورت فوج کشی نہیں کی اور نہ اس نے اسکو پسند کیا ہے  
 کہ مسلمانوں کے قبضہ سے ملک کو نکال کر اپنے فتوحات کا دائرہ وسیع کیا جائے مگر

ایسی حالتیں جبکہ اسپر عیسائیوں کے استیلا کا اندیشہ ہوتا جیسا کہ قبضہ مصر و دمشق  
 کے واقعات تحریر کئے گئے یا امراء اسلام عیسائیوں سے جنگ کرنے میں تاخیر کرتے  
 اور ان کے بلا داس کے سلسلہ فتوحات کے سد راہ ہوتے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ

۵۶۸ھ (مطابق ۱۱۷۲ء) میں نور الدین نے مقبوضات ملک عز الدین قلیج ارسلان  
 بن مسعود بن قلیج ارسلان لجوتی کی طرف توجہ کیا اسوجہ سے کہ قلیج ارسلان ذوالنون

بن دانشمند والی ملطیہ و سیواس وغیرہ سے جبراً اس کے مقبوضات کو چھین کر اسکو  
 نکال دیا تھا ذوالنون نور الدین محمود کے پاس قلیج ارسلان کے ظلم و زیادتی کی شکایت

دفریاد لیگیا نور الدین محمود نے اسکو اپنے ظل عنایت میں پناہ دیا۔ نہایت عزت  
 و احترام سے پھیرایا اور قلیج ارسلان سے ذوالنون کے بلا دواپس کر دینے کے

بابت تحریک و سفارش کی لیکن قلیج ارسلان نے بجائے واپس کرنے کے نور الدین  
 محمود کے خط کا جواب تک نہ دیا۔ اس کے قاصد کو بلا کسی جواب کے کمال بے توقیری

واپس کیا جس سے اسکا جوش تقاضا ہو چکا اور وہ ذوالنون کو ہمراہ لئے ہوئے  
 قلیج ارسلان کی طرف بڑھا۔ کیسوں۔ بہنسی۔ مرعش۔ مرزبان فتح کرتا ہوا اس  
 کے سرحد پر پہونچ کر اپنا پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے لشکر کے ایک حصہ کو سیواس پر  
 قبضہ کرنے کو روانہ کیا جس نے نہایت آسانی سے اُس پر بھی قبضہ کر لیا اور جو قلعہ  
 ان بلاد کے مابین واقع تھے ان کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ قلیج ارسلان گہر کر  
 اطراف سیواس سے وسط شام میں چلا گیا اور وہاں سے ایک درخواست  
 مستضمن معافی تقصیر و مصاحبت نورالدین محمود کے خدمت میں پہنچی نورالدین  
 محمود نے جو اب اس کے چند شرائط پیش کئے انرا بخلہ ایک شرط یہ تھی کہ تو میرے  
 قاصد کے سامنے تجدید اسلام کرتا کہ میں تجھ کو تیرے مقبوضات پر بدستور قائم  
 رکھوں کیونکہ تو میرے نزدیک مومن نہیں ہے تیرا اعتقاد و مذہب فلسفیانہ  
 ہے اور تو کوئی مرتبہ متہم بالزندقہ ہو چکا ہے دوسرے یہ تھی کہ جب میں جہاد  
 کے لئے تیری فوج طلب کروں تو تو بلا تاخیر بھیج دیا کرے تو نے اکثر بلاد اسلام  
 مسلمانوں کو دبا دبا کر قبضہ کر لیا ہے اور عیسائیوں سے صلح کر کے ان پر  
 جہاد کرنا چھوڑ دیا ہے پس تو اپنی فوج میرے پاس بھیج دیا کہ میں عیسائیوں  
 سے مجاہدہ کروں یا تو خود ان عیسائیوں پر جہاد کرتا رہ تو تیرے سرحد پر  
 میں تیرے یہہ بھی کہ ذوالنون دانشمند کے جو بلاد تیرے قبضہ میں ہیں  
 سہ اس کے محاصل کے واپس کر۔ قلیج ارسلان نے ان سب شرائط کو منظور کر کے  
 باہم مصاحبت ہو گئی نورالدین محمود نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو خراسان  
 کے ساتھ ذوالنون کے پاس سیواس میں چھوڑا اور خود دمشق کے طرف  
 واپس آیا اور مذہب شافعیہ کے ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد ڈالی فقہیہ  
 قطب الدین نیشاپوری کو مدرسہ حلب کا مدرس اعلیٰ مقرر کیا۔ عماد کا تب

نورالدین

محمود (۱) کا فرمانبردار (۱)

کہتا ہے کہ اسی زمانہ میں ملج بن لاؤن سپہ سالار بلاد ارمن رومیوں کے بین نامی  
 نامی افسر کو مکومہ مال غنمت لئے ہوئے نور الدین کے خدمت میں آیا اس نے  
 قاضی کمال الدین شہر زوری کو قیدیوں اور تحائف کے ساتھ دربار خلافت  
 میں روانہ کیا اور ایک عرضداشت اپنے قلم خاص سے لکھی جس کے آخری فقرہ پر کا  
 یہ مضمون تھا۔ ”میں اللہ تعالیٰ سے اس امر کی توفیق چاہتا ہوں کہ میرا مقصد  
 پہنچا دے اور مسجد قصبی کے پرلوز صحن کو صلیب پوجنے والوں سے پاک کر دے  
 اور فتح بیت المقدس کو میرے فتوحات کا دروازہ اور اسکو میرے کل جدو  
 آخری نتیجہ بنائے اور کل بلاد ساحل سے عیسائیوں کو نکال کر مسلمانوں کے قبضہ  
 میں دیدے“ عہد نے اس عرضداشت کے ساتھ ایک قصیدہ خلیفہ بغداد کے  
 پاس بھیجا تھا اور ایک نور الدین محمود کی مدح میں لکھا تھا ابن اثیر نے لکھا ہے  
 کہ نور الدین محمود نے اس عرضداشت میں صریفین و درب ہرون اپنے  
 قدیمی جاگیر واپس ملنے کی درخواست کی تھی اور کچھ زمین شططہ جلعہ پر مدرسہ  
 شافعیہ بنوانے کے لئے مانگا تھا۔

ان واقعات کے بعد شمس الدولہ نورانشاہ (صلاح الدین کے بڑے  
 بہائی) نے نوبہ وین کو فتح کیا مسجد وین میں ممبر وینر خلیفہ کے نام کے ساتھ نور الدین  
 محمود کا نام پڑھا گیا اسی کے نام کا سکہ تمام ممالک مقبوضہ صلاح الدین میں رائج ہوا  
 صلاح الدین کو وزارت بصرہ پیشکش ہوئے اس وقت تک تقریباً پانچ برس  
 سے کچھ زاید ہو چکے تھے اور اس نے دربار نوریہ میں سوکھایا و تحائف کے  
 کوئی باضابطہ حساب کتاب مرتب کر کے نہیں بھیجا لیکن نور الدین محمود کو یہ کب  
 گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ انتظامات اندرونی ملکی سے غافل ہو کر عیش آرام میں  
 خود پسند امر کو بطرح مہنک جو جاتا اور اپنے امراء اور گورنروں کے حساب کتاب

طلب نہ کرتا یا اسکے نگرانی میں کسی قسم کی کوتاہی کرتا وہ اپنی زندگی کے پورے حصہ کو عام رعایا اور مسلمانوں کی اصلاح میں صرف کر رہا تھا۔ اس نے ۵۶۹ھ میں موفق بن قیسرانی کو اپنا ایک خط خاص دیکر صلاح الدین کے پاس مصر کی طرف روانہ کیا اور اس سے بیچ سالہ حساب طلب کیا۔ صلاح الدین نے حساب تیار رکئے جانے کا حکم دیا اور بعد تیار ہونے کے ابن قیسرانی کو تفصیل لشکر کی تعداد، انکی تنخواہیں، امراء و عمال کی جاگیریں، محاصل ملک و مصارف مساجد و مدارس و اوقاف کی جدا جدا فہرستیں مرتب کر کے سمجھایا اور بہت سے قیمتی قیمتی تحائف و ہدایا دیکر رخصت کیا جسکی فہرست صاحب کتاب الفوتیین اور ابن ابی طے نے لکھی ہے مگر اتفاق سے یہ چیزیں نور الدین تک نہ پہنچنے لگیں، بہتین کہ اسکا انتقال ہو گیا اسکا سب سے آخری انتظام یہی رہا اسی پر اسکا خاتمہ ہوا۔

**انتقال** عماد کا تب نے لکھا ہے کہ عید الفطر ۵۶۹ھ م کو نور الدین محمود نے حسب عادت قدیم غسل کیا۔ کپڑے بدلے مستحقین کو صدقات و خیرات دیکر صبح و سالم اپنی تحفظ فوج کو لئے ہوئے میدان قبلیٰ اخضر میں نماز پڑھنے کو گئے، قاضی شمس الدین محمد بن المقدم قاضی عساکر لوریہ نے نماز پڑھائی خطبہ پڑھا عید دوسرے دن (یومِ دو شنبہ) اپنے افرار کے ساتھ سوار ہو کر میدان اخضر میں گیا، تھوڑی دیر تک چوگان کھیلتا رہا باقون باقون امیر شہام الدین مودود سبیل پور طلب کیا ”یہ معلوم نہیں ہے کہ آج کی طرح سال آئینہ بھی ہلوگس میدان میں جمع ہون گے یا نہیں؟“ نور الدین نے مسکرا کر جواب دیا ”سال بہر کی عید بہت بڑی ہوتی ہے یہ نہ کہو کہ بعد ایک مہینہ کے یہاں ہم سب لوگ مجتمع ہو سکیں گے یا نہیں؟“ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ اس گزٹلو کے ایک مہینہ کے اندر

نور الدین کا اور ایک سال کے اندر امیر ہمام الدین کا انتقال ہو گیا۔ قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ نور الدین محمود کا انتقال بعارضہ خناق ہوا ہے جبہ سے ایک مشقی طبیب نے بیان کیا ہے کہ مجھ کو نور الدین نے اپنے مرض الموت میں اور اطباء کے ساتھ بلوایا تھا وہ قلعہ دمشق میں ایک نہایت چھوٹے سے کمرے میں تھا اور مرض اس کا قریب بھلاکت پہنچ گیا تھا آواز اس درجہ ہست ہو گئی تھی کہ بدقت سنی جاتی تھی ہم نے نور الدین سے بھرتگی و تاریکی۔ مکان تبدیل کر لیا لیکن سہارن کہنے پر وہ متوجہ نہ ہوا پھر ہم نے علاج شروع کیا اور باتفاق اطباء ذمہ لینے کو کہا اسپر نور الدین نے کسی قدر رش رو ہو کر کہا ”ساتھ برس کی عمر والے کو فصد نہ دینا چاہئے“ ہملوگ یہ سن کر خاموش ہو گئے علاج جون جون ہوتا جاتا تھا مرض بڑھا جاتا تھا تا آنکہ گیارہویں شوال ۶۹۵ھ (مطابق ۱۲۷۶ء) کو اسکی پاک روح قالب عنصری سے پرواز کر کے بہشت برین میں پہنچ گئی اور ہم اپنے شروع کئے ہوئے کام کو ایک حد تک پہنچا کر دنیا فانی سے عالم جاودانی چلا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے مرتکدان دنیا و اسلام قیامت کے دن سے کم نہ تھا شام۔ مصر۔ بغداد اور کل اسلامی بلاد میں اس کے بے توقع موت سے ایک ماتم بپا ہو گیا جو تھا وہ بدحواس تھا تمام خلقت اربعین مار مار کر رو رہی تھی مسلمانوں کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو رہی تھی سلطان صلاح الدین اور خلیفہ بغداد نے توفیق کے خطوط لکھے تا سفت ظاہر کیا شعراء نے بڑے بڑے مرثیے لکھے از اجماع عباد کا تھا جس نے چار سو بیٹوں کے دوسرے لکھے تھے جنہیں سے یہ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

لَفَقْدَ الْمَلِكِ الْعَاضِدِ بْنِ الْمَلِكِ وَالْعَلَّامِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ كَيْفَ  
 الْمَلِكِ أَوْرَعْدِ الْمُرُورِ مَا هِيَ

وقد اظلمت الافاق لا تفسر ولا تطل  
تمام عالم میں مصیبت پھیل گئی ہے نہ  
تو آفتاب ہے اور نہ سایہ ہے۔

وما غاب نور الذی بعنا اظلم الحفل  
اور جب نور الدین ہم میں آدھہ گیا  
تو محفل تاریک ہو گئی۔

وزال الخضر والخیر وزاد الشر والحل  
اور تازگی اور نیکی زایل ہو گئی اور  
شر و قحط بڑھ گیا۔

ومات الباس والجود وعاشر الیاس  
آلامی اور بخشش مر گئی اور ناامیدی  
و الجمل زندہ ہو گئے۔

وعز النقص لما هان اهل الفضل  
نقص بڑھ گیا جب اہل فضل اور  
والفضل فضل کی موت آگئی۔

وهل یفقد ذوالعلم اذا ناق <sup>الحصل</sup>  
اور اہل علم کیا کر سکتے ہیں جب کاشور  
بڑھ گیا ہے۔

وما کان لنور الدین یوکل الخلد مثل  
اور نور الدین کا نام نہ تھا تا اگر اس کے مثل  
اسکی اولاد نہ ہوئی۔

نور الدین محمود کے انتقال کے بعد اسکا لڑکا الملک الصالح اسماعیل گیارہ برس کی  
عمر میں با اتفاق آراء اراکین دولت نوریہ تخت نشین کیا گیا دمشق میں جسقدر  
امراء و سردار تھے سبھوں نے اسکی سلطنت و حکومت پر بیعت کی کل بلاد شام  
نے اسکی اطاعت قبول کی صلاح الدین نے مصر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا  
اور بجائے نور الدین کے اسکا نام سکھ پر مضروب ہوا امیر شمس الدین محمد بن  
المقدم اسکا وزیر اعظم مقرر کیا گیا لیکن اسکی حکومت کا زمانہ امراء و دولت نوریہ  
خود غرضیوں کے وجہ سے نہایت اجتری کی صورت میں رہا اور آخر کار ۷۳۵ھ میں



تقریباً آٹھ برس حکومت کے بعد جرمہ فوج انتقال کر گیا اسکے انتقال سے خاندان نور کا چراغ گل ہو گیا دولت و حکومت اس خاندان سے منقرض ہو گئی ملک کا بہت زیادہ حصہ اس کے حالات حیات میں اور جو کچھ باقی تھا وہ اس کے انتقال کے بعد سلطان صلاح الدین یوسف کے قبضہ میں جا رہا یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں ہے ذلک فضل اللہ بوبیتہ من بلساء واللہ ذو الفضل العظیم۔

## سلطان نور الدین محمود کے خصائص و محاسن

سلطان نور الدین محمود انارالد برہانہ کے اوصاف حمیدہ و خصایل پسندیدہ جن سے اسکو دنیا و اسلام نے عزیز الوجود اور ایک عالم نے اس کے وجود باوجود کو رحمت الہی کا کرشمہ سمجھا شام - جزیرہ - مصر - یمن - مکہ - مدینہ بڑے بڑے ممالک میں اسکی ناموری و عظمت تسلیم کی گئی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا خلیفہ وقت نے اسکو عزت کی آنکھوں سے دیکھا دنیا پر نے اسکی بزرگی مان لی اس کے نام نامی کو الملک العادل کا مبارک لقب دلوا یا اور اسکو دنیا و فانی میں لافانی بنایا وہ اسکی بنظیر مردانگی - بی مثل شجاعت - عدیم المثال سخاوت - محدود النظیر عدلت تہی جسکا خیال کسی وقت کسی حالت میں اس کے ذہن عالی سے زایل نہ ہوتا تھا۔ یہ جب قدر آثار نبویہ کی متابعت - نماز و جماعت اور تلاوت قرآن کی مطہرت میں حریص دیکھائی دیتا ہے اس سے بدرجہا اسلام اور ملامیوں کی حمایت جہاد فی سبیل اللہ اور شوق شہادت میں سرگرم نظر آتا ہے علامہ ابوالحسن ابن اثیر تاریخ امام اناکلمہ میں تحریر کرتا ہے کہ میں نے ملوک متقدمین و متاخرین کی تواریخ دیکھی ہے مجھکو کوئی شخص بعد خلفاء راشدین و عمر بن العزیز کے

سے سلطان صلاح الدین یوسف کی سوانح عمری میں ہمہ ان واقعات کو تفصیل کیساتھ تحریر کیا ہے۔ (مؤلف)

الملک عادل نور الدین محمود سے بہتر و جامع مجموع اوصاف نہیں کہائی دیا اسکا  
 شب و روز عدل و انصاف میں گذرتا تھا جہاد و اعلا کلمۃ اللہ پر ہر وقت کمر بستہ  
 مظلومات کے دفع کرنے خلافت کو آرام پہنچانے پر تیار رہتا عوام و خواص کے ساتھ  
 احسان و سلوک کرنے کو ہر لحظہ آمادہ رہتا تھا یہ اگر کسی اور گروہ میں ہوتا تو عبت  
 فخر سمجھا جاتا اسکی عبادت۔ اسکا زہد۔ کہانے۔ پینے۔ پینے میں رزق حلال کا لحاظ  
 اس کے باخدا ہونے کی نہایت عادل و قوی شاہد ہیں۔ اپنے ذات و اہل و عیال  
 کے خرچ کو بیت المال سے ایک جہ نہیں لیتا تھا جو کچھ مال غنیمت سے اسکو حصہ تھا  
 اس سے دوکانیں۔ اراضی۔ مکانات خرید کر لیتا تھا اور اس کے محاصل سے اپنی اور  
 اپنے اہل و عیال کی بسر اوقات کرتا تھا اور اگر کبھی وہ محاصل اس کے مصارف کو کافی  
 نہ ہوتے توجب تک فقہاء فتوے نہ دیتے تھے ایک درم اور ایک دینار بیت المال سے  
 نہ لیتا تھا۔ مجاہد سے میرے ایک دوست نے دمشق میں بیان کیا ہے کہ رضیع خاتون  
 بنت معین الدین زوجہ نور الدین محمود نے ایک مرتبہ اس کے وزیر کے ذریعے سے کمی  
 نفقہ کی شکایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ جو نفقہ اسکو ملتا ہے وہ خرچ کے لئے کافی نہیں  
 کچھ تنخواہ اور بڑا دیجاوے نور الدین محمود یہ درخواست سُن کر برہم ہو گیا اسکی  
 آنکھیں سرخ ہو گئیں چہرہ کارنگ متغیر ہو گیا اور نہایت خشونت سے یہ جواب دیا  
 کہ میں کہاں سے لاکروں اسکو اسقدر تنخواہ میں بسر کرنا ہوگا بخدا کے لایزال  
 میں اسکی محبت یا اس کے کہنے سے اپنے پیٹ کو آتش و زرخ سے نہ بہرہ لگا اگر  
 اسکو یہ خیال پیدا ہو گیا ہو کہ نور الدین کے قبضہ میں بڑے بڑے ملک اور  
 اون کے خزانے ہیں تو اسکا یہ خیال خام ہے یہ خزانہ و مال عام مسلمانوں کا ہے  
 اور انہیں کے کاموں کے لئے جمع و مہیا کیا جاتا ہے دشمنانِ خدا کی لڑائی میں صرف  
 ہوتا ہے میں اسکا ایک خزانچی ہوں مجھے اس سپر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے میں

نیابت ہرگز نہ رون گا پہر ہتھوڑی دیر کے سکوت کے بعد کہا ”شہر حص میں میرے  
خاص ملک کی تین دو کائین ہیں میں نے اون کو اس سے پہلے کر دیا خواہ اسکو وہ فروخت  
کر ڈالے یا اس سے کرایہ پر چلائے۔“

ایک مرتبہ نور الدین خزانہ عامرہ میں جایزہ کے لئے داخل ہوئے ایک مال کے  
داخل کرنے کے نسبت دریافت کیا مہتمم خزانہ نے جواب دیا کہ ”کمال الدین قاضی القضاۃ  
نے اس مال کے داخل کرنے کا حکم دیا ہے“ نور الدین نے ہتھوڑی دیر کے غور کے بعد کہا  
اس مال کے مستحق نہ ہم ہیں اور نہ اس طریقہ سے بیت المال ہے مناسب یہ ہے  
کہ یہ مال صاحب مال کو دیدیا جائے“ مہتمم خزانہ نے اس مال کو قاضی کمال الدین کے  
پاس بھیج دیا قاضی کمال الدین نے اسکو پہر واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ اگر الملک العادل  
اس کے نسبت پہر دریافت فرمائے تو کہہ دینا کہ قاضی کمال الدین اسکا ذمہ دار ہے  
اوس نے اس مال کو داخل خوانہ کرایا ہے اتفاق سے جب دوبارہ نور الدین محمود  
خزانہ میں گئے تو پہر وہی مال نظر کے سامنے آگیا مہتمم خزانہ سے ترش رو ہو کر کہا کہ میں نے  
تمکو اس کے واپس کر دینے کا نہیں حکم دیا تھا مہتمم خزانہ نے عرض کیا حضور میں نے اسکو  
قاضی کمال الدین کے پاس صاحب مال کو واپس کر دینے کے لئے بھیج دیا تھا انہوں  
نے پہر ٹوٹا دیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اسکا ذمہ دار میں ہوں“ نور الدین محمود نے اس مال کو  
پہر قاضی کمال الدین کے پاس واپس کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ  
نور الدین محمود کی گردن کمزور سے قیامت میں اس بار کو نہ اٹھاسکے گی تنہا رہی  
گردن اگر مضبوط ہو اور اس بار کی تھلی ہو سکتی ہو تو اس مال کو تم اپنے پاس کہہ لو  
لیکن خزانہ عامرہ میں اسکو داخل نہ کرو اس خزانہ کا اصلی خزانچی میں ہوں ایسے مال کی  
گردن اور سی سے اپنی گردن پر قیامت کا بار نہ ٹون گا“ قاضی کمال الدین یہہ شکر  
خاموش ہو گیا اور مال صاحب مال کو واپس کر دیا گیا۔

اس نے اپنے تمام ممالک محروسہ بلاد شام و جزیرہ و موصل و دیار مصر میں کل  
 محصول و ٹیکس چنگی درآمد و برآمد معاف کر رکھا تھا جسکی تعداد لاکھوں کیا کروڑوں سے  
 متجاوز ہو جاتی تھی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے بازاروں کا ٹیکس، نہروں کا محصول،  
 مال کی درآمد و برآمد کی چنگی معاف کر دی تھی قاضی القضاۃ بہاء الدین نے لکھا ہے  
 کہ نور الدین محمود نے محصول و ٹیکس کے معاف کرنے کے بعد ایک خط دربار خلافت  
 میں روانہ کیا تھا اور اس میں کل معاف کردہ رقوم کو بالتفصیل لکھا تھا اور یہ  
 درخواست کی تھی کہ عظیمین اور خطباء مساجد اور مجالس عظیمین کو بیان کر دیں  
 رضی الدین ابوالسالم عبدالنعم بن المنذر نے بیان کیا ہے کہ جسوقت نور الدین محمود  
 بقصد شیرجاریا تھا اسوقت اس نے اس منشور کے لکھنے کا مجھے حکم دیا ہے  
 جس میں اس نے حلب دمشق و حمص حران و سجار و حریمہ و غرار و تل باشر وغیرہ  
 بڑے بڑے صوبہ جات کے ٹیکس معاف کئے تھے اور اس معاف شدہ ٹیکس کی  
 تعداد ان صوبہ جات میں اس تفصیل سے تھی۔ حلب میں پچاس ہزار دینار غرار میں  
 دس ہزار دینار تل باشر میں اکیس ہزار دینار حمص میں تین ہزار دینار دمشق  
 خاص میں تیس ہزار دینار حمص میں چوبیس ہزار دینار حران میں پانچ ہزار دینار  
 سنجار میں ایک ہزار دینار بحبہ میں دس ہزار عداد العرب میں س ہزار دینار  
 مصر میں پچتر ہزار دینار۔ صدقات اور خیر و خیرات میں دو لاکھ دینار صرف ہوتے  
 تھے منجملہ اس کے قیس ہزار دینار سالانہ مدارس حنفیہ و شافعیہ مالکیہ و حنبلیہ کی  
 درستی و مرمت اور طلباء علوم کی خوراک میں صرف ہوتا تھا اور باقی سرائین۔  
 خانقاہیں۔ شفا خانے۔ مسافریں۔ زائرین مقامات علیہ و فقر اور اولیاء اللہ  
 میں خرچ ہوتا تھا۔ لڑائیوں اور غزوات اور درستی شہر نیاہ میں جو کچھ صرف  
 ہوتا تھا وہ اس کے علاوہ ہے۔

نور الدین محمود کا فرمان

عدل و انصاف کو بچد دوست رکھتا تھا اس کے نزدیک عمومی ضعیف  
 امیر و غریب سب یکساں تھے مندرجہ مطہرہ کے احکام کی پابندی اس تعوی سے  
 کرتا تھا کہ دیکھنے والے دنگ ہو جاتے تھے ایک مرتبہ دمشق میں چوگان کھیل رہا تھا دوسرے  
 دو شخص نظر لگے جو ایک دوسرے کو اشارہ سے کچھ بتلا رہا تھا لیکن آگے بڑھنے کی  
 جرأت نہ ہوتی تھی نور الدین نے انکو قریب بلو کر دریافت کیا معلوم ہوا کہ ان میں  
 سے ایک قاضی کمال الدین کا غلام ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے اسپر دعویٰ  
 دائر کیا ہے نور الدین محمود دیکھتے ہی چوگان چھوڑ کر قاضی کمال الدین کے  
 پاس مجلس عدل میں گیا اور مدعی کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنے دلائل پیش کئے مدعی کا  
 دعویٰ خارج ہو گیا نور الدین محمود نے قاضی کمال الدین اور ان لوگوں سے خطاب  
 ہو کر کہا جو اس وقت موجود ہے تم لوگوں نے دیکھا کہ اسکا دعویٰ میرے مقابلہ  
 میں نہ چلا میں پہلے سے یہہ جانتا تھا کہ دعویٰ اسکا باطل ہے لیکن محض اسوجہ  
 چلا آیا کہ کسی کو یہہ خیال نہ پیدا ہو کہ نور الدین محمود نے اسپر ظلم کیا ہے اور جس امر پر  
 منازعت ہوئی ہے اس میں حق بجانب مدعی ہے مگر اب تملوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنی  
 طرف سے شے متنازعہ اسکو دیدیا اب اسکا مالک یہہ شخص ہے وہ شے متنازعہ میری  
 نہیں ہے ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک اور واقعہ ایسا ہی حلب میں پیش آیا تھا لیکن فرق  
 اس قدر ہے کہ اس نے پہلے ایک وکیل کو قاضی کے پاس بھیجا تھا بعد ازاں جب حلف  
 لینے کی نوبت آئی تو خود قاضی کے پاس آیا اور بعد مقدمہ فیصلہ ہو جانیکے شے متنازعہ  
 مدعی کو سپرد کر دیا تاریخ گیر میں یہہ واقعات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔  
 اس کے ایوان عدالت کے دروازہ پر دربان و حاجب نہیں رہتے تھے  
 مظلوم و بکیس کی فریاد اور شکایتیں خود سنتا تھا اور نہایت غور و فکر سے انصاف  
 کرتا تھا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے سلاطین اہل امین نور الدین محمود نے

انفصال مقدمات کے لئے دارالکشف بنوایا اور اس کو دارالعدل سے موسوم کیا  
 ہفتہ میں دو بار اجلاس کرتا تھا بڑے بڑے فقیہہ - محدث - قضاۃ حاضر رہتے تھے  
 مقدمات کے واقعات اور فریقین کے دلائل خود سنتا اور خود اس کو فیصلہ  
 کرتا تھا سفر و حضر میں ان دنوں کی ہمیشہ پابندی کرتا تھا اسد الدین مشیر کو  
 اس کے معزز امیروں میں سے تھا دارالعدل کے بننے کے بعد اس نے اپنے منقحان  
 و امراء سے کہا کہ آج سے اگر تم میں سے کسی کا مقدمہ نور الدین محمود کے سامنے  
 پیش ہوا تو یاد رکھنا کہ میں ایسی سخت سزا دوں گا کہ تلوگ تحمل نہ کر سکو گے تلوگ  
 جانتے ہو یہ دارالعدل محض تم ہی لوگوں کے سبب سے بنا ہے کیونکہ تلوگ کو جس کے  
 سوا اور کسی شخص پر کمال الدین کا فیصلہ قطعی نہیں سمجھا جاتا اگر مجھے تمہارا بدولت  
 دارالعدل میں جانا پڑا تو میں نہایت سختی سے پیش آؤں گا جاؤ جس جس سے تلوگ  
 کسی بابت منازعت ہو آپس میں فیصلہ کر لو اور اس کو جس طرح ہو سکے کچھ بے لا کر  
 راضی کرو" نور الدین محمود نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور حاضرین  
 سے مخاطب ہو کر کہا اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے امراء آپ ہی انصاف کر لیا کرتے  
 ہیں اس سے پیشتر کہ وہ ہمارے حضو پٹین آئیں - یہ واقعات اس کے عدل  
 اسکی نیاست کی ایک ایسی نظیر ہے کہ جسکی نظیر ڈھونڈنے سے بدقت ملیگی - ابن  
 اثیر نے لکھا ہے کہ ایوانِ مہر عدلت بنوانے کے باعث اسد الدین کے امراء ہو گئے  
 قاضی کمال الدین نے ان لوگوں کی شکایت کی تھی والد اعلم -

اس کے جتنے کام تھے وہ سب نیک نیتی پر مبنی تھے جو کام وہ کرتا تھا دینی  
 عرض اوس میں ضرور پہچان رہتی تھی ایک مرتبہ جزیرہ سے ایک بزرگ نے اس کو چوگان  
 کھیلنے کی بابت لکھن بھیجا کہ "تم کہوڑوں کو بلا فائدہ دینی تکلیف دیتے ہو میرے  
 نزدیک یہ لہو و لعب ہے اور منع ہے" نور الدین نے اس کے جواب میں اپنے

دست خاص سے ایک خط لکھا جس میں اس نے لکھا تھا ”والد محب کو چوگان کیسے پرکھیں  
ہنیں آمادہ کیا سولہ ہے اس کے کہ ہلوگ دشمنان خدا کے قریب بہتے ہیں اور یہ  
معلوم نہیں ہے کہ کب ٹکود باوا کی ضرورت ہوگی اگر ہم اپنے گھوڑوں کو ان کے  
تہانوں پر باندھ دیں گے تو وہ سست ہو جائیں گے ضرورت کے وقت طول و  
طویل سفر نہ کر سکیں گے مین ہو وحب یا طبیعت کے بہلانے کی نیت سے چوگان  
ہنیں کہیلتا ہوں بلکہ گھوڑوں کو محنت پر لگائے رکھتا ہوں تاکہ ضرورت کی وقت  
دھوکہ نہ دیں اور اپنے سوار کے قابو میں رہیں۔

اسکی شجاعت و مردانگی کی شہادت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ اکثر لڑائی  
میں خود شریک ہوتا تھا فوج کو مرتب کرنا اور اوپر جہاد کی آیات پڑھنا اور انکا خود  
افسر اعلیٰ ہوتا تھا اور قبل لڑائی چٹرنے کے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا اور مسجد  
میں جا کر جناب باری عز اسمہ سے دعا کرتا تھا بعد ازاں صفوف لشکر میں ایک جگہ  
لگا کر لشکر کو نکو حکم کرنے کا حکم دینا اور آلات حرب سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں  
جاتا تھا لڑائی میں نہایت درجہ کا ثابت قدم اور اس کے اصول سے خوب واقف تھا  
شوق شہادت میں دشمنان خدا کی صفوف میں بے خوف گھس جاتا تھا ایک روز  
امام قطب الدین نیشاپوری فقیہ شافعی نے کہا ”واللہ تم بنفسہ لڑائی کے میدان  
میں جا کر اسلام و اسلامیوں کو خطرہ میں نہ ڈالو کیونکہ تم ان کے مامن و عمارت  
اگر عیاذ باللہ معرکہ جنگ میں تم کام آگئے تو اسلامیوں کا کوئی محافظ و ثبوت نہ رہا  
نہ بھائیگان کے کل بلاد عیسائیوں کے قبضہ میں چلے جائیں گے“ نور الدین محمود نے  
جواب دیا اے قطب الدین تم بڑے لکھے ہو کر ایسی باتیں کہتے ہو، محمود ایسا  
کہان کا جو انہر ہے جسکی نسبت یہ بات کہی جائے مجھ سے بیشتر کسی نے بلاد اسلام  
کی محافظت کی ہے، جس نے مجھ سے پہلے بلاد اسلام کی محافظت کی ہے وہی





غنیمت سے حصہ رسدی ملتا تھا اور ہدایا و تحائف جو کواطراف و جوانب بلاد سے آتے تھے ان کو وہ جمع کرتا جاتا برس چہم مہینہ کے بعد اونکو فروخت کر کے ترتیب لشکر اور خریداری آلات حرب وغیرہ میں صرف کرتا تھا۔

مساجد اور مدارس کے بنوانے کا یہی محرک رہا تھا اس نے تمام ممالک محروسہ کے ہر شہر و قصبہ میں مدارس۔ مساجد۔ شفا خانہ۔ سرائیں بنوائیں حلب۔ حماہ۔ دمشق۔ حمص وغیرہ میں حنفیہ۔ مالکیہ۔ شافعیہ۔ حنبلیہ کے دارالعلوم قائم کیے اور ان میں بڑے بڑے نامی نامی علماء و فقہاء کو درس و تدریس کے لئے مقرر کیا۔ صحن المحاصرہ فی احوال المصر والقاہرہ میں لکھا ہے کہ اس نے سلطان اسلام میں سب سے پہلے دمشق میں دارالحدیث بنوایا اور اس کے مدرسین و معلمین کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں ان کے علاوہ دیہات و قصبات میں یتیموں اور غریبوں کے پڑھنے کے لئے بھی مدارس قائم کئے اس کے عہد حکومت میں دمشق و شام مرکز علوم بنا ہوا تھا ابن اثیر کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے شام میں بیان کیا ہے کہ ۵۹۸ھ ہجری میں مجھ سے ملھولی اوقاف نے بیان کیا ہے کہ صرف دمشق و حلب میں نو ہزار دینار صورتیہ ہوئے اور مساجد پر اور اٹھارہ ہزار دینار صورتیہ اس کے معلمین کی تنخواہیں صرف ہوتی ہیں حماہ و حمص کے مساجد و مدارس کا خرچ بالاجمال بائیس ہزار دینار صورتیہ، شیخ ابن ابوالقاسم عبد الرحمن بن الحسین بن الخضر ابن الحسین بن عبدان از دیلمی نے لکھا ہے کہ نورالدین محمود کل محل دمشق کو دمشق کے مساجد و مدارس پر صرف کرتا تھا نصف حاصل صر جامع مسجد کو دیتا تھا اور باقی نصف کے گیارہ حصے کرتا تھا دو حصہ مدرسہ حنفیہ و شافعیہ کے مقرر تھے باقی نو حصہ جامع قلعہ دمشق۔ مسجد ابن عطیہ اندرون دروازہ جائیہ مسجد ابن کبیر محلہ فسقار۔ مسجد سوق الراصین۔ مسجد سوق صاعہ۔ مسجد البیطنخ۔

مسجد عباسی محلہ سوق احمد مسجد نور الدین بخوار بنو الیہود۔ جامع الصالحین جبل قاسیون  
 کے مصارف میں صرف ہوتے تھے ان کے علاوہ اور جو دمشق کے محلات میں چھوٹی  
 چھوٹی مسجدیں تھیں ان کے صرف کے لئے جداگانہ مواضع وقف تھے لیکن جامع  
 مسجد کا صرف اس کے آنکھوں میں کہنگ رہا تھا اور اسکو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ  
 جسقدر اس مسجد پر وقف ہے اوس سے دو چند دوسرے اوقات سے صرف کیا جائے  
 اور ایک شے کا وقف دوسرے موقع پر خرچ ہوتا ہے چنانچہ اس امر کے تحقیق کیلئے پچھنہ انیسویں  
 صفر ۴۵۵ھ کو قلعہ دمشق میں قاضی رکن الدین ابو الحسن علی بن محمد بن یحییٰ قرشی  
 فقیہ شیخ شرف الدین بن ابی عمرو خطیب عمر الدین ابو البرکات بن عبد  
 امام عمر الدین ابو القاسم علی بن الماسح فقہار شافعیہ اور شرف الدین ابو القاسم  
 حمید الوہاب بن عیسیٰ مالکی و شرف الاسلام نجم الدین عبد الوہاب صہلی اور رواد  
 دمشق سے رضی الدین ابو غالب عبد المنعم بن محمد بن اسد تمیمی و نظام الدین  
 ابو الکرم بن ابی المضام متولی وزارت و عبد الصمد بن تیم و عبد الوہاب  
 بن ہلال و ضامن ابو الحسن وغیرہم کو بلوایا اور ان لوگوں سے یہ سوال کیا کہ  
 ”مسجد جامع دمشق کے لئے جسقدر وقف ہے اوس سے دو چند اس میں صرف  
 ہوتا ہے اور یہ کمی اور مصالح کے اوقات سے پوری کی جاتی ہے کیا یہ  
 جائز ہے کہ ایک مد کا وقف دوسرے کام میں صرف کیا جائے؟ ہر شخص اپنے  
 علم و یقین سے جو کچھ جانتا ہو بیان کرے جو شخص دوسرے شخص کا بیان  
 یا اسکی شہادت سنکر ماسکت ہو جائے گا وہ اسکا مصدق و موید سمجھا جائیگا  
 اور اب آئندہ سے وہی معمول ہوگا جسپر تلوگ اتفاق کرو گے“ اس کے بعد  
 نور الدین متولی ہا و قات کو طلب کر کے مصارف اوقات کی فہرست کو تفصیل وار  
 پیش کر نیکا حکم دیا صائیں و ابن تیم و ابن ہلال نے کہا سوق مسجد جو ماذنہ غریب کے

بچے متصل بیمارستان ہے جامع مسجد کے اوقات سے نہیں ہے بلکہ وہ عام مسلمانوں کے مصالح کے لئے وقف کیا گیا ہے اور اب اس کے محاصل جامع مسجد میں صرف ہو رہے ہیں حاضرین نے اس قول کی تائید کی۔ سہ طح بعض بعض قوم پر بعض حاضرین نے یہ اعتراض کیا کہ یہ رقوم سرائین اور ساجد کی موقوفات سے ہیں اور اب یہ مسلمانوں کے اور کاموں میں صرف کئے جاتے ہیں اور بعض نے انکی تائید کی تو زوال الدین نے اسکو تسلیم کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ میرے نزدیک بوقت ضرورت ان اوقات کے رقوم سے مسلمانوں کے اہم مصالح میں صرف کرنا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کے غرض سے شہرِ پناہ مشرق بنوانے اور فقور مسلمین کی محافظت ضروریات سے ہے قاضی شرف الدین عبد اللہ مفتی مالکی نے بلا قید اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا لیکن شیخ شرف الدین بن ابی عمرو شافعی نے اس سے اختلاف کیا اور یہ کہہا کہ ”موقوفات مسجد یا کسی وقف معین کا اس کے غیر محل پر صرف کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ بیت المال میں کچھ نہو یا ہو اور اس کے خرچ کر دینے سے بیت المال کے ضعف کا خیال ہو اور ضرورت شدید ہو تو بطور قرض کے موقوفات معین و مخصوص کا دوسرے محال پر صرف کر دینا جائز ہے اور اسکا ادا کرنا بیت المال سے واجب ہے“ آئینہ حاضرین نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایک محضر لکھا گیا جس پر حاضرین سے دستخط کرائے گئے اور اسی مسئلہ مفتی بہا پر عمل درآمد شروع ہوا۔

اس کی مجالس میں سوائے علماء و فضلاء و عمائدین اسلام کے کسی ستر کی صورت نہیں دکھائی دیتی تھی سوائے ذکر خیر کے اور کوئی تذکرے نہیں سنے جاتے تھے مسلمانوں کی بہبودی کی فکریں۔ جہاد کے مشورے ہر وقت ہوتے رہتے تھے اور جب اس سے فراغت ہوتی تھی تو ایک وقت خاص پر حدیث شریف کی

سماعت اور کہی قرأت ہی کرتا تھا اور اسی کے مطابق عمل درآمد کرتا تھا شیخ ابوالبرکات حسن بن محمد بن ہیثم الدبیان کرتا ہے کہ ”ایک روز میں اپنے چچا حافظ ابوالقاسم مورخ تاریخ دمشق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ نواز الدین کی مجلس میں حدیث سُن کر گیا اتنا حدیث میں یہ ذکر آگیا کہ آنحضرت (صلعم) تلوار لٹکائے ہوئے نکلے اس سے نواز الدین نے ایک ایسی بات پیدا کی جس کا لوگوں کو خیال تک نہ گزرا اوس نے شیخ محدث سے متعجبانہ دریافت کیا کیا آنحضرت (صلعم) تلوار کو لٹکاتے تھے باندھتے نہ تھے؟ شیخ نے کہا ہاں! دوسرے دن میں قلعہ کی طرف اسی امر کے دیکھنے کو گیا نواز الدین اور اوس کے کل لشکر میں تلوار حائل کئے ہوئے نکلے اور اس سے بیشتر تلوار کو کمر سے باندھنے کا رواج و دستور تھا۔

اس کے ذاتی اوصاف سے جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ برخلاف اور سلاطین اسلام کے اسلحے اپنے نام کے ساتھ طون و طویل القاب اور اُلق تعریفی الفاظ کے لکھنے کی مخالفت کر دی تھی جو اس میں موجود تھے مساجد میں ممبروں پر نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب اور چکنے چپڑے الفاظ ذکر کرنے کی عام مخالفت تھی شیخ نکال الدین ابوالقاسم عمر ابن احمد بن ہیثم الدین ابی جواد قس نے تاریخ حلب میں نقل کیا ہے کہ بڑے بڑے شیوخ مثلاً ابوالفضل والوبرکات حسن والیمنصور عبدالرحمن پسران عبداللہ محمد بن الحسن بن ہیثم الدین شافعی نے اس واقعہ کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم نے وہ خط اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو وزیر خالد بن محمد بن نصر ابن صغیر قیسرانی نے نواز الدین کو اس بارہ میں جواباً لکھا تھا اور پھر نواز الدین نے خط کی پیشانی پر جو دو چار سطریں لکھی ہیں اُن کو بھی ہم نے دیکھا ہے صاحب کتاب الروضتین نے لکھا ہے کہ نواز الدین نے ابن قیسرانی کو ایک خط اس مضمون کا لکھا تھا کہ ”ابن

نواز الدین جو در (۱۷) کا فرم نمبر (۱)

قیسراتی وہ الفاظ دعائیہ لکھ کر بھیج دے جنکو ممبروں پر خطیب پڑھیں اور ان میں نہ تو تشو و زوائد ہوں اور نہ ایسے الفاظ و اوصاف ہوں جو حالت موجودہ کے خلاف اور صریح کذب ہوں، خالد نے اس کے جواب میں ذیل کا خط لکھ کر نور الدین کے پاس بھیج دیا۔

اعلیٰ اللہ قدر المملوک فی الدارین۔ وبلغہ امالہ فی نفسہ و  
ذریئہ و ختم لہ بالخیر فی العاجلۃ و الآجلۃ بمناد وجودہ و فضلہ  
و حمدہ۔ وقف المملوک علی الرقعة تضاعف دعا و دعا و انتہالہ  
الی اللہ تعالیٰ بان یرضی عنہ و عن والدیہ و ان سہل لہ

لہ ترجمہ اللہ تعالیٰ دارین میں آقا کی قدر زیادہ کرے اور اس کے اور اس کے ذریات کے مقاصد پر پہنچا دے اور اپنے احسان و وجود و فضل و حمد کے وسیلے سے اسکا بالفضل و آئندہ خاتمہ بخیر کرے خادم آپ کے خط سے مطلع ہوا اللہ زیادہ کرے دعا و عزت او ایسے کاموں کے کرنے کی توفیق دے جس سے اللہ اس سے اور اس کے والدین سے راضی ہو اور اپنے طریقِ حضاۃ پر چلنے اور راہ تقرب پر سلوک اور اس تک فائز ہونے کی ہدایت کرے بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے خادم کی راجہ کی علم اشرف ہدایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکا شرف زیادہ کرے یہ ہے کہ خطیب ممبر آقا کے دعل کے وقت یہ کہہ کر رولے خدا اپنے بندہ کی اصلاح کر جو تیری رحمت کا محتاج ہے اور تیری ہیبت سے خالی ہے اور تیری قوت سے وابستہ ہے اور تیری راہ میں لڑنے والا اور تیرے اعدا و دین سے جہر کرنے والا ہے وہ کون ہے؟ ابو القاسم محمود بن زنگی بن آتسقر ناصر امیر المومنین، کیونکہ یہ کل الفاظ ایسے ہیں جن میں نہ کذب ہے اور نہ کچھ زیادتی ہے اور آئندہ رولے والا اعلیٰ و اشرف ہے انشاء اللہ تعالیٰ

السلوك الى رضاك والقرب منه والفوز عندك انه على كل  
 شيء قد يرأى المملوك ما يعرضه على العلم الا شرف زاده<sup>لله</sup>  
 شرفاً وهو ان يذکر الخطيب على المنبر اذا اراد الدعاء  
 للمولى "اللهم اصلح عبدك الفقير الى رحمتك الخاضع  
 لهيبتك المعتصم بقوتك المجاهد في سبيلك المربط  
 لاعداء دينك ابا القاسم محمود بن زنگی بن آقسنقر نام  
 امير المومنين فان هذا جميعه لا يدخله كذب ولا  
 زياده والراى على واسمى انشاء الله تعالى"

نور الدين محمود نے اس خط کی پیشانی پر عبارت ذیل لکھ کر واپس کر دیا  
 اور یہ حکم دیا کہ ایک گشتی حکم کے ساتھ تمام ممالک محروسہ کے خطیبوں کے پاس  
 بھیج دیا جائے تاکہ آئندہ سے وہ انہیں الفاظ کے ساتھ ممبروں پر اسکا  
 نام لیا کرتے ہوئے نہ ہوں۔

”مقصودى ان لا يكذب على المبرأنا بخلاف كل ما يقال  
 لا افرح بما لا اعمل الذى كتيبه جيد اكتب به نسخ ونسب  
 الى جميع البلاد وزدنى الدعاه هذه الفاظ اللهم اره  
 الحق اللهم اسعدك اللهم النصر اللهم وفقك“

اس ترجمہ میرا مقصود یہ ہے کہ ممبر پر جو ٹ نہ بولا جائے میں برعکس اس کے ہوں  
 جو اکثر بیان کیا جاتا ہے میں اس سے خوش نہیں ہوتا جو میں نہیں کرتا۔ جو تو نے  
 لکھا ہے مناسب ہے متعدد نسخے لکھ کر جمیع بلاد کی طرف روانہ کر دے اور دعائیں  
 ان الفاظ کو اور زیادہ کر دے، لے ادا کو حق دیکھا اے ادا سکونیک کر لے  
 ادا کی مدد کر لے ادا سے توفیق دے۔

اس نے اپنے لشکر میں طبل اور کرنا وغیرہ کا بجانا موقوف کر دیا تھا اپنے برگزیدہ  
اسلام کی طرح تکبیر و تہنہ اپنی فوج کو لڑاتا تھا اسکے لشکر کا نشان سیاہ تھا جو خلفاء و عتبات  
کے شعار سے ہے اور اس پر کلمہ توحید کلا بتوں سے لڑتا ہوا تھا۔ صلوة خمسہ اور تہجد کا  
پابند منکرات شرعیہ سے محتررا و احرام کا صدق دل سے بطبع تھا نماز پڑھنے کو ہمیشہ مسجد میں  
جاتا اور ہر شخص سے بے تکلف ملتا جلتا تھا اس کے دسترخوان پر اکثر جو کی روٹیاں  
یا کبھی کبھوں کی خمیری روٹیاں اور گوشت ہوتا تھا کبھی کبھی صرف اوبے ہوئے  
گوشت اور سرکہ پر اکتفا کرتا تھا ابن ثیر نے لکھا ہے کہ نور الدین سرخ رنگ طویل لقا  
کشادہ پیشانی، حسیب رت و جیبہ تھا آنکھیں سکی ٹری اور سیاہ تہین اسی نہایت  
کم تھی صرف زخم دان میں تھوڑی سی بال تھے بدن پر گوشت اور سر بڑا خندہ رو تھا  
عقل و فراست کے آثار اس کے چہرہ نمایاں تھے، ذہین، فہیم اور خرمیات مسایل مذہبی سے  
بخوبی واقف تھا۔ اس نے اپنی تمام عمر میں صرف ایک شادی رضیع خاتون بنت معین  
سے کی اور اسکے بطن سے ایک لڑکا الملک لصاح پیدا ہوا اور ایک لڑکی شمس النساء پیدا  
ہوئی۔ اس کی تمام آرزوئیں اس کے مرنے کے وقت تک قریب قریب پوری ہو چکی  
تھیں عیسائیوں کو اس نے شام سے نکال دیا تھا مصر پر قبضہ کر چکا تھا صرف باقی کیا تھا ایک  
بیت المقدس جس کی فتح کی آرزو اپنے دلمین لیگیا اور اس کو اسکے بعد حاکم  
نے پورا کیا۔

سلام امہ الفتح قوم اولون  
حارکہ بالنصر قوم اخراون

یعنی

فتح کے کام کو پہلے لوگوں نے شروع کیا، اور حاصل کیا فتح کو پچھلے لوگوں نے

ت

# ترجمہ جناب حکیم سرکار احمد حسین صاحب

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد اول  
اس میں اولاً خود مورخ کتاب بن خلدون مغربی کی سوانح عمری  
بعد ازاں انساب عالم و حضرات پنج دہود و صلح و شعیب و

ابراہیم و اسماعیل و ہاجرہ و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و یوشع و ہارون و داؤد  
و سلیمان و داؤد و عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے انساب و ان کے بعد ہنسی مدی عیسوی  
تک کے سلاطین ملوک کے حالات و انساب اس تفصیل و خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ ایک صفحہ  
پڑھ کر کتاب کہنے کا جی نہیں چاہتا۔ ہر قوم و گروہ کے تذکرہ کے بعد انکا شجرۃ النسب بھی  
لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ کے کوٹھی نہولے اور تعمیر کدہ اور اسماعیل کے بیچ ہونے  
اور واقعہ اصحاب قبل۔ کتابت انجیل و تدوین شریعت عیسویہ اور حواریان مسیح پر تحقیقات  
بحث کی گئی ہے۔ حج اس کتاب کا چار سو صفحات کا رایل سائز کا غرض سفید چمکنا باہر خوب قیمت  
بلا محصول ڈاک صرف ..... عین

ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد دوم  
اس جلد میں ملوک فارس یونان روم و لاطینی و قیصر و کیم و قیصر و قیصر  
و سلاطین و سلاطین کے حالات و انساب و ان کے بعد ہنسی مدی عیسوی  
تک کے سلاطین ملوک کے حالات و انساب اس تفصیل و خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ ایک صفحہ

پڑھ کر کتاب کہنے کا جی نہیں چاہتا۔ ہر قوم و گروہ کے تذکرہ کے بعد انکا شجرۃ النسب بھی  
لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ کے کوٹھی نہولے اور تعمیر کدہ اور اسماعیل کے بیچ ہونے  
اور واقعہ اصحاب قبل۔ کتابت انجیل و تدوین شریعت عیسویہ اور حواریان مسیح پر تحقیقات  
بحث کی گئی ہے۔ حج اس کتاب کا چار سو صفحات کا رایل سائز کا غرض سفید چمکنا باہر خوب قیمت  
بلا محصول ڈاک صرف ..... عین





# ترجمہ تاریخ علامہ ابن خلدون جلد اول

اسمین اولاً خود مورخ کتاب بن خلدون مغربی کی سوانح عمری  
بعد ازاں انساب عالم و حضرت لوح و ہود و صالح و شعیب و

ترجمہ تاریخ علامہ ابن  
خلدون جلد اول

ابراہیم و اسماعیل و ہاجرہ و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و یوشع و ہارون داؤد  
وسلمان و یونس و عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے انساب و ان کے بعد چھٹی صدی عیسوی  
تک کے سلاطین ملوک کے حالات و انساب اس تفصیل و خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ ایک صفحہ  
پر نہ کر کتاب کہنے کا جی نہیں چاہتا۔ ہر قوم و گروہ کے تذکرہ کے بعد انکا شجرۃ النسب ہی  
لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے اور تعمیر کعبہ اور اسماعیل کے فوج ہونے  
اور واقعہ اصحاب قبل۔ کتابت انجیل و تدوین شریعت عیسویہ اور حواریان مسیح پر محققانہ  
بحث کی گئی ہے۔ چہ اس کتاب کا چار سو صفحات کا رایل سائز کاغذ سفید چکنا یا بن خوبی قیمت  
بلا محصول ڈاک صرف ..... ع

ترجمہ تاریخ علامہ ابن  
خلدون جلد دوم

اس جلد میں ملوک فارس یونان روم و لاطینی و قیصرہ کیم و قیصرہ  
وسلاطین قسطنطنیہ کے حالات از زمان فتح اسلامی قوم کا تہہ اور قبائل و جمہور  
قحطانیہ حضرموت۔ بنو جریم قضاہ۔ کہلان۔ ملوک حیرہ آل منذر و سلاطین کنندہ و غسان اور تہ  
کے دو نامی قبیلہ اوس و خزرج حکمرانان ہنہ۔ بنو عدنان قبائل مضر و بطون قیس الیاس حکومت قریش  
حالات و انساب انکے شجرۃ النسب تفصیل اور صحیح طور مذہب ہیں۔ بنو عدنان کا شجرۃ نسب خیا کا  
دجی امیہ بنی کی تحریر سے لیا گیا ہے جسکو مسعودی نے خروج الذہب میں لکھا ہے اور اسکے ذیل میں  
وواقعی و ابن الاعرابی کا لکھا ہوا شجرۃ نسب قبیلہ لکھا دیا جس سے انحضرت (صلعم) کا صحیح پشت نامہ  
مکمل ہو گیا ہے اس پشت نامہ اردو کی کیا عربی کی کتاب میں پہلی ہی ہیں حجم ۳۶۶ صفحات کا رایل  
سائز سفید چکنا کاغذ قیمت بلا محصول ع

ترجمہ تاریخ علامہ ابن

خلدون جلد سیوم

یہی حصہ اسلامی تاریخ کی جان مسلمانوں کا دین ایمان ہے۔ اسمین

نیر بروج بنوت مہر سپہ رسالت ختم رسل مادی شہل محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت - تربیت - بنوت - معراج - ہجرت - غزوات - انتقال -  
 ہجرت و تکفین و بیعت اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی ردّت و فتوحات کے  
 نہایت صحیح صحیح واقعات کمال بسط و تفصیل و تحقیق سے درج کئے گئے ہیں۔ اُردو زبان کی  
 اس سے زیادہ کیا اور خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اسمین رسول عربی (صلعم) کے حالات جو آج سے چودہ  
 برس پیشتر عرب کے سرزمین میں واقع ہوئے ہیں نہایت تحقیق سے قلمبند کئے گئے ہیں اور واقعات  
 مذکورہ بالا کے محقق ہونے کی شہادت میں اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ سبب علامہ ابن خلدون  
 مغربی کی معتبر تاریخ عربی کے ایک حصہ کا ترجمہ ہے سفید چکنا کاغذ پر لکھا گیا ہے سبب  
 سے زاید کا حجم قیمت بلا محصول ... ..

المشتہر حامد حسین مالک سالہ الاسلام الہ آباد

صلاح الدین یوسف فتح

بیت المقدس کی سوانح عمری

جسین سلطان صوفی ولادت - تعلیم - تربیت - خصایل - عادات -

اور ان کی فتوحات اور عیسائی دنیا کے مقابلہ و فتح بیت المقدس کے

تفصیلی حالات نہایت تفصیل و بسط سے مورخانہ حیثیت سے بقید سنہ و ماہ لکھے گئے ہیں ہر ایک  
 شخص کی سوانح عمری معلوم ہوتی ہے لیکن تحقیقت ایک صدی کی صلیبی و اسلامی لڑائیوں کا نقشہ ہے۔  
 عربی کی معتبر تاریخ ابن خلدون تاریخ کامل و کتاب الارضین فی اخبار الدولین و فتح الفسطاط و ادر  
 سلطانیہ حسن المحامرہ و تاریخ دول الاسلام وغیرہ کی ماخذ ہیں اور بعض بعض مقامات پر  
 انگریزی و فرانسیسی تواریخ سے بھی اخذ کیا ہے حجم دو صفحات سے زاید سفید چکنا و لاتی  
 کاغذ قیمت بلا محصول ... ..

المشتہر حامد حسین مالک سالہ الاسلام الہ آباد - نمبر ۲۲ محلہ سبیر پٹہ دی -

